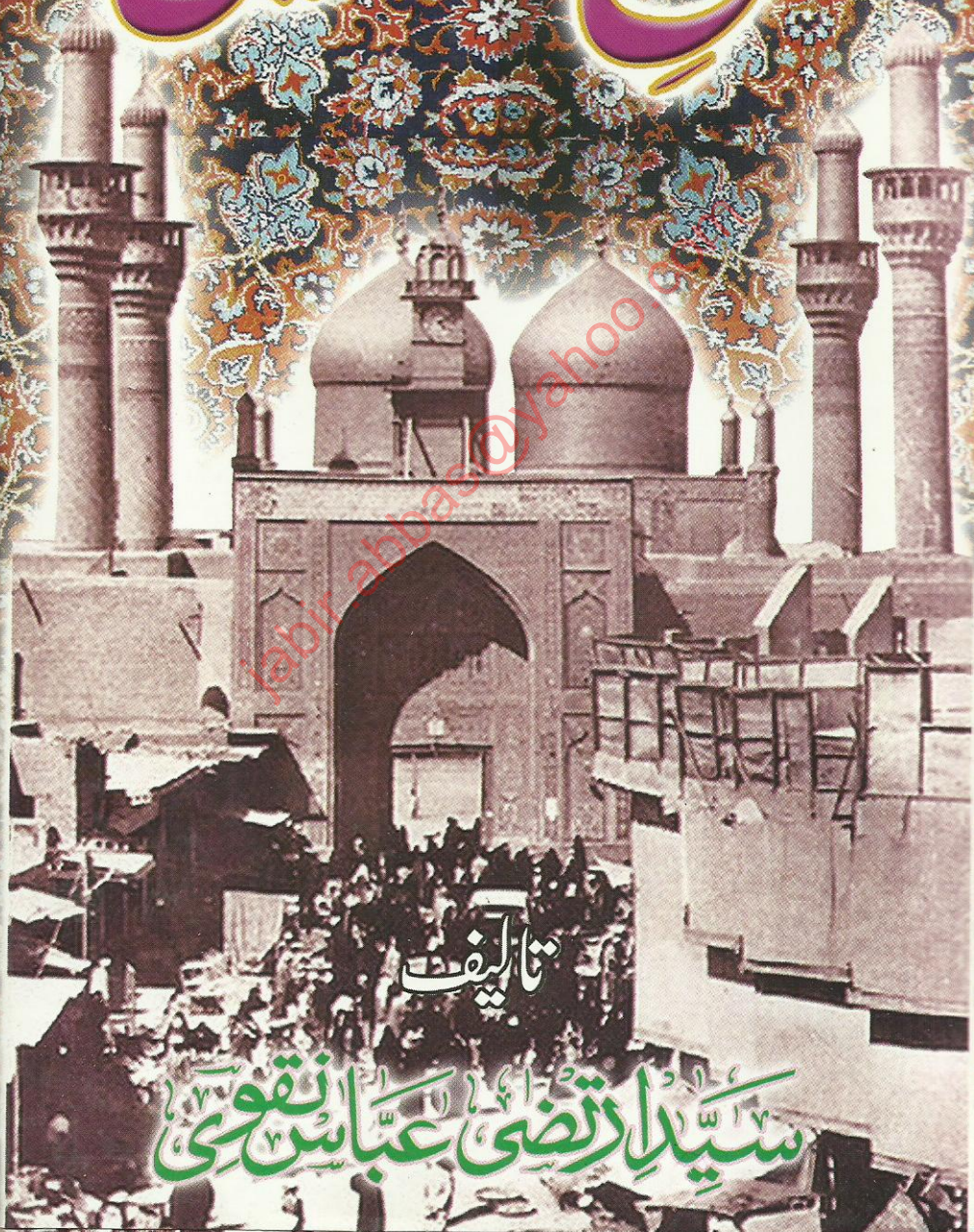


# تاریخ کامہدین



تالیف

سید ارضی عباس نقوی



یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶  
۹۲۱۱۰  
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD  
Version

# لبیک یا حسینؑ

نذر عباس  
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

## اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad  
Sindh, Pakistan.

[www.sabeelesakina.page.tl](http://www.sabeelesakina.page.tl)

[sabeelesakina@gmail.com](mailto:sabeelesakina@gmail.com)

مرکز تحقیق علوم آل محمد کی ساتویں پیشکش

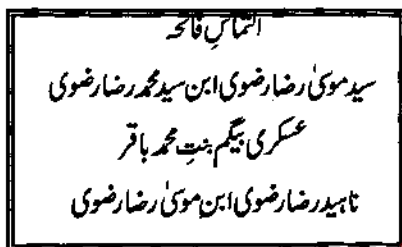
اَللّٰهُمَّ اِنْفِقْهُمْ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُلِيَّةِ الْغَنِيِّ  
چراغِ اہل حق اور حق پرستوں میں انفاق کرتے ہیں اور غنہ کو پہنچاتے ہیں

# تاریخ کاظمین

تالیف و تحقیق

سید ارتضیٰ عباس نقوی

# جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ



تاریخ کاظمین	کتاب:
سید ارتضیٰ عباس نقوی	تالیف و تحقیق:
اول، ستمبر ۲۰۱۳ء	اشاعت:
ایک ہزار	تعداد:
۲۵۰ روپے	قیمت:
سید غلام اکبر	طابع:

﴿کتاب ملنے کا پتہ﴾

مرکز تحقیق علوم آل محمدؐ

ایف۔ ۷، رضویہ سوسائٹی

ناظم آباد نمبر، اکراچی

پاکستان

0346-2781009



انتساب

امامینِ جوادین

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

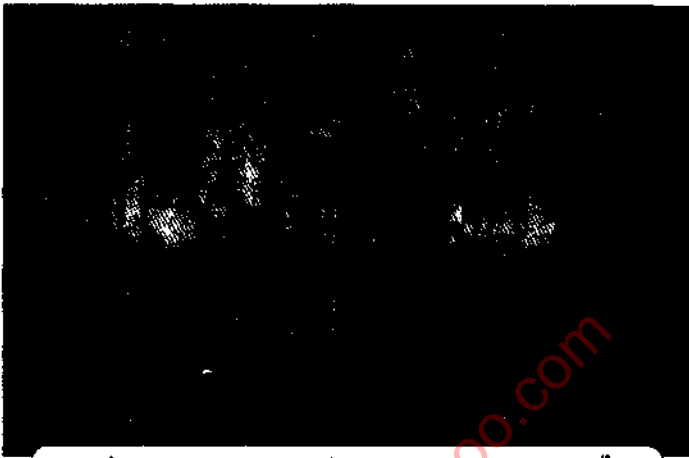
اور

حضرت امام محمد تقیؑ

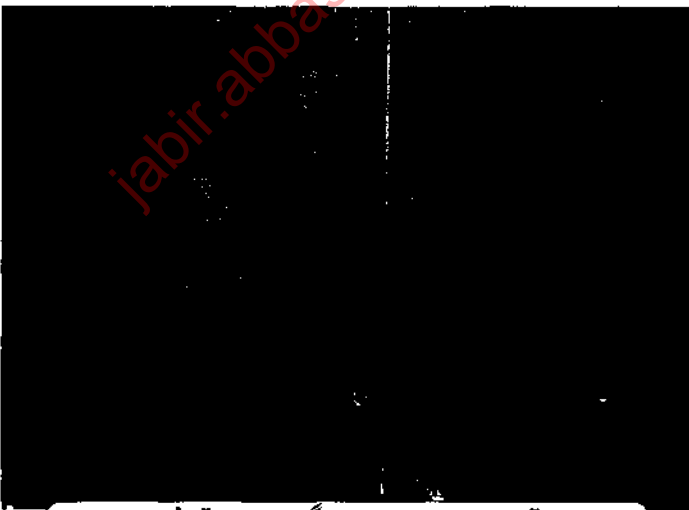
کی بارگاہِ اقدس میں



قالب نجف میں روح رواقِ حسینؑ میں  
آ نکھیں رضاؑ کے روئے پہ دل کاظمینؑ میں  
(مرزا دبیر)



روضہ کاظمین کی قدیم ترین تصویر..... عہد صفوی کی عمارت جب رونے کے پیمانہ نہیں تھے۔

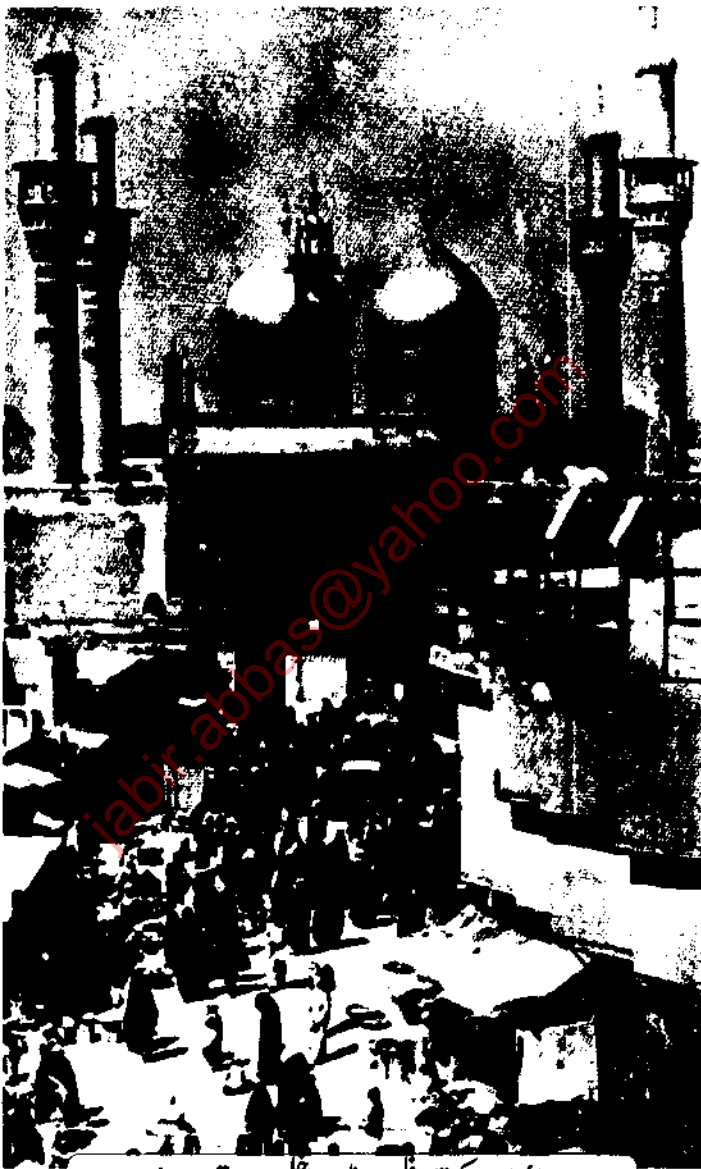


دوسری قدیم تصویر جس میں حرم اقدس کے گرد موجود عمارتیں نظر آ رہی ہیں۔



تاریخ کا مبین

۶



زائرین کے قافلے حرم میں داخل ہوتے ہوئے



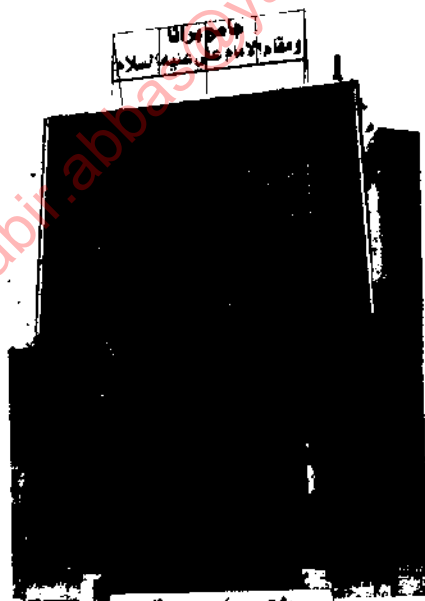
شہر کا طمبین کا منظر



دوسرے عہد عباسی میں روضہ کے لیے تیار کیا گیا مسندوقی جو تقریباً ۶ سو برس پرانا ہے  
اور آج کل بغداد کے عجائب خانے میں موجود ہے۔

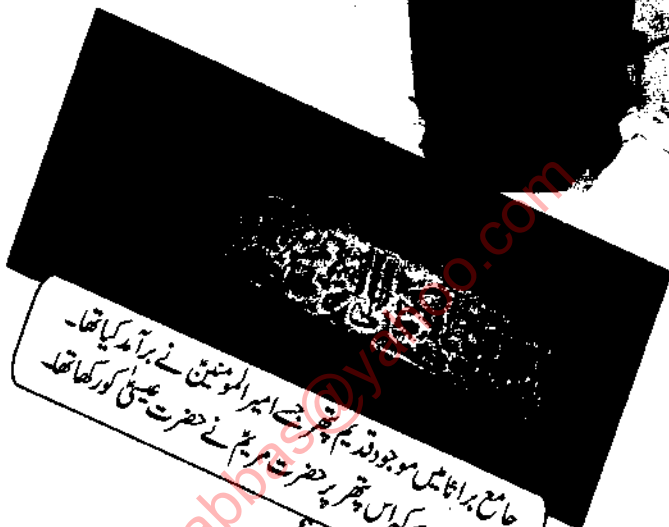


جانب برائے کی قدیم ترین تصویر۔ قبریں نظر آرہی ہیں۔



جانب برائے کا جدید منظر

جامع براہما کے صحن میں موجود  
قدیم پتھر جسے امیر المومنین  
سے منسوب کیا جاتا ہے۔



جامع براہما میں موجود قدیم پتھر جسے امیر المومنین نے برآمد کیا تھا۔  
کہا جاتا ہے کہ اس پتھر پر حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کو رکھا تھا۔



ازبیدہ بنت جعفر بن منصور عباسی زوجہ ہارون الرشید کا مقبرہ جو شہر کا نظمیں میں واقع ہے۔



عثمان بن سعید عمری (نائب اول امام عصرؑ)..... بغداد



شیخ محمد خلانی (نائب دوم امام عصرؑ)..... بغداد

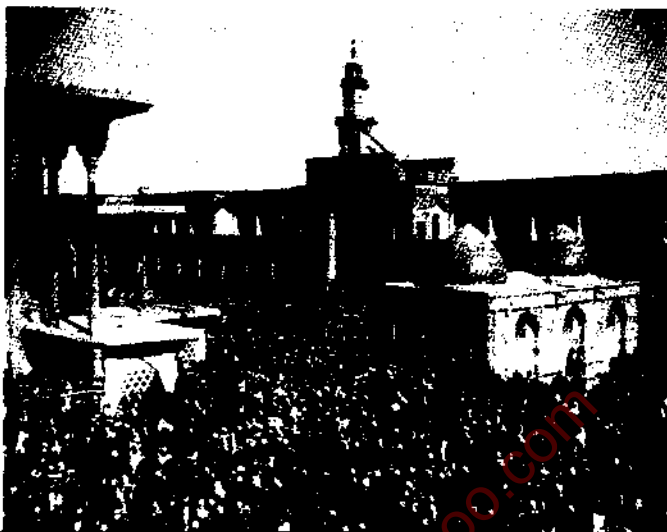




حسین بن روح (نائب سوم امام عصر) ..... بغداد



شیخ علی بن محمد سری (نائب چهارم امام عصر) ..... بغداد



مراجم عاشورہ کے موقع پر کاظمین کا منظر۔ محن اقدس میں امام موسیٰ کاظم کے  
دوصاحبزادگان ابراہیم اکبرؑ اور اسماعیلؑ کی قبروں کے گنبد نمایاں ہیں جو اب حرم میں موجود نہیں ہیں۔



موجودہ روضہ کاظمین جدید تعمیرات کے بعد۔ باب مراد نظر آ رہا ہے۔



## فہرست

- ۱۹ مدح کاظمین ————— عشق لکھنوی  
۲۰ وصف کاظمین ————— مکرم لکھنوی  
۲۱ حرف آغاز ————— سید ارضی عباس نقوی

﴿باب ۱﴾

## اسمائے کاظمین

- ۲۵ ۱۔ مقابر شونیزیہ  
۲۵ ۲۔ مقابر قریش  
۲۶ ۳۔ مقابر بنی ہاشم  
۲۶ ۴۔ کاظمین (کاظمیہ)  
۲۸ ۵۔ جوادین  
۲۸ ۶۔ مشہد اکظمی (مشہد اکظمیہ)  
۲۸ ۷۔ باب التین

﴿باب ۲﴾

## بغداد شہادتِ امام موسیٰ کاظمؑ سے پہلے

- ۲۹ جامع بڑا  
۳۱ تمام بڑا تا پرا میر المومنین کا ورود



۳۴	۱۲۵ھ میں شہر بغداد کی تعمیر کا آغاز
۳۶	مدینۃ المنصور کا نقشہ
۴۳	قصر باب الذہب
۴۵	جی لی اسٹریٹج کی تحقیق

### ﴿باب-۳﴾

## امامین کاظمین کی اسیری اور شہادت امام موسیٰ کاظمؑ زندانِ بغداد میں

۴۹	ہادی کی قید میں
۵۰	امام موسیٰ کاظمؑ کو بغداد بلانے کی سازش
۵۳	عیسیٰ بن جعفر کی قید میں (بصرہ)
۵۴	فضل بن ریح کی قید میں
۵۵	سندی بن شاہک کی قید میں
۵۷	امام موسیٰ کاظمؑ کو زہر دیا جانا
۵۹	اسی (۸۰) مشاہیر بغداد کا آنا
۶۱	مظلوم بغداد کی شہادت
۶۲	لاشِ اقدس پلِ بغداد پر
۶۴	مقام جنازہ پر عمارت کی تعمیر
۶۵	مستب کے نام امام موسیٰ کاظمؑ کی وصیت
۶۵	امام علی رضاؑ کا بغداد آ کر سامانِ تجہیز و تکفین کرنا



## امام محمد تقیؑ بغداد میں

- ۶۷ امام محمد تقیؑ کو زہر دیا جانا  
 ۷۲ لاش اقدس دارالامارہ سے نیچے پھینک دی گئی  
 ۷۳ امام محمد تقیؑ کی چھینروں تکفین

### ﴿باب ۴﴾

## روضہ کاظمین کی تاریخ

- ۷۴ کاظمین کی زمین امام موسیٰ کاظمؑ نے خریدی تھی  
 ..... روضہ کاظمین عہدِ بوہبی میں .....

(۳۲۲ھ تا ۴۴۷ھ)

- ۷۶ شیخ صدوقؒ نے روضہ کاظمین کی پہلی ضرت دیکھی تھی  
 ۷۶ روضہ پر نذر کی گئی قندیل  
 ۷۶ حرم اقدس کے گرد احاطے کی تعمیر  
 ۷۷ زائرین کی سیرابی کیلئے مشرف الدولہ کی خدمات  
 ۷۷ جلال الدولہ اور اس کے فرزند فولا دستون کا دفن  
 ۷۸ بغداد کا فتنہ عظیم اور روضہ اقدس کا مسمار ہونا  
 ۸۰ ۴۴۴ھ میں روضہ اقدس کی دوسری تعمیر

..... روضہ کاظمین عہدِ سلجوقی میں .....

(۴۲۹ھ تا ۵۵۵ھ)

- ۸۱ سلطان ملک شاہ اور زیارت روضہ کاظمین  
 ۸۲ عہدِ ابوالفضل البراؤستانی میں حرم کی تعمیر





۸۲ حرم کاظمین کی غارت گری

..... روضہ کاظمین دوسرے عہدِ عباسی میں .....

(۵۷۵ھ تا ۶۵۶ھ)

۸۳ صندوق، رواق اور میناروں کی تعمیر نو

۸۳ ۵۷۵ھ میں حرم کے رواقوں کے نام

۸۳ دجلہ میں طغیانی اور احاطے کی تعمیر نو

۸۴ حرم اقدس میں آگ کے شعلے

۸۵ روضہ کاظمین کے قدیم صندوق کی تاریخ

۸۶ عہدِ عباسی میں کاظمین کے چند اہم واقعات

۸۷ تعمیراتِ حرم کا خلاصہ

۸۹ عہدِ عباسی کی تعمیر کا خلاصہ

روضہ کاظمین مغل دورِ حکومت سے عہدِ عثمانی کے آخری حصے تک

(۶۰۳ھ تا ۹۲۰ھ)

روضہ کاظمین عہدِ صفوی اوّل میں

(۹۱۴ھ تا ۱۰۳۲ھ)

۹۹ عہدِ صفوی کے آثارِ جواب بھی حرم میں موجود ہیں

۱۰۸ روضہ کاظمین پہلے ترکی دور میں

روضہ کاظمین دوسرے عہدِ صفوی میں

(۱۰۳۲ھ تا ۱۱۴۴ھ)

۱۱۰ روضہ کاظمین دوسرے عہدِ عثمانی میں



## روضہ کاظمین کے دروازے

۱۳۰	جنوبی دروازہ روضہ امام کاظم
۱۳۲	مشرقی دروازہ روضہ امام کاظم
۱۳۳	غربی دروازہ روضہ امام کاظم
۱۳۵	شمالی دروازہ (امام جواد)
۱۳۷	مشرقی دروازہ (امام جواد)
۱۳۷	غربی دروازہ (امام جواد)

## روضہ کاظمین کے رواق

۱۳۸	رواقِ شمالی
۱۳۹	رواقِ غربی
۱۳۹	رواقِ شرقی
۱۳۹	رواقِ شرقی کا دروازہ
۱۳۶	رواقِ جنوبی

## حرم اقدس کی دیواریں

۱۳۰	دیوارِ شمالی
۱۳۰	دیوارِ شرقی
۱۳۲	دیوارِ غربی
۱۳۲	دیوارِ جنوبی
۱۳۳	روضہ کاظمین کے حوالے سے چند اہم یادداشت
۱۳۵	حکومتِ صدام کے خاتمے کے بعد ۲۰۰۴ء سے ہونے والی اضافی تعمیرات
۱۳۶	شبیرہ روضہ کاظمین (لکھنؤ)



﴿باب ۵﴾

## مدفونین کاظمین

۱۵۰

امام زادگان کی قبریں

۱۵۵

علماء کی قبریں

﴿باب ۶﴾

## کاظمین سفرناموں کی روشنی میں

۱۶۷	۷۷۲ھ	ابن بطوطہ کا بیان
۱۶۸	قبل ۱۲۹۵ھ	کتاب ”رفیق الزائرین“
۱۶۹	۱۸۸۸ء	کتاب ”سلوک الزائرین“
۱۸۳	۱۳۱۰ھ	کتاب ”تاریخ آلِ امجاد“
۱۸۳	۱۹۲۵ء	کتاب ”ہدایت الزائرین“
۱۹۳	۱۹۵۲ء	کتاب ”زائر حسین کار و نامچہ“
۲۰۱	۱۳۲۷ھ	کتاب ”سفرنامہ عراق، عرب و عجم“
۲۰۲	۱۹۳۱ء	کتاب ”معین الزائرین“
۲۰۸	۱۳۳۰ھ	مولوی مظہر حسن سہارنپوری کا بیان

﴿باب ۷﴾

## زیارت کاظمین کا ثواب

تعلیق لکھنوی

## مدح کاظمین

ہے مقام نور دنیا میں مقام کاظمین  
 تشنیہ کوئی کہے واحد کو یہ ممکن نہیں  
 کون وہ جاہے جہاں ہوں ایک جادو آفتاب  
 ہمسری کا ہے اگر دعویٰ تو پھر آ سامنے  
 صبح جنت کو فروغ اپنا دکھانے کے لیے  
 کیوں نہ پہنچے کا سر تسلیم تا خاک نیاز  
 دیکھ کر حوروں کے عارض اور گیسو خلد میں  
 اپنی پوشش کا جو کعبے کو ہے منظور احترام  
 روشنی جاتی رہی بالکل چراغ طور کی  
 ہیں وہاں مدفون جو دولت جگر شیر کے  
 پھر سلیمان کو نہ ہو کونین کی شاہی قبول  
 دو اماموں سے رہا کونین میں باقی نشان  
 صورت جنت وہاں آٹھوں پہرے وقت صبح  
 ہیں جو عالی ظرف کم ظرفوں کو ہے ان سے فروغ  
 خلد کے پھولوں کا نکبت سے پریشاں ہو دماغ  
 پیش حق بین فرد ہوں میں دشر کونین میں  
 ہے عجب گلشن خزاں کا بھی نہیں کھکا جسے  
 سب ہیں اس کے تحت میں علی سے بھی علی یہ ہے

صبح جنت پر ہنسا کرتی ہے شام کاظمین  
 دو اماموں سے ہوا مشہور نام کاظمین  
 ایک بس دونوں جہاں میں ہے مقام کاظمین  
 اے صبا یہ خلد کو پہنچا پیام کاظمین  
 چاند کالے کر چراغ آتی ہے شام کاظمین  
 اور جھک جا اے فلک بہر سلام کاظمین  
 میں یہ سمجھا لے رہے ہیں صبح و شام کاظمین  
 دام لے آتا ہوا ملبوس شام کاظمین  
 اس قدر روشن ہوا دنیا میں نام کاظمین  
 کر بلا کا پارہ دل ہے مقام کاظمین  
 دے اگر اللہ عہدہ انتظام کاظمین  
 نقش ہے دونوں جہاں کے دل میں نام کاظمین  
 نور برساتی ہوئی آتی ہے شام کاظمین  
 دور بزم دہر کا ہر ایک جام کاظمین  
 دو گلوں سے کیا معطر ہے مقام کاظمین  
 ہے زبان حال سے ہر دم پیام کاظمین  
 صورت گلزار جنت ہے دوام کاظمین  
 مثل کرسی عرش ہے جائے قیام کاظمین

ہے تعلیق دل نثار اُس شمسہ پر نور پر

چرخ کہتا ہے جسے ماہ تمام کاظمین



مکرم لکھنوی  
(نمبر۶ میر عشق لکھنوی)

## مدح کاظمین

شیعوں کی روح زائروں کی جاں ہے کاظمین اور مرکز اُمید غریباں ہے کاظمین  
دو گنبد طلا ہیں یہاں رشکِ آفتاب ہاں نور بخش مہر درخشاں ہے کاظمین  
ہم کو یقین ہے موسیٰ و مختار کی قسم کعبے کی بعد کعبہ ایماں ہے کاظمین  
دو آفتاب دیں ہیں یہاں کاظم و تقی اپنے عروجِ بخت پہ نازاں ہے کاظمین  
اس کی ضیا سے خلد میں پہنچی ہے روشنی انوارِ حق سے روشن و تاباں ہے کاظمین  
پُر نور ہیں قبورِ جوادینِ ذی شرف حق نشانِ رحمت یزداں ہے کاظمین  
دو گنبد طلا جو یہاں نور پاش ہیں شمس و قمر ہیں ماند درخشاں ہے کاظمین  
مخفی منافقین کے ظلم و ستم نہیں حرفِ جلی ہے سر نمایاں ہے کاظمین  
راحت رساں ہے چشمِ زیارت کا نور ہے گری دین و تابش ایماں ہے کاظمین  
رکھے نہ کیوں نگاہِ مودت اسی طرف سچ پوچھیے تو جنتِ رضواں ہے کاظمین  
ملتا ہے مومنین کو درسِ حق آگہی دینِ رسولِ حق کا دبستاں ہے کاظمین  
نؤار کیوں نہ جائیں جبینِ سائی کے لیے ہم عاصیوں کے درد کا درماں ہے کاظمین  
جنت میں لے کے جاؤں گا اس عکسِ پاک کو میرے دل و نگاہ میں پہناں ہے کاظمین

زیرِ فلکِ مکرم عاصی کے واسطے  
جنت نشانِ مرقع ایماں ہے کاظمین



## حرفِ آغاز

بغداد کا شمار اقوامِ عالم کے قدیم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ لکھنے والوں نے عام طور پر یہاں کی آبادی کا سہرا منصور عباسی کے سر رکھا ہے۔ حالانکہ اس سرزمین کی آبادی امیر المومنین کے قدموں کی مرہونِ منت ہے۔ جب آپ نہروان سے واپسی پر یہاں سے گزرے تو مقامِ برائے پر قیام فرمایا تھا اور جہاں نماز پڑھی تھی وہاں مسجد کی بنا ہوئی اور دوسرے ہی دن سے وہاں آبادی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ منصور نے بغداد کو بسانے میں کیا کیا کوششیں نہ کی تھیں، مختلف شہروں سے لوگوں کو بلوا کر یہاں آباد کیا، مکانات دیئے، تحفہ جہیں مقرر کیں، لیکن یہ امیر المومنین کی کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے کہ آپ اپنی حیات میں صرف ایک بار بغداد آئے اور ایک یادگار چھوڑ گئے جس سے برکت حاصل کرنے کے لیے لوگ یہاں آباد ہو گئے۔ آج عہدِ منصور کے آثار بالکل مفقود ہیں فقط امیر المومنین کی نشانی باقی ہے۔

آج بغداد کی پہچان روضہ کاظمین ہے جو کہ جلوہ گاہِ توحید باری ہے۔ یہاں کا ذرہ ذرہ امام موسیٰ کاظم کی مظلومیت کا گواہ ہے جو یہاں ۱۴ برس قید رہے۔ زمانے نے دیکھا کہ کل جس کا لاشہ پل بغداد پر رکھا گیا تھا آج پوری دنیا سے لوگ اُن کی زیارت کو آتے ہیں۔ اُن کے حصے میں زیارتِ رسول کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اس طرح یہاں شانِ توحید کے ساتھ شانِ رسالت بھی موجود ہے۔

جب ہم پہلی بار کاظمین گئے تو حرمِ اقدس کو بہت غور سے دیکھا تھا۔ ۲۰۱۱ء میں امام حسین کی مجلسِ سوئم روضہ کاظمین میں پڑھی تھی۔ حرم کی دیواروں پر کتابت کی گئی آیاتِ قرآنی اور فنِ خطاطی کے نادر جواہر پارے اگلے زمانے کی یادیں تازہ کرتے ہیں۔ یہاں کے ہر در و دیوار میں رعب و دبدبہ ہے۔ ہر طرف کہکشاں ہی کہکشاں سی ہے کیونکہ دو اماموں کا مدفن ہے اس لیے رعب و جلال بھی دگنا ہے۔ بادشاہوں نے اس حرم کی تعمیر کے لیے جی کھول کر لعل و جواہر لٹا دیئے کہ تاریخ میں ان کا نام حرم کے تذکرے کے ساتھ آئے۔



خاندانِ رسولؐ کے روضوں کی تعمیر اور احوال و آثار کو محفوظ کرنے پر نص قرآنی موجود ہے۔  
سورہ کہف میں ارشاد ہے:

وَكَذَلِكَ أَثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ط رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ط  
قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ۝

اور اس طرح ہم نے قوم کو ان کے حالات پر مطلع کر دیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے جب یہ لوگ آپس میں ان کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے اور یہ طے کر رہے تھے کہ ان کے غار پر ایک عمارت بنا دی جائے۔ خدا ان کے بارے میں بہتر جانتا ہے اور جو لوگ دوسروں کی رائے پر غالب آئے انہوں نے کہا کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے۔

(سورہ کہف، آیت ۲۱)

قرآن نے اصحاب کہف کی یادگار کو باقی رکھنے اور اس پر مسجد تعمیر کرنے کے ذکر کو بطور خاص محفوظ کیا ہے تاکہ آنے والوں کے لیے دلیل قرار پائے اور کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ ارباب حدیث نے ان روایات کو بھی محفوظ کیا ہے جن میں تعمیرِ حرم کی عظمتوں کے اشارے موجود ہیں۔ رسول خداؐ نے ایک دن امیر المومنینؑ سے فرمایا تھا:

”یا علی! جس شخص نے تمہاری قبور کی تعمیر کی اور ان کی دیکھ بھال کا فریضہ انجام دیا گویا اس نے بیت المقدس کی تعمیر میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے ساتھ امداد کی اور جس نے تمہاری قبروں کی زیارت کی اس کا ثواب ستر حج کے برابر ہے اور اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جب وہ تمہاری زیارت کرنے کے بعد واپس لوٹ آتا ہے تو ایسے ہے جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ پس تمہیں بھی خوشخبری ہو اور اپنے دوستوں اور حب داروں کو بھی خدا کی نعمتوں اور آنکھوں کی ٹھنڈک پیدا کرنے والے ایسے ارباب کی خوشخبری سناؤ کہ جن کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے۔“

(فرحۃ الغری، ص ۶۳، وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۲۱۴)

انہی روایات میں سے ایک وہ روایت ہے جسے امام زین العابدینؑ اپنی پھوپھی

حضرت زینبؓ سے بیان کرتے ہیں اور وہ حضرت ام ایمن سے روایت کرتی ہیں کہ رسول خداؐ نے امام حسینؑ کی شہادت اور مدفن کے بارے میں پشمن گوئی کے طور پر ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا تھا کہ ”پھر خداوند عالم تیری امت سے کچھ ایسے لوگوں کو بھیجے گا جنہیں کفار نہیں پہچانتے ہوں گے اور وہ لوگ ان مظلوموں کے خونِ ناحق بہانے میں قول و فعل اور نیت کسی طرح سے بھی شریک نہیں ہوں گے وہ ان شہیدانِ راہِ خدا کے مبارک بدنوں کو خاک میں دفن کریں گے اور سید الشہداءؑ کی قبر کا نشانِ ریت اور کنکریوں کے ساتھ مقرر کریں گے اور وہ قبر اہل حق کے لیے مغفرت کی علامت اور مومنین کے لیے باعثِ نجات و فلاح ہوگی۔“

(کامل الزیارات ص ۲۶۵)

نجف اشرف سے پہلے مرکزِ علم کاظمین ہی تھا۔ یہیں شیخ مفید، شیخ صدوق اور شیخ یعقوب کلینی کے مکانات تھے۔ شیخ الطائفہ کی زندگی کا بیشتر حصہ یہیں گزرا۔ جب فسادات ہوئے اور گھر اور کتب خانے کو آگ لگا دی گئی تو آپ نجف کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ یہیں کتب اربعہ جیسی عظیم کتابیں تالیف کی گئیں جن پر عقائد شیعہ کی بنیاد ہے۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر پھر کبھی گفتگو ہوگی فی الحال روضہ کاظمین کی تاریخ ہمارے پیش نظر ہے۔ اردو میں امامین کاظمین پر سیر حاصل مواد موجود ہے لیکن ایسی کتاب کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو روضہ کاظمین کی تاریخی حیثیت کو اجاگر کرتی ہو۔ زیارات پر لکھی گئی کتابوں میں صرف بنیادی باتیں ہوتی ہیں جو زائرین کے لیے ناکافی ہیں۔ صاحبانِ مطالعہ چاہتے ہیں کہ زیارت پر جانے سے پہلے روضے کی تاریخ کا بھی مطالعہ کر لیں۔ اس لیے ہم نے اسے اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تاریخِ جنت البقیع، تاریخِ مشہد مقدس اور تاریخِ سامرہ اشاعت کے لیے تیار ہیں جو انشاء اللہ اپنے اپنے موقعوں پر شائع ہوتی رہیں گی۔ محترمی اقبال رضا رضوی کی خواہش تھی کہ وہ اس کتاب کی اشاعت کا سامان کریں۔ انہوں نے اپنے وعدے کو پورا کیا جس کے لیے ہم سراپا پاس ہیں۔

سید ارغنی عباس نقوی

۲۵ ستمبر ۲۰۱۳ء



## امام شافعیؒ

”قبر موسیٰ کاظمؑ تریاقِ مجرب ہے۔“

(منتخب التواریخ حصہ دوم)

## ابوعلیٰ خلیل حنبلی

”جب بھی مجھے کوئی مشکل کام پیش آیا تو میں نے موسیٰ کاظمؑ کے روضے پر جا کر انہیں اپنا وسیلہ بنایا تو خدا نے وہ کام مجھ پر آسان کر دیا۔“

(تاریخ بغداد، خطیب بغدادی)

## ابن جوزی

”جو شخص موسیٰ بن جعفرؑ کی قبر پر آ کر خدا سے دعا مانگتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ میں نے اس کا کئی مرتبہ تجربہ کیا ہے۔“  
(کتاب المعتظم)





## باب -۱

# اسمائے کاظمین

کاظمین اپنے اس نام سے اس وقت موسوم ہوا جب یہاں امام موسیٰ کاظم کی شہادت کے بعد ۲۲۰ھ میں امام محمد تقی دفن ہوئے۔ محبانِ آئمہؑ یہ چاہتے تھے کہ اس مقام کو دونوں اماموں کی نسبت سے پکارا جائے تو اسے ”کاظمین“ اور ”جوادین“ کہا گیا۔ اس سے پہلے اسے مقابرِ قریش یعنی قریش کا قبرستان کہا جاتا تھا۔ محدثین، مورخین اور سیرت نگاروں نے ”کاظمین“ کے مختلف ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔ جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔

### ۱۔ مقابرِ شونیز

یہ کاظمین کا قدیم ترین نام ہے جو ساسانیوں کے عہد میں مشہور تھا۔ ”شونیز“ عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ”سیاہ دانہ“۔ خطیب بغدادی نے اس نام کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ مقابرِ قریش سے متصل ایک چھوٹا قبرستان تھا جسے مقابرِ شونیزی کہتے تھے۔ یہاں دو بھائی ایک مکان میں دفن ہوئے جنہیں ”شونیزی“ کہا جاتا تھا۔ اس لیے یہ قبرستان ان ہی کے نام سے موسوم تھا۔

(تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۶۶)

### ۲۔ مقابرِ قریش

یعنی قریش کا قبرستان، خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ ۱۳۶ھ میں منصور نے شہر بغداد کی بنیاد رکھی۔

(تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۱۲۲)

لیکن طبری نے اس کا ذکر ۱۳۹ھ کے حوادث میں کیا ہے۔

(تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۴)





منصور نے بغداد کے غربی حصے کو آباد کیا اور شہر سے باہر کے حصے میں قبرستان کیلئے جگہ چھوڑ دی گئی جس کا نام مقابر قریش رکھا گیا۔

(معجم البلدان جلد ۸ صفحہ ۱۰۷)

اس قبرستان میں سب سے پہلے ۱۵۰ھ میں جعفر اکبر بن منصور و انقی کی قبر بنی۔ دوسری قبر ۱۵۶ھ میں یثیم بن معاویہ کی بنائی گئی۔ اس کے بعد سے یہاں قریش کے لوگ دفن ہونے لگے۔ یہ قبرستان دریا کے کنارے واقع تھا۔

(تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۱۲۰، معجم البلدان جلد ۸ صفحہ ۱۰۷)

### ۳۔ مقابر بنی ہاشم

یہ دراصل ”مقابر شونیزہ“ کا دوسرا نام ہے جو مقابر قریش سے الگ ایک چھوٹا سا قبرستان تھا۔ اسی قبرستان میں امام موسیٰ کاظم کی تدفین ہوئی یعنی آپ قریش کے قبرستان سے الگ پاک و پاکیزہ سرزمین پر دفن کیے گئے۔ مقابر قریش میں دشمنان آل رسول کی قبریں تھیں اس لیے یہاں مجاہدان اہلبیت نے بھی دفن ہونے سے گریز کیا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ”امام کاظم مقابر شونیزہ میں دفن ہوئے۔“

(وفیات الاعیان جلد ۲ صفحہ ۳۹۵)

امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی کی تدفین کے بعد یہاں اولادِ ائمہ اور خاندان بنی ہاشم کے دیگر افراد دفن ہوئے پھر یہ قبرستان ”مقابر بنی ہاشم“ کہا جانے لگا۔ ان مدفونین کے نام ہم نے پانچویں باب میں درج کیے ہیں۔ بعد میں یہی قبرستان ”کاظمین“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ”مقابر بنی ہاشم“ کا ذکر اربلی نے کشف الغمہ صفحہ ۲۴۹ پر اور شیخ مفید نے الارشاد صفحہ ۲۳۲ پر کیا ہے۔

۴۔ کاظمین (کاظمیہ)

یہ لفظ قرآن مجید میں دو مقامات پر موجود ہے:



الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظُمِ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ط  
وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

جو راحت اور سختی میں انفاق کرتے ہیں اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو  
معاف کرنے والے ہیں اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(سورہ آل عمران آیت ۱۳۳)

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَفْئَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كُظُمِينَ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ  
حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۝

اور پیغمبر انہیں آنے والے دن کے عذاب سے ڈرائیے جب دم گھٹ گھٹ کر دل منہ  
کے قریب آ جائیں گے اور ظالمین کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا جس  
کی بات سن لی جائے۔

(سورہ غافر آیت ۱۸)

امام موسیٰ کاظم غصے کو ضبط کرنے کے سبب ”کاظم“ کہے جاتے تھے کیونکہ ہر امام ذات  
وصفات میں ایک دوسرے کے برابر ہوتا ہے اس لیے امام محمد تقی بھی اس صفت کے حامل تھے  
امام محمد تقی کی شہادت کے بعد یہ جگہ ”کاظمین“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ شعرائے عرب و  
ایران نے اس کی مدح میں طویل قصیدے کہے ہیں جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں  
شعرائے اردو کے کلام سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

قالب نجف میں روح رواقِ حسین میں آنکھیں رضا کے روضے پہ دل کاظمین میں  
(مرزا دبیر)

صورتِ جنت وہاں آٹھوں پہر ہے وقتِ صبح نور برساتی ہوئی آتی ہے شام کاظمین  
(تعلیق لکھنوی)



بتلائے دیتا ہوں تجھے میخانوں کا پتہ بطحا و کاظمین و خراسان و سامرا  
(مشیر لکھنوی)

## ۵۔ جوادین

امام محمد تقی کے مشہور لقب ”جواد“ کی نسبت سے کاظمین کو ”جوادین“ بھی کہا جاتا ہے  
لیکن اس نام کو وہ مقبولیت حاصل نہ ہوئی جو ”کاظمین“ کو ہوئی۔ کسی شاعر عرب کا شعر ہے:  
ما خاب من أم جوادا فهل يخيّب من أم جوادين؟  
سید حیدر علی کا شعر ہے:-

و علی بلدة الجوادین عرج بالقوافی مہینا وبشیرا

## ۶۔ مشہد الکاظمی (مشہد الکاظمیہ)

نجف کے مشہور نام ”مشہد امام علی“ کی طرح کاظمین کو ”مشہد الکاظمی“ بھی کہا جاتا  
ہے۔ یہ نام زیادہ تر خواص کی زبانوں پر رہا۔

## ۷۔ باب التین

یہ بغداد کا ایک محلہ تھا جو قبرستان شونیزیہ کے بالکل ساتھ واقع تھا۔ (معجم البلدان)  
جغرافیائی لحاظ سے باب التین موجودہ کاظمین کا ایک حصہ کہا جائے گا۔



## ﴿باب ۲﴾

# بغداد شہادت امام موسیٰ کاظمؑ سے پہلے

تاریخ اسلام میں بغداد کا ذکر سب سے پہلے ۱۳ھ کے واقعات میں آتا ہے جب عہد خلافت اول میں خالد بن ولید نے افواج اسلام کے ساتھ ”انبار“ پر دریائے فرات کے کنارے خیمے استادہ کئے ہوئے تھے اور تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ”سوق بغداد“ (بازار بغداد) کی منڈی کے موقع پر حملہ کیا تھا اور غنیمت کا مال و اسباب لوٹ کر لے گئے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ ۴۹ھ میں منصور نے شہر بغداد کو مکمل طور پر آباد کیا۔ اس سے پہلے کہیں تاریخ میں بغداد کا ذکر نظر نہیں آتا۔

شیخ صدوق اور شیخ طوسی نے روایت نقل کی ہے کہ جگ نہروان کے بعد حضرت علیؑ کو فہ جاتے ہوئے بغداد سے گزرے تھے اور یہاں ”مقام بُراٹا“ پر آپ سے کرامت ظاہر ہوئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد سے یہاں آبادی شروع ہو گئی تھی یعنی آبادی بغداد کی ابتدائی کڑیاں منصور عباسی سے نہیں بلکہ حضرت علیؑ کے عہد سے جاملتی ہیں۔

جامع براٹا

نہر عیسیٰ اور نہر کرخیہ کے جائے انفصال کے قریب اور محول سے تقریباً نصف میل اور کناسہ کے قبرستان ”المقبرة القدیمہ“ کے اوپر، جو شارع محول کے ساتھ ساتھ نہر عیسیٰ اور کرخیہ کے انفصال تک پھیلا ہوا تھا، ”قصبہ بُراٹا“ واقع تھا۔ بُراٹا سے ”قطرۃ الردین“ تک نہر کرخیہ کے داہنے کنارے کے ساتھ ساتھ باغات کا سلسلہ چلا جاتا تھا۔ یعقوبی لکھتا ہے کہ یہ سلسلہ ”دار کعبوبہ“ پر جو قطرۃ الردین کے عین بالمقابل تھا، ختم ہوتا تھا۔ ”کعبوبہ“



بصرہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے بصرہ سے کھجوروں کے چھوٹے چھوٹے درخت اس جگہ لگائے۔ اُن سے نہایت عمدہ کھجوریں پیدا ہوتی تھیں۔

قصبہ بُراٹا کی شہرت ایک مسجد کی وجہ سے تھی جس کے لیے مشہور تھا کہ ۳۹ھ میں حضرت علیؑ نے جب نہروان پر فوج کشی کی تو اس جگہ آ کر ٹھہرے اور جہاں یہ مسجد واقع ہے وہاں نماز پڑھی تھی۔ بغداد اس واقعہ کے ایک سو سال بعد تعمیر ہوا لیکن بُراٹا بغداد سے پہلے بھی ایک آباد گاہوں تھا۔ اس میں ایک حمام بھی تھا کہتے ہیں اس جگہ حضرت علیؑ نے غسل فرمایا تھا۔ اُس زمانے سے بُراٹا ”ارض مقدس“ خیال کی جاتی تھی اور شیعہ یہاں زیارت کو آتے تھے۔ بعض تو اسی جگہ اقامت اختیار کرتے اور نہر کے کنارے جھونپڑیاں بنا کر رہتے۔ انہی میں سے ایک مرد اور عورت کا قصہ یا قوت حموی نے لکھا ہے جو بُراٹا میں عرصہ دراز تک زندہ رہے اور زہد و تقویٰ کے باعث مشہور تھے۔ حضرت علیؑ کی خلافت کے بعد اس جگہ یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ یہاں شیعوں کا اجتماع ہوتا اور وہ رسمیں ادا ہوتیں جو سنیوں کی نظر میں بدعت، بلکہ شرک اور کفر کی حد تک پہنچتیں۔ چوتھی صدی ہجری تک تو یہی حال رہا لیکن خلیفہ مقتدر کے عہد خلافت میں سنیوں سے نہ رہا گیا۔ جمعہ کے روز سپاہ شاہی نے مسجد کا محاصرہ کر لیا اور سب کو اسیر کر کے زندان میں لے گئے اور سخت سزائیں دیں۔ یہ شیعہ مسجد منہدم کر دی گئی اور زمین ”المقبرۃ القدیمہ“ میں شامل کر لی گئی۔

یہ مسجد بہ نسبت پہلی مسجد کے بہت وسیع تھی۔ اس میں ملحقہ مکانات کی زمین بھی شامل کی گئی تھی اور دیواریں پختہ اینٹوں کی تھیں۔ سقف مسجد میں ساگوان کے شہتیر تھے جو نقش و نگار سے آراستہ ہو رہے تھے۔ دروازہ پر خلیفہ رضی کا نام کندہ تھا۔ خلیفہ متقی نے اس کی تکمیل کی اور حکم دیا کہ وہ منبر جو خلیفہ ہارون الرشید نے مسجد مدینۃ المنصور میں رکھا تھا اور بالفعل بیکار تھا اس مسجد میں رکھا جائے اور امام مسجد رصافہ کو اس جگہ مقرر کیا۔ اس سے فارغ ہو کر خلیفہ نے پہلے جمعہ کی نماز اسی جگہ ادا کی۔ خلیفہ کل سے شاہانہ نزک و احتشام کے ساتھ برآمد



ہوا۔ مشرقی اور مغربی بغداد کے لوگ جوق در جوق اس جگہ جمع ہوئے۔ تسبیح و تہلیل کا ہر طرف شور و غل تھا۔ مسجد میں تل رکھنے کی کو جگہ نہ تھی۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الاول ۳۲۹ھ کے دوسرے جمعہ کا ہے۔ اس تاریخ سے مسجد براۓ بغداد کی بڑی بڑی مسجدوں میں شمار ہونے لگی اور خطیب کے زمانہ یعنی ۴۵۱ھ تک اسی حال پر رہی مگر ایک دفعہ پھر منہدم ہوئی اور بقول یاقوت ۶۲۳ھ میں کھنڈرات کا ڈھیر تھی۔ اگرچہ دیواروں کے کچھ آثار باقی تھے مگر وہ بھی معدوم ہوتے جاتے تھے کیونکہ نئی عمارتوں میں اس کا مصالحہ لگایا گیا تھا۔

تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسجد براۓ بغداد کی عظیم الشان مساجد میں شمار نہ ہوتی ہوگی کیونکہ استخاری جس نے ۳۴۰ھ میں بغداد کے حالات قلمبند کیے ہیں اس مسجد کا ذکر تک نہیں کیا حالانکہ خلیفہ متقی نے جب اس مسجد کی تکمیل کی ہے اس سے قریباً دس سال بعد کا ہی تذکرہ تھا۔ بقول استخاری بغداد میں اس وقت صرف تین عظیم الشان جامع مسجدیں تھیں۔ ایک تو مدینہ المنصور میں اور دوسری رصافہ میں اور تیسری مشرقی بغداد کے شاہی محل سے ملحق تھی۔ ابن حوقل ہی پہلا شخص ہے جس نے ۳۶۷ھ میں مسجد براۓ کا تذکرہ لکھا ہے اور علاوہ ان تین جامع مسجدوں کے جس کا ذکر استخاری کرتا ہے اسے چوتھی جامع مسجد قرار دیتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ مسجد براۓ چند روز کے واسطے جامع مسجد بن گئی ہو اور وہ بھی سنی اور شیعہ کے جھگڑوں کے باعث جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔

(تاریخ بغداد صفحہ ۵۸، ۵۹)

مقام براۓ پرامیر المومنین کا ورود

فضل بن یسار امام محمد باقر سے اور آپ امام زین العابدین سے اور آپ امام حسین سے روایت کرتے ہیں کہ جن ایام میں امیر المومنین نہروان کی لڑائی سے واپس تشریف لا رہے تھے تو شہر بغداد کی بنیاد نہیں پڑی تھی۔ حضرت جب براۓ کے علاقے میں پہنچے تو آپ نے لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرمائی۔

(عیون المعجزات صفحہ ۱۲)



شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب امانی میں روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین جنگ نہروان سے واپس تشریف لائے تھے تو ان کا گزر زمین زوراء پر ہوا فرمایا تحقیق کہ یہ ارض زوراء ہے یہاں سے گزر جاؤ کہ اس سے علیحدہ ہو جائیں کہ درآنا اس میں اور دھنس جانا اقرب ہے بہ نسبت درآنے منج کے نخالہ یعنی بھوسے میں پھر آگے بڑھ کر ایک مقام پر دریافت کیا کہ اس زمین کو کیا کہتے ہیں اصحاب نے عرض کی کہ ارض خرا کہتے ہیں فرمایا زمین شور ہے اس سے دینی جانب کو ہو جاؤ جب دینی جانب کچھ دور چلے تو ایک راہب سے ایک صومعہ میں ملاقات ہوئی امیر المومنین نے فرمایا اے راہب میں یہاں پر نزول کروں۔ اس نے کہا مع لشکر یہاں نزول نہ کرنا اس لیے کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ مع لشکر اس زمین پر نہیں اتر سکتا مگر نبی یا وصی نبی کہ راہ خدا میں جہاد کرے۔ حضرت نے فرمایا اے راہب میں وصی سید الانبیاء ہوں اور بہتر ہوں اوصیاء سے راہب نے کہا تو معلوم ہوتا ہے کہ تم صلح قریش ہو وصی محمد مصطفیٰؐ کو فرمایا ہاں میں وہی ہوں یہ سن کر راہب اپنے عبادت خانہ سے نیچے اتر اور عرض کی مجھ کو شرائع اسلام تلقین کیجئے کہ میں آپ کے اوصاف انجیل میں پاتا ہوں اور آپ ارض برائٹا، خانہ مریم اور ارض عیسیٰؑ پر وارد ہوں گے امیر المومنین نے فرمایا خاموش رہ اور مجھ کو کسی بات کی خبر نہ دے پھر ایک مقام پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس جگہ کو کھودو پھر پائے مبارک اس جگہ مارا تو ایک چشمہ آب جوش مارنے لگا فرمایا یہ وہی چشمہ ہے کہ حضرت مریمؑ مادر عیسیٰؑ کے لیے نکلا تھا اور نماز ادا کی تھی پس امیر المومنین نے اس جگہ پر نیزہ نصب کیا اور اس پر نماز پڑھی اور چار روز تک وہاں قیام فرمایا اور نماز کو تمام پڑھتے تھے اور اہل حرم کو وہاں سے خیمہ میں علیحدہ ایک آواز کی دوری پر اتارا اور فرمایا کہ یہ زمین برائٹا مسکان مریم ہے یہی موضع مقدس ہے جہاں انبیاء نے نماز پڑھی تھی۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہے کہ اس مقام پر قبل عیسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ نے نماز پڑھی ہے۔

(تہذیب المتین صفحہ ۷۷۵)





شیخ صدوق نے اپنے سلسلہ سند سے نقل کیا ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کا بیان ہے کہ خوارج کے قتال کے بعد امیر المومنینؑ نے مقام براثا پر ہمیں نماز پڑھائی۔ اس وقت ہماری تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ وہاں ایک عیسائی راہب کی خانقاہ بنی ہوئی تھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو راہب اپنی خانقاہ سے باہر آیا اور اس نے کہا: اس لشکر کا سالار کون ہے؟

ہم نے امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے سلام کر کے کہا: میرے آقا! کیا آپ نبی ہیں؟

آپ نے فرمایا: نہیں، نبی میرے سردار تھے اور ان کی وفات ہو چکی ہے۔

راہب نے کہا تو کیا آپ نبیؐ کے وحی ہیں؟

آپ نے فرمایا: ہاں۔

پھر آپ نے راہب سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور یہ بتاؤ تم نے یہ بات کیوں پوچھی ہے؟ اس نے کہا: مقام براثا پر یہ خانقاہ اسی مقصد کے لیے بنائی گئی تھی اور میں نے سابقہ کتابوں میں یہ بات پڑھی ہے کہ اتنے بڑے مجمع کے ساتھ اس مقام پر یا نبی نماز پڑھے گا یا نبی کا وحی نماز پڑھے گا۔ اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ وہ راہب مسلمان ہو گیا اور ہمارے ساتھ کوفہ کی طرف چل پڑا۔

امیر المومنینؑ نے راہب سے پوچھا یہاں کس نے نماز پڑھی تھی؟

راہب نے کہا: یہاں حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ ماجدہ نے نماز پڑھی تھی۔

حضرت نے فرمایا: میں بتاؤں یہاں کس نے نماز پڑھی تھی؟

راہب نے کہا: ہاں، آپ بتائیں۔

حضرت نے فرمایا: یہاں ابراہیم خلیلؑ نے نماز پڑھی تھی۔

(من لا یخضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۲۳۲)



شیخ عباس قمی نے مقامِ براثا کا تذکرہ کرتے ہوئے اس مقام کی مندرجہ ذیل فضیلتیں درج کی ہیں:

۱۔ خدا کی طرف سے یہ قرار دیا جانا کہ سوائے پیغمبر و وحی پیغمبر کے کوئی اور بادشاہ لشکر کے ہمراہ اس سرزمین پر نہیں اترے گا۔

۲۔ حضرت مریم صدیقہؑ کے گھر کا اس جگہ واقع ہونا۔

۳۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سرزمین ہے۔

۴۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں بی بی مریمؑ کے لیے چشمہ ظاہر ہوا۔

۵۔ اس چشمے کو امیر المومنینؑ کا دوبارہ ظاہر کرنا۔

۶۔ یہاں ایک بابرکت سفید پتھر کا ہونا جس پر حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو لٹایا تھا۔

۷۔ اسی پتھر کا امیر المومنینؑ کے معجزے سے دوبارہ ظاہر ہونا آپ کا اسے قبلہ کی سمت نصب کرنا اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا۔

۸۔ امیر المومنینؑ اور آپ کے دو فرزند امام حسن و امام حسینؑ کا اس مسجد میں نماز گزارنا۔

۹۔ اس مقام کی بزرگی و تقدس کے پیش نظر امیر المومنینؑ کا یہاں چارون تک ٹھہرنا۔

۱۰۔ پیغمبروں کا یہاں نماز ادا کرنا اور خصوصاً خلیل خدا حضرت ابراہیمؑ کا اس مسجد میں نماز پڑھنا۔

۱۱۔ یہاں ایک پیغمبر کی قبر کا واقع ہونا اور شاید وہ حضرت یوشع کی قبر ہے کیونکہ شیخ مرحوم کا ارشاد ہے کہ آپ کی قبر کا ظمین کے باہر مسجد براثا کے سامنے ہے۔

(مفتاح البیان صفحہ ۹۴۴، ۹۴۵)

۱۲۵ھ میں شہر بغداد کی تعمیر کا آغاز

خلیفہ منصور نے ۱۲۵ھ مطابق ۷۶۲ء میں بغداد کا بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا اور اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:



”إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ“

زمین کل خدا کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔

(سورہ اعراف، آیت ۱۲۸)

بابل، موصل، شام، فارس سے کاریگر اور صنایع بلوائے گئے۔ چند ریاضی دان عالم مقرر کئے کہ عمارتیں اصول ہندسہ کے لحاظ سے تیار ہوں۔

اسی زمانے میں محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن بن علی نے خروج کیا کہ جو حسن و جمال میں یوسف ثانی تھے منصور نے انھیں قید کر کے زندہ دیوار میں چنوا دیا۔ محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی نے جو نفس الذکیہ کہلاتے تھے۔ مدینہ منورہ میں خروج کیا اور چند روز میں ایک بڑی جمعیت پیدا کر لی۔ بڑے بڑے پیشوایان مذہب حتیٰ کہ امام مالک نے فتویٰ دے دیا کہ ”منصور نے جبراً بیعت لی۔ خلافت نفس ذکیہ کا حق ہے“

منصور نے حمید ابن قحطبہ اور اپنے بھتیجے علی ابن موسیٰ کو مقابلہ میں بھیجا۔

ماہ رمضان ۱۴۵ھ میں فریقین کے درمیان ایک خون ریز جنگ ہوئی۔ نفس ذکیہ نے بہت کوشش کی اور مردانگی کی داد دی لیکن مع اپنے جاں نثاروں کے میدان کارزار میں کام آئے۔ لیکن منصور کو فتح و ظفر کی خبروں کے ساتھ یہ بھی اطلاع ہوئی کہ نفس ذکیہ کے بھائی ابراہیم نے علم خلافت بلند کیا ہے۔ جس وقت منصور کو ابراہیم اور ان کی جمعیت وغیرہ کا حال تحقیق ہوا تو سخت گھبرا یا۔ عیسیٰ کو جو حجاز سے مظفر و منصور واپس آ رہا تھا کہلا بھیجا کہ فوراً بصرہ کی خبر لو۔ ابراہیم نے بصرہ ہی سے خروج کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت منصور اس قدر مضطرب تھا کہ دو مہینے تک کپڑے نہیں بدلے سر ہانے سے تکیہ اٹھا لیتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ تکیہ میرا ہے یا ابراہیم کا۔

منصور اس قدر بے چین ہو رہا تھا کہ بذات خود کوچ کرتا ہوا کوفہ میں آیا۔ درحقیقت اس وقت اس نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا۔ کیونکہ کوفہ ہی ایک ایسی جگہ تھی جہاں سے



سادات کو برابر امداد ملتی رہی۔ اس جگہ پہنچ کر خلیفہ نے قرار واقعی بندوبست کیا ارادہ تھا کہ بصرہ کی طرف کوچ کرے کہ خبر ملی ابراہیم شہید ہو گئے۔

منصور بغداد کی طرف واپس آیا۔ اس جگہ عیسیٰ اور حمید ابن قحطبہ نے حاضر ہو کر فتح کی مبارک باد دی اور انعام میں جاگیریں حاصل کیں۔

اس طرف سے فارغ ہو کر منصور نے پھر تعمیر شروع کر دی۔ ۱۴۶ھ ۷۶۳ء میں بغداد کا اس قدر حصہ تعمیر ہو گیا کہ دفاتر سرکاری کوفہ سے اس جگہ منتقل ہوئے۔ چونکہ اس عرصہ میں کوئی حادثہ واقع نہ ہوا۔ اس لیے خلیفہ ہمہ تن اسی کام میں مصروف تھا۔ تعمیر کا کام زور و شور سے جاری تھا۔ ایک لاکھ کاریگر کام پر لگے تھے۔ تین سال کے عرصہ یعنی ۱۴۹ھ ۷۶۶ء کے اختتام پر خلیفہ منصور نے شہر کی تعمیر سے فراغت حاصل کی۔ بغداد کی صورت اس وقت ایک شیرخوار بچہ کی تھی۔ اس کے خط و خال سے یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ عالم شباب میں اس کی کیا شکل ہوگی۔ اگرچہ منصور جس کے ہاتھوں سے اس کی پرورش ہو رہی تھی اس کی درازی عمر کے واسطے دعائیں مانگتا تھا مگر آئندہ قسمت کا حال کسے معلوم تھا۔ خلیفہ نے بغداد کا ڈھانچہ جو کچھ اس وقت کھڑا کیا وہ مدینہ المنصور کہلاتا تھا۔

مدینہ المنصور کا نقشہ

مدینہ المنصور بالکل دائرہ کی صورت میں تھا۔ یہ طرز تعمیر بالکل نئی تھی اور دنیا میں ایک یہی شہر تھا جو اس وضع پر تعمیر کیا گیا۔ چونکہ خلیفہ کا قول تھا کہ ”بادشاہ کو رعایا میں ہر ایک سے برابر فاصلہ پر رہنا چاہیئے“ اس لیے ماہران فن تعمیرات و علم ہندسہ نے پہلے ایک نقشہ تیار کیا جو بالکل خلیفہ کی خواہش کے مطابق تھا۔ شہر دائرہ کی صورت میں دکھایا گیا تھا جس کا مرکز ایوان شاہی تھا۔

مدینہ المنصور تین دائروں میں منقسم تھا جن کا مرکز ایک ہی تھا اور یہ مرکز ایوان شاہی تھا۔ یہ تین دائرے تین دیواریں تھیں۔ ان دیواروں میں مساوی فاصلہ پر چار دروازے



نصب کیے گئے تھے۔ بیرونی دیوار کے گرد ایک خندق کھودی گئی تھی ان دروازوں میں سے باب کوفہ (جنوب مغرب) اور باب بصرہ (جنوب مشرق) نہر فرات کے رخ پر تھے اور باب خراسان (شمال مشرق) دریائے دجلہ کی جانب اور باب شام (شمال مغرب) سے ایک مرکز قصبہ انبار کو جاتی تھی۔ دروازوں کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا رخ کس کس طرف تھا۔ بیرونی شہر پناہ میں ہر ایک دروازہ ۲۵۰۰ گز کے فاصلہ پر تھا۔ یعنی بیرونی دیوار تک قطر تقریباً ۳۲۰۰ گز تھا۔ تیسری یعنی اندرونی دیوار تقریباً ۲۰۰۰ گز زمین کا محیط تھی۔ اس زمین پر ابتدا میں صرف ایوان شاہی اور جامع مسجد منصور تھی لیکن رفتہ رفتہ دیگر عمارتیں بھی تعمیر ہوتی گئیں اس دیوار میں بھی اسی طرح چار دروازے تھے۔ جن سے چار سڑکیں ایوان شاہی سے جس کو قصر باب الذہب کہتے تھے، وسطی اور بیرونی دیواروں کے چاروں دروازوں سے نکل کر خندق کو عبور کرتی ہوئی جاتی تھیں۔

ان دیواروں کی تعمیر میں زیادہ تر خشت خام ہی استعمال میں آئی تھی۔ ان کا عرض طول معمولی اینٹوں سے بہت بڑا تھا۔ ان کی شکل صورت بھی مختلف تھی۔ بعض مکعب تھیں جو ہر ایک طرف ۱۸ انچ اور ۲۰۰ رطل وزن میں ہوتی۔ اس امر کی تصدیق بخوبی ہو چکی ہے کہ یہ عجیب و غریب اینٹیں کس پیمانہ کی تھیں۔ ایک دفعہ جب مدینہ المنصور کی دیوار کا کچھ حصہ گرایا گیا تو ایک اینٹ جس پر وزن ۷ رطل کندہ تھا۔ تولی گئی تو پوری اتری۔

وسطی دیوار بہ نسبت بیرونی دیوار سے اونچی تھی۔ درحقیقت یہی شہر پناہ تھی۔ بعض اقوال کے مطابق یہ دیوار ۹۰ فٹ بلند تھی اور بنیاد پر اس کا عرض ۱۵۰ فٹ تھا۔ بلندی کی طرف بتدریج کم ہوتی ہوئی ساڑھے ۳۷ فٹ عرض میں رہ جاتی تھیں۔ طبری کے بیان کے مطابق بیرونی دیوار بنیاد پر ۷۵ فٹ اور اسی طرح ۶۰ فٹ کی بلندی پر ۳۰ فٹ عرض میں تھی۔

وسطی دیوار کے چاروں دروازے لوہے کے تھے۔ ان کی نسبت طبری عجیب و غریب روایتیں لکھتا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ نے عراق میں ایک شہر زند و دنامی بسایا تھا۔



اسی شہر کے نزدیک خاندان امیہ کے عہد میں حجاج بن یوسف ثقفی نے ۸۳ھ/ ۷۰۳ء میں شہر واسطہ آباد کیا۔ حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جنوں نے پانچ آہنی دروازے زندورد کے واسطے بنائے ان کی ساخت سے ہی ظاہر ہوتا تھا کہ انسانی ہاتھ کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ حجاج نے جب واسطہ کو آباد کیا تو زندورد سے یہ دروازے لا کر اس جگہ نصب کئے۔ یہ واقعہ ۸۴ھ/ ۷۰۳ء کا ہے۔ اس کے پچاس سال بعد منصور نے یہی آہنی دروازے بغداد کی دیواروں میں لگائے۔

طبری ۳۰۰ھ یعنی مدینہ المنصور کی تعمیر سے ڈیڑھ سو سال بعد لکھتا ہے کہ یہ دروازے اب بھی موجود ہیں۔ ان میں سے چار تو وسطی دیوار میں اور اور پانچواں باب الذہب یعنی ایوان شاہی میں نصب کیا گیا۔ بیرونی دیوار میں چاروں دروازے مختلف وضع کے تھے۔ باب خراسان میں وہ دروازہ تھا جو شام سے لایا گیا تھا۔ باب کوفہ میں ایک دروازہ کوفہ کا تیار کردہ تھا۔ اسے خالد ابن عبداللہ نے بنایا تھا اور باب شام میں بغداد کا تیار شدہ دروازہ نصب تھا، مگر سب سے کمزور تھا۔ باب بصرہ کی نسبت معلوم نہیں کہ کیا اور کیسا دروازہ تھا۔

وسطی دیوار کے آہنی دروازے، جنوں نے تو نہ بنائے ہوں گے۔ مگر ان کی ساخت سے اس بات کا شبہ ضرور ہوتا تھا اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ یہ دروازے خلیفہ منصور نے نہیں بنوائے تھے۔ کیونکہ اس کے اپنے تیار کردہ دروازے جو بیرونی دیوار میں نصب تھے بہت بودے تھے اور یہ تھے بھی پرانے۔ غالباً خلیفہ انہیں واسطہ ہی سے لایا ہوگا اور واسطہ کے لئے انہیں حجاج نے خود تیار نہیں کروایا تھا۔ اس لیے کچھ تعجب نہیں اگر ان کا تاریخی سلسلہ حضرت سلیمانؑ تک پہنچ جائے۔ یہ آہنی دروازے اس قدر بھاری تھے کہ بیسیوں آدمی انہیں کھولنے اور بند کرنے کے وقت لگائے جاتے۔ ان کی بلندی وغیرہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک اسوار نیزہ اٹھائے آسانی سے گذر سکتا تھا اور نیزہ کو نیچا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ وسطی دیوار درحقیقت فصیل تھی۔ بیرونی دیوار کے



دروازے بھی بودے تھے اور عرض و بلندی میں بھی اس سے نصف تھے۔ خلیفہ نے دوراندیشی سے زیادہ تر اس کی ہی مضبوطی کا خیال کر لیا تھا کہ حملہ کے وقت اگر دشمن خندق کو عبور کر آیا اور بیرونی دیوار پر قابض ہو گیا تو اس دیوار سے جو کہ بیرونی دیوار سے ۳۰ فٹ بلند تھی تیروں اور آتش یونانی کی زد میں آ سکتا ہے۔

وسطی اور بیرونی دیوار کے ہر ایک دروازہ پر ایک ایک بالا خانہ بنا ہوا تھا جسے مجلس کہا کرتے تھے۔ ان میں سے باب خراسان کے جھروکہ میں خلیفہ اکثر بیٹھا نظر آتا۔ باب خراسان کو ان دنوں میں ”باب الدولہ“ بھی کہتے تھے کیونکہ دولت عباسیہ کا ستارہ اقبال خراسان ہی سے طلوع ہوا تھا۔

سعودی بیان کرتا ہے کہ خلیفہ منصور ایک دفعہ باب الدولہ کے جھروکہ میں بیٹھا ہوا تھا کسی شخص نے ایک تیر مارا۔ تیر خلیفہ کے پاؤں کے قریب آ کر گرا۔ اس میں ایک خط بندھا ہوا تھا جس میں چند سازشوں کا ذکر تھا۔ خلیفہ کو آگاہ کیا گیا تھا کہ ہوشیار رہے۔

بیرونی دیوار کے جھروکہ دیوار سے دونوں طرف آگے بڑھے ہوئے تھے باہر کی طرف خندق پر اپنا سایہ ڈالتے تھے۔ ان میں زیادہ تر خشت پختہ ہی سے کام لیا گیا تھا۔

وسطی دیوار کی نسبت بیان ہو چکا ہے کہ عرض و طول و بلندی میں سب سے بڑی تھی کہتے ہیں کہ اس دیوار پر دمدمے اور برج بنے ہوئے تھے۔ ان برجوں اور دمدموں پر سوار بھی جاسکتے تھے۔ ہر ایک جھروکہ کے اوپر ایک ایک سبز رنگ کا گنبد تھا۔ سقف جس پر سونے کا پانی پھرا ہوا تھا اور نقش و نگار سے مرصع تھی، لکڑی کے ستون کے بل کھڑی تھی۔ یہ لکڑی سا گوان کی تھی۔ ہر ایک گنبد پر ایک ایک پرندے کی شکل بنی ہوئی تھی جس کے پروں سے ظاہر ہوتا تھا کہ ہوا کا رخ کس طرف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت اس زمانہ میں اپنی وضع کی پہلی ہی تھی کیونکہ مورخین بیان کرتے ہیں کہ بلحاظ خوبصورتی اور طرز جدید کے اس کا نظیر دنیا میں نہ تھا۔ گنبد کے نیچے ایک ایک کمرہ ۱۸ فٹ چوڑا اور ۳۰ فٹ لمبا تھا۔





تینوں دیواروں کے درمیان میں دوسڑکیں تھیں۔ اس طرح ہر ایک دروازے کے سامنے ایک ایک چوک تھا۔ اندرونی اور وسطی دیواروں کا درمیانی فاصلہ ۵۰ گز کے قریب تھا اور ہر ایک چوک ایک دروازے سے دوسرے دروازہ تک ایک میل طول میں تھا۔ ان دونوں دیواروں کے درمیانی فاصلہ پر مکانات بازار گلی، کوچے بنے ہوئے تھے۔ اگرچہ ان دونوں دیواروں کا فاصلہ بہ نسبت وسطی اور بیرونی دیوار کے فاصلہ کے کسی قدر کم تھا لیکن آبادی اسی جگہ تھی اور باہر کی زمین خالی چھوڑ دی گئی تھی۔ اس سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ وسطی دیوار ہی درحقیقت شہر پناہ تھی۔ بیرونی دیوار اور اس کا درمیانی فاصلہ اور اوطاق کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔ وسطی اور اندرونی دروازوں میں سے سڑکیں چوک بناتی ہوئی جاتی تھیں اور ہر ایک چوک میں مختلف گلیوں اور بازاروں کا راستہ کھلتا تھا۔ اس جگہ ابتدا میں مکانات صرف خلیفہ کے متعلقین اور ہوا خواہوں ہی کے تھے جنہیں اس جگہ گھر بنانے کے واسطے زمین عطا ہوئی تھی لیکن کسی شخص کو وسطی اور اندرونی دیوار کے ساتھ مکان بنانے کی اجازت نہ تھی۔ ان دیواروں کے ساتھ ساتھ ساڑھے بارہ گز عرض کی سڑکیں شہر کے گرد چلی گئی تھیں۔ ہر ایک گلی اور بازار کے سر پر دروازے نصب تھے۔ ہر ایک بازار اور گلی کوچے کا نام کسی مشہور و معروف شخص کے نام پر تھا۔ جو اس جگہ کسی عالیشان مکان میں رہتا یا کسی باغ کا مالک ہوتا ان ناموں کی ایک مفصل فہرست یعقوبی نے لکھی ہے مگر چونکہ صرف اسمائے معرفہ ہی ہیں اس لیے اس جگہ ان کا نقل کرنا بے فائدہ ہے۔ ان سے صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ المنصور کی مختلف جگہوں کے کیا کیا نام تھے۔ جنوب کی طرف ان سڑکوں کے درمیان جو باب بصرہ اور کوفہ سے نکلتی تھیں منصور نے ایک جلسہ گاہ بنائی تھی جسے ”مطبق“ کہتے تھے۔ خلیفہ متوکل کے عہد تک یہ عمارت مغربی بغداد کا قید خانہ تھی۔ اس کے قریب ہی ایک سڑک جاتی تھی۔ جو امام ابوحنیفہ کے نام پر مشہور تھی شہر کے بعض حصے مختلف اور پیشوں کی وجہ سے مشہور تھے۔ مثلاً باب بصرہ اور خراسان کے درمیان ایک بازار سقوں کا مشہور تھا اور اسی طرح ایک جگہ موڈین



کی کہلاتی تھی۔

اندرونی دیوار کا محیط کوئی ۶۰۰ گز تھا۔ اس میں بھی بیرونی اور وسطی دیواروں کی طرح اور ان کے مقابل چار دروازے تھے۔ شروع میں تو اس دیوار میں بہت دروازے تھے جو اتنی ہی جگہوں اور بازاروں کے راستوں پر کھلے ہوئے تھے لیکن خلیفہ منصور نے ان سب کو سوائے اول الذکر چار بڑے دروازوں کے بند کروا دیا مگر کسی شخص کو اجازت نہ تھی کہ اندرونی دیوار کے کسی دروازے میں سے سوار ہو کر داخل ہو۔ کیونکہ صرف خلیفہ ہی اس جگہ سوار ہو کر باب الذہب کی طرف جاتا تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ کا چچا عیسیٰ بن علی بوجہ بیماری کے بہت کمزور ہو گیا۔ عرض کی کہ دروازہ محل تک نصف میل کا سفر پایادہ نہیں کر سکتا۔ اجازت ہو تو گھوڑے یا خنجر پر سوار ہو جایا کروں۔ خلیفہ نے کہا کہ پاکی پر آیا کرو۔ اس نے جواب دیا کہ شرم آتی ہے کیونکہ یہ عورتوں کی سواری ہے مگر خلیفہ نے اس سے زیادہ کچھ رعایت نہ کی داؤد ابن علی ایک اور چچا مرض نفرس (گنٹھیہ) میں مبتلا تھا۔ اسے بھی پاکی کے سوا کسی اور سواری کی اجازت نہ دی اور اسی طرح ولی عہد سلطنت مہدی کا حال تھا کہ جس وقت اندرونی دروازہ میں داخل ہوتا پاکی پر سوار ہو کر محل کی طرف آتا خلیفہ کا ایک چچا عبدالصمد نامی تھا۔ اس نے بھی اس امر کی خواہش ظاہر کی۔ خلیفہ نے کہا کہ اگر باب الدولہ سے ایک نہر باب الذہب کے تالاب تک لاؤ تو خنجر پر سوار ہونے کی اجازت ہے اور خنجر بھی وہ جس پر سقے پانی کی مشکیں رکھا کرتے ہیں۔ عبدالصمد ساج کی نالیوں کے ذریعہ خراسانی دروازہ سے پانی لایا اور اسے خنجر کی سواری کی اجازت مل گئی۔ اس کے بعد خلیفہ اور نہریں محلات تک کرخیہ اور دوسری نہروں سے لایا۔ چنانچہ پانی کی کثرت تھی کہ کسی موسم میں اس کے متعلق کسی فرد بشر کو شکایت نہ تھی۔

ایک سیاح جو دجلہ کے مغربی کنارہ کی طرف سے مدینہ المنصور کی سیر کو آنا چاہتا تھا۔ جو صورت دور سے اسے اس شہر کی نظر آتی وہ یہی گمان کرتا کہ ایک عالیشان مضبوط قلعہ کی



طرف جار ہا ہوں۔ جس کے سبز گنبد دیواروں سے اوپر اٹھے ہوئے ہیں اور جس کی دیواروں کے نیچے دریا کا پانی لہریں لیتا ہے۔ جوں جوں وہ نزدیک آتا اسے قلعہ کی مضبوطی کا یقین ہوتا جاتا۔ وہ اس کی وسعت پر جو چار میل تک تھی حیران ہوتا۔ شہر میں داخل ہونے سے پیشتر وہ خندق پر آتا۔ خندق کو صاف پانی سے بھرا ہوا پاتا۔ پل پر کھڑا ہو کر وہ پانی میں اپنے عکس کو لہریں لیتا ہوا دیکھتا۔ اسے ضرور حیرت ہوتی کہ یہ پانی کہاں سے آتا ہے کیونکہ بظاہر کوئی ذریعہ پانی کی آمد کا نظر نہ آتا۔ تحقیق کرنے پر اسے معلوم ہو جاتا کہ یہ پانی زمین کے اندر ہی اندر نہر کزحیہ سے آتا ہے۔ پل پر کھڑے ہو کر وہ ان مضبوط بندوں کو دیکھتا جو پانی کو دروازوں کی طرف جانے کو روکتے ہیں پل سے گذر کر وہ چاروں دروازوں میں سے کسی ایک میں داخل ہوتا۔ اس کی نگہ اگر کام کر سکتی تو دروازہ میں کھڑا ہو کر وہ دورافتح میں قصر باب الذہب کو دیکھتا جو شہر کے عین مرکز میں ایوان شاہی تھا۔ بیرونی دیوار کے کسی دروازہ میں داخل ہو کر وہ سیدھا چلا جاتا حتیٰ کہ وسطیٰ دیوار کے کسی دروازہ میں داخل ہوتا۔ جو کچھ وہ اپنے چاروں طرف دیکھتا اس سے اپنی غلطی کا یقین ہو جاتا کہ جسے اب تک وہ ایک قلعہ سمجھ رہا تھا درحقیقت ایک آباد شہر ہے۔ کشادہ بازاروں میں دکانیں لگی ہوئی ہیں۔ جہاں خرید و فروخت کا بازار گرم ہے۔ آگے بڑھ کر اسے عالیشان عمارتیں نظر آتی ہیں۔ جس طرف وہ نظر اٹھا کر دیکھتا دیر تک اسی طرف دیکھتا پڑتا لیکن ابھی تک باب الذہب جو اسے شروع ہی میں نظر پڑا تھا اس کے سامنے ہے سورج کی کرنیں اس کے سنہرے دروازہ پر پڑتی ہیں اور ایسا نظارہ پیش نظر ہے کہ اس کا قدم اسی طرف اٹھتا ہے۔ مسافر اپنے سامنے ایک دیوار کو دیکھتا ہے دروازے سے گذر کر وہ اس وقت دیوار کو اپنے گرد ۶۰۰ گز کے محیط میں دیکھتا ہے۔ اس جگہ وہ کبھی جامع مسجد کو دیکھتا ہے۔ جو ایوان شاہی کے پہلو میں ہے اور کبھی دارالسلام کی طرف نظر اٹھاتا ہے اور کبھی ان محلات کو حیرت زدہ ہو کر دیکھتا ہے جس میں خلیفہ کے متعلقین رہتے ہیں۔ مدینۃ المنصور کے عین وسط میں ایوان شاہی جسے ”قصر باب الذہب“ کہتے تھے اور



اس کے پہلو میں جامع مسجد منصور تھی، ان کے گرد سوائے جانب ”باب شام“ خالی جگہ پڑی تھی۔ خلیفہ کا ارادہ تھا کہ اس جگہ صرف اس کے متعلقین اور شاہی افسروں کے مکانات ہوں۔ باب شام کی طرف دو اور عمارتیں تھیں۔ ان میں سے ایک میں تو شاہی گارڈ اور دوسری میں پولیس افسر رہتے تھے لیکن جس وقت یعقوبی نے بغداد کے حالات لکھے ہیں اس وقت ان دونوں عمارتوں میں لوگ وقتاً فوقتاً نماز پڑھا کرتے تھے اور قصر اور مسجد کے گرد خلیفہ کے متعلقین اور دیگر فوجی افسروں اور امراء و وزراء کے مکان تھے۔

### قصر باب الذہب

قصر باب الذہب ۲۰۰ مربع گز رقبہ زمین پر واقع تھا۔ قصر باب الذہب کے عین وسط میں ایک سبز رنگ کا گنبد تھا۔ اسی وجہ سے باب الذہب کو ”قبۃ الخضراء“ بھی کہتے تھے۔ یہ گنبد زمین سے ۱۲۰ فٹ کی بلندی پر تھا۔ اس کی چوٹی پر ایک سوار کا بت تھا۔ سوار گھوڑے پر نیزہ تانے ہوئے تھا۔ خطیب لکھتا ہے کہ یہ ایک طلسم تھا۔ جسے حکمانے باندھا تھا۔ سوار نیزے کے اشارے سے اس سمت کو ہٹا رہا تھا جس طرف سے خلیفہ کے دشمنوں نے آنا تھا۔ یا قوت اس روایت پر خوب ہنسی اڑاتا ہے اور لکھتا ہے کہ خطیب کو ایسی بے سرو پار و امتیں اور حکایتیں جو ”بلیناس“ ہی کے لائق ہیں لکھنی زیبا نہیں تھیں۔ ایسی لغو باتوں سے اسلام کی شان بڑھ نہیں جاتی۔ یہ تو سفید جھوٹ ہے اور فریب آلود باتیں ہیں۔ گنبد کے نیچے فرش قصر پر ایک ۳۰ مربع فٹ کمرہ تھا۔ اس کی چھت بھی ۳۰ فٹ بلند تھی۔ اس چھت پر اتنا ہی لمبا چوڑا ایک اور کمرہ تھا۔ اس کی چھت بھی سبز گنبد تھی۔ پہلے کمرہ کے سامنے ایرانی وضع کا ایک ایوان تھا۔ جس پر فرش سے ۲۵ فٹ بلند محراب تھی۔ ایوان ۳۰ فٹ چوڑا تھا۔

یہ پہلا قصر تھا، جو خلیفہ منصور نے مدینۃ المنصور میں تعمیر کروایا۔ کچھ سال بعد باب خراسان کے باہر ایک اور محل جو خلد کے نام سے مشہور ہوا۔ باب الذہب میں خلیفہ منصور اور اس کے جانشین ملکی معاملات بھگتایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہارون رشید اکثر قصر خلد میں رہا



کرتا تھا مگر 'امین' نے پھر باب الذہب میں رہائش اختیار کی۔ اور اس پر کچھ اور بھی ایذا کی جسے ابو جعفر جریر طبری 'جناح' کے نام سے موسوم کرتا ہے اور جنگ کی نوبت پہنچی تو بد قسمت امین اسی باب الذہب میں محصور تھا اور مامون کی فوجوں نے اسی مدینہ المنصور کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس محاصرہ کی وجہ سے مدینہ المنصور کو سخت نقصان پہنچا لیکن اس کے ایک سو سال بعد بھی 'قبۃ الخضر' قائم تھا۔ لیکن امین کے قتل کے بعد باب الذہب ہمیشہ کے واسطے ویران اور غیر آباد رہا۔

۳۳ سال کے بعد جامع منصور جو اس کے پہلو میں تھی اور وسعت دی گئی اس لیے قصر کا اکثر حصہ گرا دیا گیا مگر گنبد سبز کو اسی طرح چھوڑا گیا۔ حتیٰ کہ ۳۲۹ھ/۹۴۱ء میں وہ بھی سرسبز ہو گیا۔ یعقوبی اور طبری، خطیب اور یاقوت بیان کرتے ہیں کہ ۳۲۹ھ میں بغداد میں بڑے زور و شور کی بارشیں ہوئیں۔ وجلہ میں طغیانیاں آئیں۔

جمادی الثانی کی رات کو جب کہ اس پر گھنگور گھنائیں چھائی ہوئی تھیں اور تمام بغداد پر گھناٹو پاندہیرا تھا۔ رعد اس زور سے گرجا اور بجلی بھی چمکی کہ دل دھل گئے۔ قبۃ الخضر کو آگ لگی ہوئی تھی اور تمام گنبد بھی بجلی کے صدمہ سے پھٹ گیا تھا۔

مسجد کو باب الذہب کے پہلو میں تھی جسے خلیفہ منصور ہی نے تعمیر کروایا تھا لیکن محراب ٹھیک قبلہ رخ نہ تھی۔ وجہ یہ کہ قصر کی تعمیر کے بعد اس کی تعمیر کا خیال آیا۔ اگر قبلہ رو کھڑے ہوں تو مسجد باب الذہب کے جنوب مشرق کی طرف نظر آتی تھی اور بغداد سے مکہ قریب جنوب مغرب کی طرف تھا۔ یا بقول مورخین کے زیادہ تر بہ نسبت عین جنوب مغرب کے باب البصرہ کی طرف تھا۔

ابتداء میں مسجد کا رقبہ صرف ۱۰۰ مربع گز تھا اور تعمیر بھی خشت خام سے ہوئی تھی لکڑی کے ستون چھت کو سہارا دیتے تھے۔ اکثر ستونوں میں دو یا دو سے زیادہ لکڑی کے شہتیر جوڑے ہوئے تھے اور ان پر لوہے کے پترے چڑھے ہوئے تھے لیکن پانچ چھ ستون ایسے بھی تھے کہ



صرف ایک ایک درخت کے تنے سے بنے ہوئے تھے۔ قریباً ۵۰ سال تک یہ مسجد اسی حال میں رہی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اسے گرا کر از سر نو خشت پختہ سے تعمیر کروایا۔ خطیب لکھتا ہے کہ مسجد کے دروازہ پر ایک کتبہ تھا۔ جس پر خلیفہ ہارون الرشید اور معماروں کے نام بقید تواریخ ”۱۹۲ھ میں کام شروع ہوا اور ۱۹۳ھ میں ختم ہوا“ لکھا تھا۔ خطیب نے اس مسجد کو ۴۵۰ھ مطابق ۱۰۵۸ء میں دیکھا۔

(خلاصہ: تاریخ بغداد جلد ۱، تاریخ طبری، تاریخ یعقوبی، معجم البلدان، تاریخ مسعودی)

## جی لی اسٹریٹج کی تحقیق

انگریز محقق جی لی اسٹریٹج نے قدیم بغداد کے جغرافیہ پر تحقیق کی تھی۔ عہد عباسی کے بغداد کی جو تفصیل اس نے لکھی ہے وہ کسی دوسری کتاب میں اتنی وضاحت کے ساتھ دیکھنے میں نہیں آئی۔ وہ بغداد کی نہروں، سڑکوں، محلات شاہی کی تفصیل اس طرح بیان کرتا ہے:-

سب سے پہلی بڑی نہر جو فرات سے نکل کر دجلہ میں گرتی تھی خلیفہ منصور عباسی نے ۱۳۵ھ (۷۶۲ء) میں اپنے شہر مدوہ کی بنیاد ڈالی جو آخر میں بغداد بن گیا۔ اس ابتدائی شہر کے چار دروازے ایک ایک عربی میل کے مساوی فاصلے پر تھے اور ہر ایک دروازے سے ایک ایک شاہراہ نکلتی تھی۔ آئندہ زمانے میں انہیں چاروں سڑکوں پر شہر کی بیرونی آبادی قائم ہوتی چلی گئی اور یہ تمام آبادی بھی اس عظیم الشان دار الخلافہ کے وسیع حلقہ میں آگئی۔ ان چاروں دروازوں کے نام حسب ذیل تھے:- (۱) جنوب مشرق میں باب بصرہ۔ یہ اس آبادی میں واقع تھا جو دریائے دجلہ کے کنارے اس جگہ پر تھی جہاں سے نہر عیسیٰ نکلتی تھی۔ (۲) جنوب مغرب میں باب کوفہ یہاں سے جنوب کی سمت ایک سڑک نکلتی تھی اور یہی سڑک مکہ معظمہ کو جاتی تھی۔ (۳) شمال مغرب میں باب الشام جہاں سے ایک شاہراہ بائیں طرف فرات کے کنارے شہر انبار کو اور دائیں طرف دجلہ کے مغربی کنارے کے شہروں کو جاتی تھی، جو بغداد سے شمال میں واقع تھے۔ (۴) باب خراسان یہاں سے ہو کر کشتیوں کے بڑے پل



کو ایک راستہ دریا اترنے کے لئے جاتا تھا۔ اس پل سے مسافر مشرقی بغداد میں آتا تھا۔ جو پہلے منصور عباسی کے بیٹے اور جانشین مہدی کے نام پر مدینہ المہدی مشہور تھا۔ مہدی نے اپنے محل یہیں بنوایا تھا اور مشرقی بغداد کی عالیشان جامع مسجد تعمیر کرائی تھی۔ یہ مشرقی شہر تین حصوں میں منقسم تھا۔ پل کے سرے کے قریب کا حصہ رُصافہ کہلاتا تھا، دوسرا حصہ شامیہ تھا، جو رُصافہ سے شمال میں دریا کے کنارے تھا، تیسرا حصہ مخرم ز صافہ کی جنوب کی طرف تھا۔ مشرقی بغداد کے ان تینوں محلوں کے گرد نصف دائرے کی شکل کی ایک فصیل تھی، جو دریا کے کنارے شامیہ کے شمال سے شروع ہو کر مخرم کے جنوب میں دریا کے کنارے ختم ہو جاتی تھی۔ اسی مشرقی بغداد کے وسطی اور تنگ حصہ سے خراسان والی بڑی سڑک کا ابتدائی حصہ گزرتا تھا۔ یہ سڑک شہر مدور کے باب خراسان سے شروع ہو کر دریا اترتی ہوئی مشرقی بغداد کے باب خراسان سے (جو اس نام کا دوسرا دروازہ تھا) گزرتی تھی، اور یہاں سے جیسا کہ اس کتاب کے پہلے باب میں بیان ہوا ہے یہ بڑی سڑک مشرق میں اسلامی سلطنت کے انتہائی حدود تک پہنچتی تھی۔

شہر مدور کے باب کوفہ سے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، کوفہ یا حاجیوں کی سڑک نکلتی تھی جس کا رخ جنوب کی سمت تھا۔ اس دروازے کے باہر کی آبادی جس کا پھیلاؤ کم و بیش ایک فرسخ تھا کرخ کہلاتی تھی۔ باب محول کے باہر کی آبادی دار الخلافہ کے مغرب کی طرف واقع تھی، اور باب کوفہ اور باب الشام دونوں سے ہو کر اس کو راستہ جاتا تھا۔ ان دروازوں کی دونوں سڑکیں مل کر وہ بڑی مغربی شاہراہ پیدا ہو جاتی تھی جو محول کی بہتی سے گزرتی ہوئی انبار کو جاتی تھی۔ باب الشام کے شمال میں حربیہ کی آبادی تھی جو جنوب میں کرخ کی آبادی سے ہم پلہ تھی۔ حربیہ کے پار مغربی بغداد کے شمالی قبرستان تھے، جو دریا کے ایک خم کی وجہ سے دو طرف پانی سے گھرے ہوئے تھے۔ یہی قبرستان بعد میں کاظمین کے نام سے مشہور ہوئے کیونکہ یہاں شیعوں کے دو اماموں کے مزار ہیں۔





بغداد کا شہر چار بستیوں کے مرکز میں واقع تھا، ان چار بستیوں میں سے دو بستیاں دجلہ کے ایک کنارے پر اور دوسرے کنارے پر تھیں۔ مغربی کنارے قطر بل کی بستی نہر عیسیٰ کے شمالی میں اور باؤر دیا اسی نہر کے جنوب میں واقع تھی، مشرقی کنارے پر نہر بوق کی آبادی خراسان کی شاہراہ کے شمالی جانب واقع تھی اور کلاوا کی بستی جنوب میں تھی کلاوا کی بڑی بستی دریا کے کنارے پر مشرقی بغداد کے انتہائی جنوبی دروازے سے ذرا فاصلے پر تھی۔ بغداد ہی سے جو اسلامی سلطنت کی سڑکوں کا مرکز تھا، دوسری سڑکیں نکلتی تھیں ایک جنوب میں اور دوسری مغرب کی سمت جاتی تھی، اور انہوں نے یہ مختلف رخ شہر مدور کے باب کوفہ کے سامنے اختیار کئے تھے اور دونوں سڑکیں شمال اور مشرق کو جاتے ہوئے مشرقی بغداد سے گزرتی تھیں اور کشتیوں کے پل کے آخری حصہ سے شروع ہوتی تھیں۔ جنوبی سڑک جو کوفہ (اور مکہ معظمہ) کو جاتی تھی، کرخ سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر نہر صرصر کے کنارے کے شہر صرصر دوسری بڑی نہر تھی، جو فرات کو دجلہ سے ملاتی تھی اور جنوب میں نہر عیسیٰ کے بالکل متوازی بہتی تھی۔ مغرب یا انبار کی سڑک باب کوفہ سے رخ برلنے اور براحق کی آبادی میں سے گزرنے کے بعد کم و بیش ایک فرخ (تین میل) آگے بڑھ کر محول کے شہر تک پہنچتی تھی، جو نہر عیسیٰ پر واقع تھا، جیسا کہ ذکر ہوا مشرقی یعنی خراسانی سڑک مشرقی بغداد کے باب خراسان یعنی محرم کے شمال سے شروع ہوتی تھی۔ اس سڑک پر سب سے پہلا شہر نہر دان کا پل تھا، جو اسی نام کی نہر کے کنارے پر آباد تھا، باقی رہی شمالی شاہراہ یہ شاہیہ کی آبادی میں سے ہو کر مشرقی بغداد کے باب بردان سے گزرتی ہوئی تھوڑی ہی سی مسافت کے بعد بردان کے شہر کو پہنچتی تھی، جو دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر واقع تھا۔ یہاں سے آگے بڑھ کر دریا کے بائیں کنارے سے یہ شاہراہ سامرا اور شمالی میسوپوٹیمیا کے دوسرے شہروں کو جاتی تھی۔

عباسی خلافت کے پنج صد سالہ دور میں بغداد کا شہر بڑھتا بھی گیا اور اس کے بعض حصے غیر آباد ہو کر ویران بھی ہوتے گئے، اس لئے شہر اور اس کی بیرونی آبادیوں کا نقشہ اس



زمانے میں بہت کچھ بدلتا رہا۔ اوپر جس بغداد کا ذکر ہوا ہے وہ ہارون الرشید کے عہد کا بغداد ہے۔ اس خلیفہ کی وفات کے بعد جو خانہ جنگی ہوئی وہ شہر مدر کی بربادی کے باعث بنی۔ ۳۲۱ھ (۸۳۶ء) میں مستقر خلاف سامرا کو منتقل ہوا اور اس کے بعد سات خلفاء کے عہد میں بغداد کی حیثیت ایک معمولی سے شہر کی رہ گئی۔ آخر کار جب ۲۷۹ھ (۸۹۲ء) میں سامرا کو ترک کر کے خلیفہ نے پھر پرانے دار الخلافہ میں سکونت اختیار کی، تو اس مرتبہ مشرقی بغداد کو دار الخلافہ بننے کا فخر حاصل ہوا۔ اب یہاں بہت سے نئے نئے محلات تیار ہو گئے۔ شہر مدور رفتہ رفتہ ویران ہوتا گیا اور اس کی گزشتہ شان و شوکت کا وارث مشرقی بغداد بنا۔ اس کے بعد پورے چار سو برس، یعنی تاتاریوں کی یورش تک، خلفائے عرب نے آج کے مشرقی کنارے پر مستقل سکونت رکھی۔

ان بعد کے خلفاء کے محلات محرم کی جنوبی زمیوں پر تعمیر ہوئی تھی اور محرم ان تینوں بستیوں میں سے جو ہارون الرشید کے عہد میں مشرقی بغداد کی تفصیل کے اندر واقع تھیں۔ سب سے زیادہ نشیب میں تھا۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں یہ تینوں بستیاں اجڑ چکی تھیں لیکن اب نئے محلات کے گرد نئے آبادیاں قائم ہو گئیں اور پھر ان سب بستیوں کے گرد بہت جلد نصف دائرہ کی شکل کی ایک تفصیل کھینچ دی گئی تھی۔ مشرقی بغداد کی یہ نئی تفصیل جس کے اندر پرانے محرم کا ایک حصہ آ گیا تھا، محلوں کے شمال میں دریا کے کنارے سے شروع ہو کر جنوب میں دریا کے کنارے پر (کلو اذاکے قریب) ختم ہوئی تھی اور خلیفہ متظہر کے حکم سے ۲۸۸ھ (۱۰۹۵ء) میں تعمیر ہوئی تھی۔ اگرچہ اس تفصیل کی متعدد مرتبہ مرمت بھی ہو چکی تھی۔ لیکن ۵۵۶ھ (۱۲۵۸ء) کے تاتاری طوفان کو نہ روک سکی اور عباسی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس وقت بھی یہ تفصیل شکستہ صورت میں موجود ہے اور اس کے وسیع حلقے میں دار الخلافہ کے چند آثار جو زمانہ کی دست برد سے بچ گئے ہیں، اب تک باقی ہیں۔ اب بھی یہ شہر پناہ موجودہ بغداد کی، جو عراق کا صدر مقام ہے، حفاظت کر رہی ہے۔

(جغرافیہ خلافت مشرقی صفحہ ۳۰ تا ۴۳)



## باب - ۳ ﴿

# امامین کاظمین کی اسیری اور شہادت

## امام موسیٰ کاظمؑ کا ظم زندان بغداد میں

امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت ۲۵ رجب ۱۸۳ھ میں بغداد میں سندی بن شاہک کی قید میں واقع ہوئی آپ کی عمر اس وقت پچپن سال اور کافی کی روایت کے مطابق ۵۴ سال تھی آپ کی عمر بیس سال تھی جب امامت آپ کی طرف منتقل ہوئی اور آپ کی امامت کی مدت ۳۵ سال تھی کہ جس میں سے کچھ تو منصور کی حکومت کے بقیہ دنوں میں اور اس کے بعد دس سال اور کچھ دن مہدی کی خلافت کے زمانہ کے تھے۔ اس نے حضرت کو عراق بلایا اور قید میں رکھا، لیکن بہت سے معجزات دیکھنے کی بناء پر وہ آپ کو اذیت و تکلیف دینے کی جرات نہ کر سکا اور حضرت کو مدینہ واپس بھیج دیا اور اس کے بعد ایک سال اور کچھ دن ہادی کی خلافت و حکومت کے تھے وہ بھی حضرت کو کوئی تکلیف نہیں دے سکا۔

## ہادی کی قید میں

صاحب عمدة الطالب کہتا ہے کہ ہادی نے حضرت کو گرفتار کر کے قید میں رکھا تو امیر المؤمنین کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس سے فرمایا فہل عیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم پس کیا یہ امر قریب ہے کہ اگر تم دالی ہو گئے تو زمین پر فساد کرو گے اور قطع رحمی کرو گے۔

جب بیدار ہوا تو حضرت کا مقصد سمجھ لیا تو حکم دیا کہ امام موسیٰ کاظمؑ کو قید سے رہا کر دیا



جائے۔ کچھ مدت کے بعد دوبارہ اس نے چاہا کہ حضرت کو قید کرے، لیکن اجل نے اسے مہلت نہ دی اور وہ ہلاک ہو گیا۔

(عمدة الطالب صفحہ ۱۸۱)

## امام موسیٰ کاظمؑ کو بغداد بلانے کی سازش

شیخ طوسی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ جب ہارون نے چاہا کہ امر خلافت اپنی اولاد کے لیے محکم کرے تو اس نے اپنے چودہ بیٹوں میں تین کا انتخاب کیا۔ پہلے اس نے محمد امین کو جو زبیدہ کا بیٹا تھا اپنا ولی عہد بنایا اور اس کے بعد عبداللہ مامون کے لیے اور اس کے بعد قاسم متہم کے لیے خلافت قرار دی اور چونکہ اس نے جعفر بن محمد بن اشعث کو زبیدہ کے بیٹے کا مربی مقرر کیا تھا تو یحییٰ برکی جو کہ ہارون کا وزیر اعظم تھا، اس نے سوچا کہ اگر ہارون کے بعد خلافت محمد امین کی طرف منتقل ہوگئی تو ابن اشعث اس کے اختیارات کا مالک ہو جائے گا اور حکومت میری نسل سے خارج ہو جائے گی، لہذا وہ ابن اشعث کی تباہی کے درپے ہوا اور بارہا وہ ہارون کے سامنے اس کی برائی کرتا، یہاں تک کہ اسے تشیع اور امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کے اعتقاد کی نسبت دی اور کہا کہ وہ محبت و موالیٰ ہے امام موسیٰ کاظمؑ کا اور اسے خلیفہ عصر سمجھتا ہے اور جو کچھ اس کے پاس آتا اور اس کا نفس حضرت کے ہاں بھیجتا ہے اور ان شورا نگیز باتوں سے ہارون کو حضرت کی فکر میں ڈالا یہاں تک کہ ہارون نے ایک دن یحییٰ اور دوسرے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم آل ابوطالبؑ میں سے کسی ایسے شخص کو جانتے ہو کہ جسے میں بلاؤں اور موسیٰ بن جعفرؑ کے کچھ حالات اس سے پوچھوں تو انہوں نے ایک شخص معین کیا، پس خلیفہ کے حکم سے انہوں نے اسماعیل کے بیٹے کی طرف خط لکھا اور اسے بلایا، جب آجانب اس چیز سے باخبر ہوئے تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ میں تیرا قرض ادا کروں گا اور تیرے اخراجات کا کفیل ہوں گا۔ اس نے قبول نہ کیا اور کہنے لگا مجھے کوئی وصیت کیجئے۔

آپ نے فرمایا میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا اور میری



اولاد کو قیم نہ کرنا۔ دوبارہ اس نے کہا کہ وصیت کریں۔

حضرت نے دوبارہ یہی وصیت فرمائی تین مرتبہ تک، پس تیس دینار طلائی اور چار ہزار درہم اسے عطا فرمائے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت نے حاضرین سے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ میرا خون بہانے میں کوشش کرے گا اور میرے بچوں کو تیشی میں مبتلا کرے گا۔

لوگوں نے عرض کیا فرزند رسول اگر ایسا ہے تو پھر کیوں اس کے ساتھ آپ احسان کرتے ہیں اور اتنا زیادہ مال اسے دیتے ہیں تو فرمایا: حدثنی ابی عن اباتہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الرحم اذا قطعت قوصلت قطعہا اللہ۔

میرے آباء و اجداد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب انسان اپنے کسی رحم کے ساتھ احسان کرے اور وہ اس کے مقابلہ میں بدی کرے اور یہ شخص اس سے اپنے احسان کو قطع نہ کرے تو خداوند عالم اس سے اپنی رحمت کو منقطع کر دیتا ہے اور اسے اپنے عقاب و عقوبت میں گرفتار کر دیتا ہے۔

بہر حال جب وہ بغداد میں پہنچا تو یحییٰ بن خالد برکی اسے اپنے گھر لے گیا اور اس سے طے کیا کہ وہ جب ہارون کے دربار میں جائے تو حضرت کی طرف چند ایسی چیزوں کی نسبت دے کہ جس سے ہارون کو غصہ آجائے۔ پس اسے ہارون کے پاس لے گئے۔ جب وہ اس کے دربار میں حاضر ہوا تو سلام کیا اور کہنے لگا کہ میں نے ہرگز یہ نہیں دیکھا کہ ایک وقت میں دو خلیفہ ہوں۔ آپ اس شہر میں خلیفہ ہیں تو موسیٰ کاظم مدینہ میں خلیفہ ہیں۔ لوگ اطراف عالم سے اس کے لیے خراج لے آتے ہیں۔ اس نے خزانے جمع کر لئے ہیں اور ایک جائیداد اس نے تیس ہزار درہم کی خرید کی ہے اور اس کا نام بسیرہ رکھا ہے۔

پس ہارون نے دولا کھ درہم کا حوالہ دیا کہ وہ اسے دیئے جائیں، جب وہ بد بخت اپنے گھر لوٹا تو اس کے حلق میں درد پیدا ہوا اور وہ ہلاک ہو گیا اور اسے زر و مال سے نفع نہ اٹھا سکا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۶۹)



دوسری روایت میں ہے کہ چند دن کے بعد اسے پیش عارض ہوئی اور اس کی تمام آنتیں باہر نکل آئیں اور جس وقت اس کے لیے زر و مال لے آئے تو وہ حالت نزع میں تھا اور اس رقم سے حسرت و یاس کے علاوہ اس کو کچھ نہ ملا اور وہ رقم دوبارہ خلیفہ کے خزانہ میں چلی گئی۔

(غیہ طوسی صفحہ ۲۲)

بہر حال اسی سال جو کہ ۷۹ھ تھا ہارون اپنی اولاد کی خلافت مستحکم کرنے کے لیے امام موسیٰ کاظم کی گرفتاری کے ارادہ سے حج کے لیے آیا اور اطراف ملک میں فرمان جاری کیے کہ علماء و سادات اعیان و اشراف سب مکہ میں حاضر ہوں تاکہ وہ ان سے بیعت لے اور اس کی اولاد کی ولی عہدی اس کی قلمرو کے تمام شہروں میں پھیل جائے، پہلے وہ مدینہ طیبہ میں آیا۔ یعقوب بن داؤد روایت کرتا ہے کہ جب ہارون مدینہ میں آیا تو میں ایک رات یحییٰ برکنی کے گھر گیا اور اس نے نقل کیا کہ آج میں نے سنا کہ ہارون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس گیا اور ان سے خطاب کر کے کہنے لگا۔ میری ماں باپ آپ پر قربان جائیں اے اللہ کے رسول۔ میں معذرت چاہتا ہوں اس امر میں کہ جس کا میں نے موسیٰ بن جعفر کے معاملہ میں ارادہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے قید کر دوں، چونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ فتنہ و فساد برپا کرے کہ جس سے آپ کی امت کا خون نہ ہے۔

یحییٰ کہنے لگا مجھے یہی خیال ہے کہ کل انہیں گرفتار کرے گا۔ جب دن ہوا تو ہارون لعین نے فضل بن ربیع کو بھیجا جب کہ حضرت اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ اٹھائے نماز میں آپ کو گرفتار کر کے کھینچے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے اور حضرت اپنے جد بزرگوار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے۔ اے خدا کے رسول آپ سے میں شکایت کرتا ہوں اس چیز کی جو آپ کی امت بدکردار سے آپ کے اہلیت باوقار کو پہنچ رہی ہے۔ لوگوں نے ہر طرف سے آواز گریہ و نالہ و فغان بلند کی۔ جب اس امام مظلوم کو ہارون کے پاس لے گئے تو اس نے آنجناب کو بہت برا بھلا کہا (نعوذ باللہ) اور حکم



دیا کہ حضرت کو قید کیا جائے اور دو محمل ترتیب دیئے تاکہ یہ معلوم نہ ہو کہ آنجناب کو کس طرف لئے جا رہے ہیں ایک محمل کو بصرہ کی طرف اور دوسرا بغداد کی جانب روانہ کیا اور حضرت اس محمل میں تھے کہ جو بصرہ کی طرف بھیجا تھا اور حسان سروی کو آپ کے ہمراہ بھیجا تھا تاکہ وہ آپ کو بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر بن ابوجعفر منصور (جو کہ بصرہ کا امیر اور ہارون کا چچا زاد بھائی تھا) کے سپرد کرے۔

(جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۴۰۲)

### عیسیٰ بن جعفر کی قید میں (بصرہ)

ذی الحج کی سات تاریخ کو ترویہ سے ایک دن پہلے آپ کو بصرہ میں داخل کیا گیا اور دن کے وقت علی الاعلان عیسیٰ کے سپرد ہوئے۔ عیسیٰ نے حضرت کو اپنے مکان کے ایک کمرے میں جو کہ اس کے دیوان خانہ کے قریب تھا قید کر دیا اور عید کی فرخ و سرور و خوشی میں مشغول ہوا۔ دن میں دو مرتبہ اس کمرے کا دروازہ کھولتے تھے۔ ایک دفعہ اس لیے کہ آپ باہر آ کر وضو کر لیں اور دوسری دفعہ جب کہ آپ کے لیے کھانا لاتے تھے۔

محمد بن سلیمان نوفلی کہتا ہے کہ عیسیٰ کا ایک منشی جو کہ عیسائی تھا اور بعد میں اس نے اظہار اسلام کر لیا تھا میرا دوست تھا ایک دفعہ کہنے لگا کہ یہ عبد صالح اور خدا کے شائستہ بندے یعنی موسیٰ بن جعفر جن دنوں اس مکان میں قید تھے تو آپ نے لہو و لعب ساز و سوز اور قسم قسم کے خواہش و منکرات سننے کے میں گمان نہیں کرتا کہ ان چیزوں نے کبھی بھی آپ کے دل میں خطور کیا ہو۔

(جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۴۰۳)

بہر حال ایک سال تک آپ عیسیٰ کی قید میں رہے بارہا، ہارون نے اسے لکھا کہ وہ آنجناب کو زہر دے دے، اس نے جرأت نہ کی کہ اس امر قبیح پر اقدام کرے اور اس کے کچھ دوستوں نے بھی اسے اس چیز سے منع کیا۔ جب آپ کی قید کی مدت اس کے ہاں طویل





ہوگئی تو عیسیٰ نے ہارون کو خط لکھا کہ موسیٰ کی قید کی مدت میرے ہاں طویل ہوگئی ہے اور میں اس کے قتل کا اقدام نہیں کروں گا۔ میں جتنا بھی اس کے حالات کا قحض و جستجو کرتا ہوں تو سوائے عبادت تفرغ و زاری اور ذکر و مناجات با قاضی الحاجات کے کچھ نہیں سنتا اور میں نے ہرگز نہیں سنا کہ آپ پر یا مجھ پر یا کسی اور شخص پر اس نے نفرین کی ہو یا ہماری کسی برائی کو یاد کیا ہو، بلکہ وہ تو ہمیشہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہے وہ دوسرے کی طرف التفات نہیں کرتا، کسی کو بھیج دوتا کہ میں آنجناب کو اس کے سپرد کردوں ورنہ میں انہیں رہا کردوں گا۔ اب مزید انہیں قید میں رکھنا تکلیف دینا میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا۔

(جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۴۰۵)

عیسیٰ کا ایک جاسوس جو حضرت کے حالات کی نگرانی پر موکل تھا بیان کرتا ہے کہ دن کے وقت زیادہ تر آپ سے سنتا کہ مناجات قاضی الحاجات میں عرض کرتے خدا یا میں ہمیشہ تجھ سے سوال کرتا تھا کہ زاویہ خلوت اور گوشہ تنہائی اور فراغ خاطر اپنی عبادت و بندگی کے لیے مجھے عطا فرما۔ اب میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے۔ جو کچھ میں چاہتا تھا تو نے عطا فرمایا ہے۔

(منہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۵۳)

## فضل بن ربیع کی قید میں

جب عیسیٰ کا خط ہارون کو ملا تو اس نے کسی کو بھیجا جو آپ کو بصرہ سے بغداد لے گیا اور فضل بن ربیع کے پاس قید کر دیا اور اس مدت قید میں ہمیشہ آپ عبادت میں مشغول رہتے اور زیادہ تر آپ سجدہ میں رہتے۔

شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ کاظم دس سال سے زیادہ عرصہ تک ہر روز سورج نکلنے کے بعد سر سجدہ میں رکھتے اور سورج کے زوال تک دعا و تضرع میں مشغول رہتے اور جن دنوں آپ قید میں تھے بسا اوقات ہارون اس مکان کی چھت پر جاتا اور اس کمرے



میں نگاہ کرتا کہ جس میں حضرت قید تھے تو ایک کپڑا دیکھتا کہ زمین پر پڑا ہے اور کوئی شخص اسے نظر نہ آتا۔ ایک دن ریح سے کہنے لگا کہ یہ کپڑا کیسا ہے جو کہ میں اس کمرے میں دیکھتا ہوں۔ ریح نے کہا یہ کپڑا نہیں، بلکہ موسیٰ بن جعفر ہیں جو سورج نکلنے کے بعد سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور زوال تک سجدہ میں رہتے ہیں۔

ہارون کہنے لگا بیشک یہ شخص راہب و عابد بنی ہاشم ہے۔ ریح نے کہا کہ جب آپ جانتے ہیں کہ وہ ایسا ہے تو پھر کیوں اسے اس تنگ قید خانے میں رکھا ہوا ہے۔ ہارون کہنے لگا۔ ہیبت اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے یعنی میری حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسی حالت میں رہے۔

(امالی شیخ صدوق صفحہ ۱۴۶)

### سندی بن شاہک کی قید میں

فضل بن ریح اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا مجھے ہارون رشید نے موسیٰ بن جعفر کے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا جب کہ آپ سندی بن شاہک کی قید میں تھے۔ میں قید خانے میں گیا تو دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ آپ کی ہیبت نے مجھے بیٹھنے نہ دیا۔ مجبوراً میں تلوار کی ٹیک لگا کر کھڑا رہا۔ میں نے دیکھا کہ آپ مستقل نماز میں مشغول ہیں اور میری کوئی پرواہ نہیں کر رہے ہیں، ہر دو رکعت نماز کا جب سلام پھیرتے تو بلا فاصلہ دوسری نماز کے لیے تکبیر کہتے اور نماز میں داخل ہو جاتے۔

جب میرے توقف نے طول کھینچا اور مجھے ڈر ہوا کہ ہارون مجھ سے مواخذہ کرے گا تو جب آپ سلام پھیرنے لگے تو میں نے گفتگو شروع کر دی۔ اس وقت حضرت نماز میں مشغول نہ ہوئے اور کان لگا کر میری بات سننے لگے اور میں نے ہارون کا پیغام آپ کو پہنچایا اور وہ پیغام یہ تھا کہ ہارون نے مجھ سے کہا تھا کہ حضرت سے یہ نہ کہنا کہ مجھے امیر المومنین نے بھیجا ہے، بلکہ یہ کہنا کہ مجھے آپ کے بھائی نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور اس نے آپ

کو سلام کہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے آپ کی طرف سے کچھ چیزیں پہنچیں تھیں کہ جنہوں نے مجھے مضطرب اور پریشان کر دیا تھا، لہذا میں آپ کو مدینہ سے لے آیا اور آپ کے حالات کی جستجو کی تو میں نے آپ کے دامن کو ہر عیب سے پاک دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ جو کچھ آپ کے متعلق مجھ سے کہا گیا تھا وہ سب جھوٹ تھا پس میں نے غور و فکر کیا کہ آپ کو آپ کے گھر کی طرف واپس بھیج دوں یا آپ میرے پاس رہیں، میں نے دیکھا کہ آپ کا میرے پاس رہنا میرے سینہ کو آپ کی عداوت سے بہر طور پر خالی رکھ سکتا ہے اور آپ کے بد گوئی کرنے والوں کے جھوٹ کو زیادہ ظاہر کر سکتا ہے لہذا میں نے آپ کا یہیں رہنا مناسب سمجھا لیکن ہر شخص کیلئے کوئی خاص غذا موفی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ اس کی طبیعت کو الفت ہوتی ہے اور شاید آپ مدینہ میں کچھ غذاؤں کی طرف میل فرماتے ہیں اور ان کے عادی ہوں اور یہاں کوئی ایسا شخص آپ کو نہ ملا ہو جو آپ کے لیے وہ درست کرے۔

میں نے فضل کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کے لیے تیار کرے جو کچھ آپ کی رغبت ہو، پس اسے حکم دیجئے کہ جو کچھ آپ پسند کریں اور منبسط اور کشادہ رو رہیں۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت نے میری طرف التفات و توجہ کیے بغیر دو فقرہوں میں جواب دیا۔  
لا حاضر لی حالی فی نفسی ولم اخلق سوا الله اکبر۔ یعنی میرا مال میرے پاس موجود نہیں جو مجھے نفع دے یعنی جو چاہوں حکم دوں اور میرے لیے درست کرے اور خدا نے مجھے سوال کرنے والا پیدا نہیں کیا۔ یہ فرما کر آپ نے اللہ اکبر کہا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔

راوی کہتا ہے کہ میں ہارون کے پاس لوٹ کر گیا اور اس سے کیفیت بیان کی۔ کہنے لگا اس کے بارے میں تمہیں کیا مصلحت نظر آتی ہے۔

میں نے کہا اے میرے آقا اگر زمین پر خط کھینچ دو اور موسیٰ بن جعفر اس کے درمیان بیٹھ جائیں اور کہیں کہ میں اس سے خارج نہیں ہوں گا تو وہ سچ کہتے ہیں اور اس سے وہ باہر

نہیں جائیں گے۔ وہ کہنے لگا کہ ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے، لیکن اس کا میرے پاس رہنا مجھے زیادہ محبوب ہے اور روایت ہے کہ ہارون نے اس سے کہا کہ یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا۔ وہ کہتا ہے کہ جب تک ہارون زندہ رہا میں نے کسی سے نہیں کہا۔  
(منشی الامال جلد ۲ صفحہ ۵۴-۵۵)

### امام موسیٰ کاظمؑ کو زہر دیا جانا

محمد بن غیاث راوی کہتا ہے کہ مجھے موسیٰ بن یحییٰ بن خالد نے خبر دی ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے یحییٰ کے جواب میں فرمایا اے ابوعلی میری وفات قریب ہے اور میری اجل میں سے ایک ہی ہفتہ باقی رہ گیا ہے اور روایت ہوئی ہے کہ جب آپ فضل بن ربیع کی قید میں تھے فضل کہتا ہے کہ بارہا میرے پاس پیغام پہنچا کہ میں انہیں شہید کر دوں میں نے قبول نہیں کیا اور میں نے انہیں واضح کر دیا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا اور جب ہارون سمجھ گیا کہ فضل بن ربیع حضرت کے قتل پر اقدام نہیں کرتا تو انہیں فضل بن یحییٰ برکی کے ہاں قید کیا اور فضل ہر رات ایک کھانے کا طشت آجناب کے لیے بھیجتا اور کسی جگہ سے آپ کے لیے کھانا نہیں آنے دیتا تھا۔ چوتھی رات جب طشت طعام لے آئے تو امام مظلوم نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا خداوند تو جانتا ہے کہ اگر آج سے پہلے ایسا کھانا کھاتا تو البتہ اپنی ہلاکت پر اعانت کرنے والا ہوتا اور آج رات یہ کھانا کھانے میں مجبور و معذور ہوں۔

جب آپ نے وہ کھانا کھایا تو زہر کا اثر آپ کے بدن شریف میں ظاہر ہوا اور آپ رنجور و بیمار ہو گئے۔ جب دن ہوا تو آپ کے لیے ایک طبیب لے آئے۔ جب طبیب نے آپ سے حالات پوچھے تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

جب اس نے زیادہ مبالغہ و اصرار کیا تو آپ نے اپنا ہاتھ نکال کر اسے دکھایا اور فرمایا میری بیماری یہ ہے۔ طبیب نے نگاہ کی تو دیکھا کہ آپ کی ہتھیلی سبز ہو چکی ہے اور جوز ہر حضرت کو دیا گیا ہے وہ وہاں جمع ہے۔ پس وہ طبیب کھڑا ہو گیا اور ان بد بخت و شقی القلب

لائے جہاں مجلس شرط تھی یعنی رات کو پہرہ دینے والوں اور شہر کے حاکم کے نوکروں کی جگہ تھی اور چار افراد کو مقرر کیا کہ وہ منادی کریں کہ اے لوگو جو موسیٰ بن جعفرؑ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ باہر آئے۔ پس شہر میں شور و غلغلہ مچ گیا۔

سلیمان بن جعفر ہارون کے چچا کا محل دریا کے کنارہ پر واقع تھا۔ جب اس نے لوگوں کے شور و غل کی آواز سنی یہ نہ اس کے کان میں پہنچی تو وہ اپنے قصر سے نیچے اتر آیا۔ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا۔ انہوں نے شور و غل کرنے والوں کو دور ہٹایا۔ سلیمان نے اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا، مگر بیان چاک کیا اور پابہ ہند آپ کے جنازہ کے ساتھ روانہ ہوا اور حکم دیا کہ جنازہ کے آگے آگے یہ منادی کی جائے کہ جو شخص طیب بن طیب (پاک اور پاک کے بیٹے) کی طرف دیکھنا چاہے تو وہ موسیٰ بن جعفرؑ کے جنازہ کو آ کر دیکھے۔ پس بغداد کے سب لوگ جمع ہو گئے اور شیون و فغان کی آواز زمین سے آسمان تک جانے لگی۔ جب آپ کا جنازہ مقابر قریش میں لے آئے تو حسب ظاہر سلیمان خود حضرت کے غسل و حنوط کفن کی طرف متوجہ ہوا اور جو کفن اس نے اپنے لیے بنا رکھا تھا اور جس پر دو ہزار پانچ سو دینار صرف ہوئے تھے اور پورا قرآن اس پر لکھا گیا تھا آنجناب کو پہنایا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو مقابر قریش میں دفن کر دیا۔

جب یہ خبر ہارون کو ملی تو حسب ظاہر لوگوں کے طنز و تشنیع کو دور کرنے کے لیے سلیمان کو تحسین کا خط لکھا اور تحریر کیا کہ سندی بن شاہک نے جو کچھ کام کئے ہیں وہ میری رضامندی کے بغیر ہوئے ہیں اور تم سے میں خوش ہوا ہوں کہ اس کے کام تکمیل کو نہیں پہنچنے دیئے۔

(کتاب المناقب)

### مقام جنازہ پر عمارت کی تعمیر

روایت ہے کہ جس بازار میں آپ کا جنازہ رکھا گیا تھا اس کا نام سوق الریاحین ہو گیا اور وہاں ایک عمارت تعمیر کی گئی اور اس کا ایک دروازہ بنایا گیا تاکہ لوگ وہاں پاؤں نہ رکھیں



بلکہ اس سے تبرک حاصل کریں اور اس جگہ کی زیارت کریں اور مولیٰ اولیاء اللہ صاحب تاریخ مازندران سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں کئی دفعہ اس جگہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں اور اس مقام کا بوسہ لیا ہے۔

(تاریخ مازندران صفحہ ۱۳۰)

## مسیب کے نام امام موسیٰ کاظمؑ کی وصیت

امام موسیٰ کاظمؑ نے وصیت کی تھی کہ انھیں جھکڑیوں اور بیڑیوں سمیت دفن کیا جائے۔

(منتخب التواریخ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)

مسیب کہتا ہے کہ امامؑ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ نجس آدمی سندی بن شاہک لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ میری تجہیز و تکفین کو سرانجام دے کر مجھے دفن کرے گا یہ بات ہرگز نہ ہوگی جب مجھے یہ لوگ مشہور مقبرے میں جو مقابر قریش کے نام سے مشہور ہے لے جائیں تو مجھے لحد میں رکھ دینا میری قبر کو بلند کرنا۔ میری زیارت سے (تقیہ میں) اجتناب کرنا میری قبر کی مٹی (بطور شفا) نہ لینا۔ میرے دادا حسینؑ کی قبر کی مٹی کے علاوہ ہر قبر کی مٹی حرام ہے اللہ نے اُس کی (امام حسینؑ) قبر کی مٹی کو ہمارے شیعوں اور دوستوں کیلئے شفا قرار دیا ہے۔

(عیون المعجزات صفحہ ۱۲۸)

## امام علی رضاؑ کا بغداد آ کر سامان تجہیز و تکفین کرنا

شیخ کلینی نے امام موسیٰ کاظمؑ کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ جب امام موسیٰ کاظمؑ کو مدینہ سے عراق کی طرف لے جا رہے تھے تو آنجناب نے امام رضاؑ کو حکم دیا کہ ہر رات ان کا بستر گھر کی دہلیز میں ہم بچھاتے تھے اور نماز عشاء کے بعد آپ آتے اور گھر کی دہلیز میں صبح تک رات بسر کرتے۔ جب صبح ہوتی تو گھر میں تو گھر میں تشریف لے جاتے اور چار سال تک آپ کا یہی دستور رہا۔ یہاں تک کہ ایک رات ہم نے آپ کا بستر بچھایا، لیکن آپ تشریف نہ لائے اس سے اہل و عیال کے دل وحشت زدہ ہوئے اور ہم بھی حضرت کے نہ



آنے سے صبح تک خوف زدہ اور دہشت ناک رہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ خورشید رفعت و جلالت طالع ہوا اور گھر میں تشریف لے گئے اور ام احمد (والدہ) کے پاس گئے اور فرمایا وہ امانت لے آؤ جو میرے پدر بزرگوار نے سپرد کی ہے۔

ام احمد نے جب یہ بات سنی تو فوجہ و زاری شروع کر دی اور سینہ پر درد سے آہ سرد کھینچی کہ خدا کی قسم وہ منس دل دردمندان اور انیس جان مستمند ان اس دایر فانی سے الوداع کر گیا، پس حضرت نے اسے تسلی دی اور نوحدہ رازی و بے قراری سے منع کیا اور فرمایا اس راز کو فاش نہ کرو۔ اس حسرت کی آگ کو سینہ میں پنہاں رکھو۔ جب تک کہ حضرت کی شہادت کی خبر والی مدینہ کو نہ پہنچے۔

ام احمد نے وہ دوا لے اور امانتیں ان کے پاس تھیں حضرت کے سپرد کیں اور عرض کیا کہ جب اس گل بوستان نبوت و امانت نے مجھ سے وداع فرمایا تو یہ امانتیں میرے سپرد کی تھیں اور مجھے فرمایا تھا کہ اس راز سے کسی کو باخبر نہ کرنا اور جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے بیٹوں میں سے جو کوئی تمہارے پاس آئے اور ان کا مطالبہ کرے تو اس کے سپرد کر دینا اور جان لینا کہ اس وقت میں دنیا سے وداع کر چکا ہوں گا۔ پس حضرت نے وہ امانتیں لے لیں اور حکم دیا کہ ان کے پدر بزرگوار کی شہادت سے زبان بند رکھیں یہاں تک کہ خبر آ پہنچے۔

پھر آپ گھر کی دہلیز میں کبھی نہ سوئے۔ راوی کہتا ہے کہ چند دن کے بعد آپ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی۔ جب ہم نے معلوم کیا تو اسی رات آپ کی شہادت واقع ہوئی تھی جس میں امام رضا تائبہ الہی سے مدینہ سے بغداد پہنچے اور اپنے والد ماجد کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے تھے۔ اس وقت امام رضا اور اہل بیت عصمت نے امام موسیٰ کاظم کے ماتم کا قیام کیا۔

(جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۴۱، ۴۱۱)

امام محمد تقیؑ بغداد میں

جب مامون نے امام محمد تقیؑ کو ان کے والد بزرگوار کی وفات کے بعد بغداد بلایا اور اپنی



نہیں جائیں گے۔ وہ کہنے لگا کہ ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے، لیکن اس کا میرے پاس رہنا مجھے زیادہ محبوب ہے اور روایت ہے کہ ہارون نے اس سے کہا کہ یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا۔ وہ کہتا ہے کہ جب تک ہارون زندہ رہا میں نے کسی سے نہیں کہا۔

(منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۵۴-۵۵)

### امام موسیٰ کاظمؑ کو زہر دیا جانا

محمد بن غیاث راوی کہتا ہے کہ مجھے موسیٰ بن یحییٰ بن خالد نے خبر دی ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے یحییٰ کے جواب میں فرمایا اے ابوعلی میری وفات قریب ہے اور میری اجل میں سے ایک ہی ہفتہ باقی رہ گیا ہے اور روایت ہوئی ہے کہ جب آپ فضل بن ربیع کی قید میں تھے فضل کہتا ہے کہ بارہا میرے پاس پیغام پہنچا کہ میں انہیں شہید کردوں میں نے قبول نہیں کیا اور میں نے انہیں واضح کر دیا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا اور جب ہارون سمجھ گیا کہ فضل بن ربیع حضرت کے قتل پر اقدام نہیں کرتا تو انہیں فضل بن یحییٰ برکی کے ہاں قید کیا اور فضل ہر رات ایک کھانے کا طشت آجناب کے لیے بھیجتا اور کسی جگہ سے آپ کے لیے کھانا نہیں آنے دیتا تھا۔ چوتھی رات جب طشت طعام لے آئے تو امام مظلوم نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا خداوند تو جانتا ہے کہ اگر آج سے پہلے ایسا کھانا کھاتا تو البتہ اپنی ہلاکت پر اعانت کرنے والا ہوتا اور آج رات یہ کھانا کھانے میں مجبور و معذور ہوں۔

جب آپ نے وہ کھانا کھایا تو زہر کا اثر آپ کے بدن شریف میں ظاہر ہوا اور آپ رنجور و بیمار ہو گئے۔ جب دن ہوا تو آپ کے لیے ایک طبیب لے آئے۔ جب طبیب نے آپ سے حالات پوچھے تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

جب اس نے زیادہ مبالغہ و اصرار کیا تو آپ نے اپنا ہاتھ نکال کر اسے دکھایا اور فرمایا میری بیماری یہ ہے۔ طبیب نے نگاہ کی تو دیکھا کہ آپ کی ہتھیلی سبز ہو چکی ہے اور جو زہر حضرت کو دیا گیا ہے وہ وہاں جمع ہے۔ پس وہ طبیب کھڑا ہو گیا اور ان بد بخت و شقی القلب





خبیثوں کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم وہ تم سے بہتر جانتا ہے اس چیز کو جو تم نے اس سے کی ہے اور اسی بیماری سے آپ جو رحمت الہی کی طرف انتقال کر گئے۔

(فتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۵۶)

دوسری روایت ہے کہ جتنا بھی فضل بن ربیع کو حضرت کے قتل کرنے پر مجبور کیا گیا، اس نے اقدام نہ کیا، بلکہ آپ کی تکریم و تعظیم کرتا تھا اور جب ہارون مقام رقدہ میں گیا تو اس کو خبر دی گئی کہ آنجناب فضل بن یحییٰ کے پاس مکرم و معظم ہیں وہ آپ کی نسبت اعانت و آسیب کو جائز نہیں سمجھتا تو مسرور خادم کو دو خط دے کر فوراً بغداد کی طرف بھیجا کہ خبر کیے بغیر اچانک فضل کے گھر جا کر آنجناب کے حالات کا مشاہدہ کرے اور اگر ایسا ہی ہو جیسا کہ لوگ کہتے ہیں تو ایک خط عباس بن محمد اور دوسرا سندی بن شاکب کو دو کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ اس پر عمل کریں۔

پس مسرور اچانک خبر کیے بغیر بغداد میں داخل ہوا اور فضل کے گھر گیا اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کس کام سے آیا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ حضرت اس کے گھر میں معظم و مکرم ہیں اسی وقت باہر نکلا اور عباس بن محمد کے گھر گیا اس کو ہارون کا خط دیا۔ جب خط کھولا تو فضل بن یحییٰ کو بلایا اور اسے عقابین میں سوتا زیا نے لگائے گئے اور جو کچھ واقع ہوا مسرور خادم نے ہارون کو لکھ بھیجا۔ جب خط کے مضمون پر مطلع ہوا تو خط لکھا کہ حضرت کو سندی بن شاکب کے سپرد کر دیں اور اپنے دیوان خانہ کی مجلس میں بلند آواز سے کہنے لگا کہ فضل بن یحییٰ نے میرے حکم کی مخالفت کی ہے۔ میں اس پر لعنت کرتا ہوں تم بھی اس پر لعنت کرو تو تمام اہل مجلس نے بلند آواز اس پر لعنت کی۔

جب یہ خبر یحییٰ برکی کو پہنچی تو وہ بہت مضطرب ہوا اور ہارون کے گھر آیا اور دوسرے غیر متعارف راست سے داخل ہو کر ہارون کے پیچھے سے آ کر اس کے کان میں کہنے لگا۔ اگر میرے بیٹے فضل نے تیری مخالفت کی ہے تو میں تیری اطاعت کرتا ہوں اور جو چاہوں عمل میں



لاتا ہوں، پس ہارون یحییٰ اور اس کے بیٹے سے راضی ہو گیا اور اہل مجلس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا فضل نے میری مخالفت کی تھی میں نے اس پر لعنت کی، اب اس نے توبہ وانا بہ کر لیا، میں نے اس کی تقصیر کو تابی سے درگزر کیا ہے تم اس پر راضی ہو جاؤ۔ سب (حجی حضوری) کہنے لگے ہم اس کے دوست ہیں جس کے آپ دوست ہیں اور ہر اس شخص کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہیں۔

پس یحییٰ فوراً بغداد کی طرف آیا۔ اس کے آنے سے لوگ مضطرب ہو گئے اور ہر ایک کوئی نہ کوئی بات کہتا، لیکن اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ قلعہ کی تعمیر اور کام کرنے والوں کی دیکھ بھال کے لیے اس طرف آیا ہے۔ چند روز ان چیزوں میں مشغول رہا، پس سندی بن شاہک کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ اس امام معصوم کو مسموم اور زہر سے شہید کرے اور چند کھجور کے دانے زہر آلود کر کے سندی ابن شاہک کو دیئے کہ وہ حضرت کے پاس انہیں لے جائے اور ان کے کھانے میں مبالغہ و اصرار کرے اور جب تک وہ حضرت کھانہ لیں ان سے دست بردار نہ ہو۔ سندی بن شاہک وہ کھجور کے دانے حضرت کے پاس لے آیا۔ آپ نے مجبوراً وہ کھا لیے۔

ایک روایت کے مطابق سندی لعین نے زہر آلود خرے آپ کو بھیجے اور خود آیا تاکہ دیکھے کہ آپ نے کھا لیے ہیں کہ نہیں۔ وہ اس وقت پہنچا جب حضرت ان میں سے دس دانے کھا چکے تھے۔ کہنے لگا اور تناول کیجئے۔ آپ نے فرمایا جتنے میں نے کھائے ان میں تیرا مقصد پورا ہو گیا ہے اب مزید کھانے کی ضرورت نہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

اسی مشاہیر بغداد کا آنا

شیخ صدوق وغیرہ نے حسن بن محمد بن بشار سے روایت کی ہے کہ ایک سن رسیدہ بزرگ جو قطیۃ الریح کا رہنے والا اور مشاہیر عامہ میں سے بہت موثق تھا کہ جس کے قول پر ہمیں



اعتماد تھا اس نے مجھے بتایا کہ ایک دن سندی بن شاہک نے مجھے مشاہیر علماء کی ایک جماعت کے ساتھ جمع کیا کہ مجموعہ ہم اسی (۸۰) افراد تھے اور اس مکان میں لے گیا جس میں امام موسیٰ بن جعفر تھے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو سندی بن شاہک کہنے لگا ذرا اس شخص کی طرف دیکھو (یعنی موسیٰ بن جعفر) کیا اسے کوئی تکلیف پہنچائی گئی ہے، کیونکہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اسے بہت اذیتیں اور تکلیفیں دی ہیں اور انہیں شدت و سختی میں ہم نے رکھا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں بہت باتیں کرتے ہیں۔ ہم نے تو اسے اس قسم کی کشادہ مکان میں فرش زیبا پہ بٹھایا ہوا ہے اور خلیفہ اس کی نسبت کوئی برا ارادہ نہیں رکھتا اس لیے اس نے اسے یہاں رکھا ہوا ہے تاکہ اس کے ساتھ گفتگو اور مناظرہ کرے۔ یہ دیکھو کہ وہ صحیح و سالم بیٹھا ہے اور کسی معاملہ میں ہم نے اس پر کوئی تنگی نہیں کی ہوئی آپ کے سامنے موجود ہے اس سے پوچھ لو اور گواہ رہو وہ سچ کہتا ہے کہ تمام مجلس میں ہماری سمت تو اس امام بزرگوار کی طرف دیکھنے اور آثارِ فضل و عبادت و انوارِ سیادت و نجات اور سیمائے نیکی و زہادت جو آپ کی جبینِ مبین سے ساطع و لامع کے ملاحظہ کرنے میں تھی۔

پس حضرت نے فرمایا۔ اے گروہ مردم یہ جو اس نے بیان کیا ہے وسعت مکان و منزل اور رعایت ظاہری کے سلسلہ میں وہ تو ویسا ہی ہے جیسا اس نے بیان کیا ہے، لیکن جان لو اور گواہ رہو اس نے مجھے خرے کے نو دانوں میں زہر کھلایا ہے اور کل میرا رنگ زرد ہو جائے گا اور پرسوں رنج و تکلیف کے گھر سے دارِ بقاء اور رفیقِ اعلیٰ سے جاملق ہوں گا جب حضرت نے یہ بات کی تو سندی بن شاہک لعین کا پٹنے لگا اور درخت خرما کی شاخوں کی طرح اس کا پلید جسم لرزنے لگا اور بعض روایات کے مطابق حضرت نے اس لعین سے سوال کیا کہ میرے غلام کو میرے پاس بلاؤ ورنہ کہ میرے مرنے کے بعد میرے حالات کا کفیل بنے۔ وہ ملعون کہنے لگا مجھے رخصت دیجئے کہ اپنے مال میں سے آپ کو کفن دوں۔ حضرت نے قبول نہ کیا اور فرمایا ہماری عورتوں کا حق مہر اور حج کی رقم اور ہمارے مرنے والوں کے کفن ہمارے



پاک و پاکیزہ مال سے ہوتے ہیں اور میرا کفن میرے پاس موجود ہے۔  
(امالی شیخ صدوق صفحہ ۱۶۶)

## مظلوم بغداد کی شہادت

شیخ نے عمر بن واقد سے روایت کی ہے کہ ایک رات سند بن شاہک نے کسی کو بھیج کر مجھے بلایا اور میں بغداد میں تھا تو میں ڈرا کہ کوئی برا ارادہ میرے متعلق نہ رکھتا ہو کہ مجھے رات کے اس وقت میں بلارہا ہے۔ پس میں نے اپنے اہل و عیال کو وصیت کی ان چیزوں میں کہ جن کی مجھے ضرورت تھی اور میں نے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اور سوار ہو کر سند بن شاہک کے ہاں گیا۔ جس وقت میں اس کے سامنے پہنچا تو کہنے لگا۔

”اے ابو حفص شاید ہم نے تمہیں خوف و پریشانی میں مبتلا کیا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگا یہ بلانا اچھائی اور خیر کے لیے ہے۔ میں نے کہا کہ پھر کسی کو میرے مکان پر بھیجو جو میرے اہل خانہ کو میری اطلاع کرے۔ کہنے لگا ہاں۔ پھر اس نے کہا اے ابو حفص کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا کیا موسیٰ بن جعفر کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں خدا کی قسم میں انہیں جانتا ہوں اور کچھ مدت میرے اور ان کے درمیان دوستی و رفاقت رہی ہے۔

کہنے لگا بغداد میں کون سے ایسے اشخاص ہیں جو انہیں پہچانتے ہیں ان لوگوں میں سے جن کا قول ان کے بارے میں قابل قبول ہو۔

میں نے کچھ لوگوں کے نام لیے اور میرے دل میں آیا کہ موسیٰ بن جعفر فوت ہو گئے ہیں۔ پس اس نے کسی کو بھیجا اور ان لوگوں کو لے آئے جیسے مجھے ملایا گیا تھا۔ اس وقت وہ ان سے پوچھنے لگا کہ تم ایسے اشخاص کو جانتے ہو کہ وہ موسیٰ بن جعفر کو پہچانتے ہوں۔ انہوں نے بھی کچھ لوگوں کے نام لیے۔ اس نے بھیجا اور ان لوگوں کو بھی لے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پچاس اور کچھ افراد سند بن شاہک کے گھر میں جمع ہو چکے تھے۔ ان اشخاص میں سے جو جناب موسیٰ



بن جعفر کو پہچانتے تھے اور ان کی مصاحبت سے مشرف ہو چکے تھے۔

پس سندھ کھڑا ہوا اور مکان کے اندر چلا گیا اور ہم لوگوں نے نماز ادا کی۔ اس وقت اس کا منشی کچھ کاغذات لے کر باہر آیا اور اس نے ہمارے نام پتے، علامات اور مشاغل و کردار لکھے۔ اس کے بعد وہ سندھ کے پاس گیا اور سندھ باہر آیا اور مجھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا۔ اے ابو حفص اٹھو۔ میں اور دوسرے لوگ جو موجود تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم مکان کے اندر گئے اور کہنے لگا۔ اے ابو حفص موسیٰ بن جعفر کے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ۔ میں نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ وہ حضرت فوت ہو چکے ہیں۔ میں رویا، انا اللہ کہا۔ اس کے بعد باقی لوگوں سے اس نے کہا کہ تم بھی دیکھ لو۔ ایک ایک آیا اور اس نے دیکھا۔

پس کہنے لگا کہ تم گواہ ہو۔ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں۔ ہم نے کہا۔ کہنے لگا اے غلام اس کی شرمگاہ پر کپڑا اڑال کر باقی جسم کو برہنہ کر دو۔ اس نے ایسا کیا، کہنے لگا، آیا اس کے جسم پر کوئی ایسا نشان تمہیں نظر آتا ہے کہ جو تمہیں معلوم نہ ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم کچھ نہیں دیکھ رہے سوائے اس کے وہ فوت ہو گئے ہیں۔

(منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۵۸-۵۹)

## لاشِ اقدس پلِ بغداد پر

صاحبِ عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ آپ کی شہادت کے دنوں ہارون شام چلا گیا اور یحییٰ بن خالد نے سندھ بن شاہک لعین کو آپ کے قتل کا حکم دیا۔ پس کہا گیا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کو ایک بساط اور فرش پر بٹھا کر اسے اتنا پھینکا گیا کہ آپ شہید ہو گئے۔ پس آپ کا جنازہ لوگوں کے سامنے لے آئے تاکہ وہ دیکھیں کہ آپ کے جسم پر کوئی زخم کا نشان نہیں ہے اور محض مکمل کیا (یعنی لوگوں سے گواہیاں لیں) کہ حضرت نے طبعی موت سے وفات پائی ہے اور تین دن تک حضرت کو لوگوں کے راستہ میں رکھا گیا تاکہ جو بھی وہاں سے گذرے وہ آپ کو دیکھے اور محض نامے میں اپنی گواہی لکھے، پس مقابر قریش میں



آپ کو دفن کیا گیا۔

(عمدة الطالب صفحہ ۱۸۱)

ایک روایت ہوئی ہے کہ جب سندی بن شاہک نے آپ کا جنازہ اٹھایا کہ مقابر قریش کی طرف منتقل کریں تو کسی کو معین کیا جو جنازہ کے آگے ندا کرتا جائے کہ ہذا امام الرافضہ فاعرفوہ یعنی یہ رافضیوں کے امام ہیں انہیں پہچان لو، پس اس جنازہ شریفہ کو لا کر بازار میں رکھ دیا اور منادی نے ندا کی کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں جو اپنی طبعی موت سے مرے ہیں۔ آگاہ رہو اور انہیں دیکھ لو۔ لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ زخم اور گلہا گھونسنے کا ان میں کوئی اثر نہیں ہے اور آپ کے پاؤں میں حنا کا اثر نظر آیا۔ پس علماء و فقہاء کو حکم دیا گیا کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی شہادت لکھیں۔ سب نے لکھ دی سوائے احمد بن ضبل کے کہ جتنا بھی اسے ڈرایا دھمکایا گیا اس نے کچھ نہ لکھا۔

(منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۵۸)

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ آپ کا جنازہ باہر لائے اور پل بغداد پر رکھ دیا اور منادی دی کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں جو وفات پا گئے ہیں آکر انہیں دیکھو۔ لوگ آتے آپ کے چہرہ مبارک پر نگاہ کرتے اور دیکھتے کہ آپ شہید ہو گئے ہیں۔

(کتاب الارشاد)

ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ سندی بن شاہک آپ کا جنازہ باہر لایا اور پل بغداد پر رکھ کر منادی کرائی کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں کہ جن کے متعلق رافضیوں کا یہ گمان تھا کہ وہ مر گئے نہیں پس آکر انہیں دیکھو اور یہ چیز اس لیے کہتے تھے کہ رافضہ نے یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ حضرت ہی امام قائم ہیں اور آپ کی قید کو غیبت فرض کرتے تھے۔ پس اسی حالت میں کہ لوگ پل پر جمع تھے سندی بن شاہک کا گھوڑا ابد کا اور اسے دریا میں پھینک دیا، پس سندی پانی میں غرق ہو گیا اور خداوند عالم نے یحییٰ بن خالد کے اجتماع کو پراگندہ کر دیا اور جنازہ وہاں



لائے جہاں مجلس شرط تھی یعنی رات کو پہرہ دینے والوں اور شہر کے حاکم کے نوکروں کی جگہ تھی اور چار افراد کو مقرر کیا کہ وہ منادی کریں کہ اے لوگو جو موسیٰ بن جعفرؑ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ باہر آئے۔ پس شہر میں شور و غلغلہ مچ گیا۔

سلیمان بن جعفر ہارون کے چچا کا کل دریا کے کنارہ پر واقع تھا۔ جب اس نے لوگوں کے شور و غل کی آواز سنی یہ ندا اس کے کان میں پہنچی تو وہ اپنے قصر سے نیچے اتر آیا۔ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا۔ انہوں نے شور و غل کرنے والوں کو دور ہٹایا۔ سلیمان نے اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا، گریبان چاک کیا اور پابرہنہ آپ کے جنازہ کے ساتھ روانہ ہوا اور حکم دیا کہ جنازہ کے آگے آگے یہ منادی کی جائے کہ جو شخص طیب بن طیب (پاک اور پاک کے بیٹے) کی طرف دیکھنا چاہے تو وہ موسیٰ بن جعفرؑ کے جنازہ کو آ کر دیکھے۔ پس بغداد کے سب لوگ جمع ہو گئے اور شیون و فغان کی آواز زمین سے آسمان تک جانے لگی۔ جب آپ کا جنازہ مقابر قریش میں لے آئے تو حسب ظاہر سلیمان خود حضرت کے غسل و حنوط کفن کی طرف متوجہ ہوا اور جو کفن اس نے اپنے لیے بنا رکھا تھا اور جس پر دو ہزار پانچ سو دینار صرف ہوئے تھے اور پورا قرآن اس پر لکھا گیا تھا آنجناب کو پہنایا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو مقابر قریش میں دفن کر دیا۔

جب یہ خبر ہارون کو ملی تو حسب ظاہر لوگوں کے طنز و تشنیع کو دور کرنے کے لیے سلیمان کو تحسین کا خط لکھا اور تحریر کیا کہ سندی بن شاہک نے جو کچھ کام کئے ہیں وہ میری رضا مندی کے بغیر ہوئے ہیں اور تم سے میں خوش ہوا ہوں کہ اس کے کام تکمیل کو نہیں پہنچنے دیئے۔

(کتاب المناقب)

## مقام جنازہ پر عمارت کی تعمیر

روایت ہے کہ جس بازار میں آپ کا جنازہ رکھا گیا تھا اس کا نام سوق الریاحین ہو گیا اور وہاں ایک عمارت تعمیر کی گئی اور اس کا ایک دروازہ بنایا گیا تاکہ لوگ وہاں پاؤں نہ رکھیں



بلکہ اس سے تبرک حاصل کریں اور اس جگہ کی زیارت کریں اور مولیٰ اولیاء اللہ صاحبِ تاریخ مازندران سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں کئی دفعہ اس جگہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں اور اس مقام کا بوسہ لیا ہے۔

(تاریخ مازندران صفحہ ۱۳۰)

### مسیب کے نام امام موسیٰ کاظمؑ کی وصیت

امام موسیٰ کاظمؑ نے وصیت کی تھی کہ انھیں ہتھکڑیوں اور پیر یوں سمیت دفن کیا جائے۔

(منتخب التواریخ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)

مسیب کہتا ہے کہ امامؑ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ نجس آدمی سندی بن شاہک لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ میری تجہیز و تکفین کو سرانجام دے کر مجھے دفن کرے گا یہ بات ہرگز نہ ہوگی جب مجھے یہ لوگ مشہور مقبرے میں جو مقابر قریش کے نام سے مشہور ہے لے جائیں تو مجھے لحد میں رکھ دینا میری قبر کو بلند کرنا۔ میری زیارت سے (تقیہ میں) اجتناب کرنا میری قبر کی مٹی (بطور شفا) نہ لینا۔ میرے دادا حسینؑ کی قبر کی مٹی کے علاوہ ہر قبر کی مٹی حرام ہے اللہ نے اُس کی (امام حسینؑ) قبر کی مٹی کو ہمارے شیعوں اور دوستوں کیلئے شفا قرار دیا ہے۔

(عیون المعجزات صفحہ ۱۲۸)

### امام علی رضاؑ کا بغداد آ کر سامانِ تجہیز و تکفین کرنا

شیخ کلینی نے امام موسیٰ کاظمؑ کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ جب امام موسیٰ کاظمؑ کو مدینہ سے عراق کی طرف لے جا رہے تھے تو آنجناب نے امام رضاؑ کو حکم دیا کہ ہر رات ان کا بستر گھر کی دہلیز میں ہم بچھاتے تھے اور نماز عشاء کے بعد آپ آتے اور گھر کی دہلیز میں صبح تک رات بسر کرتے۔ جب صبح ہوتی تو گھر میں تو گھر میں تشریف لے جاتے اور چار سال تک آپ کا یہی دستور رہا۔ یہاں تک کہ ایک رات ہم نے آپ کا بستر بچھایا، لیکن آپ تشریف نہ لائے اس سے اہل و عیال کے دل وحشت زدہ ہوئے اور ہم بھی حضرت کے نہ





آنے سے صبح تک خوف زدہ اور دہشت ناک رہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ خورشیدِ رفعت و جلالت طالع ہوا اور گھر میں تشریف لے گئے اور ام احمد (والدہ) کے پاس گئے اور فرمایا وہ امانت لے آؤ جو میرے پدر بزرگوار نے سپرد کی ہے۔

ام احمد نے جب یہ بات سنی تو نوحہ و زاری شروع کر دی اور سینہ پر درد سے آہ سرد کھینچی کہ خدا کی قسم وہ منوس دلی درد مند ان اور انیس جان مستمند ان اس دارِ فانی سے الوداع کر گیا، پس حضرت نے اسے تسلی دی اور نوحہ و زاری و بے قراری سے منع کیا اور فرمایا اس راز کو فاش نہ کرو۔ اس حسرت کی آگ کو سینہ میں پنہاں رکھو۔ جب تک کہ حضرت کی شہادت کی خبر والی مدینہ کو نہ پہنچے۔

ام احمد نے وہ ودائع اور امانتیں ان کے پاس تھیں حضرت کے سپرد کیں اور عرض کیا کہ جب اس گل بوستان نبوت و امامت نے مجھ سے وداع فرمایا تو یہ امانتیں میرے سپرد کی تھیں اور مجھے فرمایا تھا کہ اس راز سے کسی کو باخبر نہ کرنا اور جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے بیٹوں میں سے جو کوئی تمہارے پاس آئے اور ان کا مطالبہ کرے تو اس کے سپرد کر دینا اور جان لینا کہ اس وقت میں دنیا سے وداع کر چکا ہوں گا۔ پس حضرت نے وہ امانتیں لے لیں اور حکم دیا کہ ان کے پدر بزرگوار کی شہادت سے زبان بند رکھیں یہاں تک کہ خبر آ پہنچے۔

پھر آپ گھر کی دہلیز میں کبھی نہ سوئے۔ راوی کہتا ہے کہ چند دن کے بعد آپ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی۔ جب ہم نے معلوم کیا تو اسی رات آپ کی شہادت واقع ہوئی تھی جس میں امام رضا تائب الہی سے مدینہ سے بغداد پہنچے اور اپنے والد ماجد کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے تھے۔ اس وقت امام رضا اور اہل بیت عصمت نے امام موسیٰ کاظم کے ماتم کا قیام کیا۔

(جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۴۱۰، ۴۱۱)

امام محمد تقی بغداد میں

جب مامون نے امام محمد تقی کو ان کے والد بزرگوار کی وفات کے بعد بغداد بلایا اور اپنی

بٹی کی شادی آپ سے کر دی تو آنجناب مامون کی بُری معاشرت سے بغداد میں اتنے تنگ ہوئے کہ اس سے اجازت لی اور حج بیت اللہ الحرام کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں سے اپنے جد بزرگوار کے مدینہ لوٹ آئے اور مدینہ میں قیام فرمایا اور آپ مدینہ میں رہے کہ مامون کی وفات ہوئی اور اس کے بھائی معتمد نے خلافت غصب کر لی یہ ۱۷۲ رجب ۲۱۸ھ کا واقعہ ہے اور جس وقت معتمد خلیفہ ہوا اور اس نے اس معدن سعادت و خیرات کے زیادہ فضائل و کمالات دیکھے تو حسد کا شعلہ اس کے سینہ کے اندر منتقل ہوا اور حضرت کو راستہ سے دور کرنے کے درپے ہوا اور آنجناب کو بغداد بلایا جب آپ نے بغداد جانے کا ارادہ کیا تو حضرت امام علی نقی کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا اور اکابر شیعہ اور ثقات اصحاب کی موجودگی میں حضرت کی امامت پر نص صریح بیان کی اور کتب علوم الہی اور اسلحہ و آثار رسالت پناہ اور باقی انبیاء اپنے فرزند کے سپرد کئے اور دل شہادت پر آمادہ رکھا۔ اپنے فرزند سے رخصت ہوئے اور دل خونین کے ساتھ اپنے جد امجد کی تربت سے جدائی اختیار کی اور بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور معتمد لعین نے اس سال کے آخر میں آپ کو زہر سے شہید کیا۔

امام محمد تقی کو زہر دیا جانا

اس مظلوم امام کی شہادت کی کیفیت اختلاف کے ساتھ بیان ہوئی ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ کی بیوی ام الفضل مامون کی بٹی نے اپنے چچا معتمد کی تحریک سے آپ کو زہر دیا کیونکہ ام الفضل حضرت سے منحرف تھی کیونکہ آپ امام علی نقی کی والدہ کو اس پر ترجیح دیتے تھے، اس وجہ سے ام الفضل ہمیشہ حضرت سے شاک تھی اور اس نے اپنے باپ کے زمانہ میں بارہا اپنے باپ سے شکایت کی، لیکن مامون اس کی شکایت پر کان نہیں دھرتا تھا اور جو کچھ وہ امام رضا کے ساتھ کر چکا تھا، اس کے بعد پھر تعرض کرنا اور اہل بیت رسالت کو اذیت دینا اپنی حکومت کے لیے مناسب نہیں سمجھتا تھا سو اے ایک رات کے جب کہ ام الفضل اپنے باپ کے پاس گئی اور شکایت کی کہ حضرت جوآنے عمار یا سر کی اولاد میں سے ایک عورت لے لی



ہے اور حضرت کی بدگوئی کی۔

مامون چونکہ شراب میں مست تھا، لہذا غضب میں آ کر تلوار اٹھالی اور حضرت کے سرہانے پہنچا اور اتنے تلوار کے دار آپ کے بدن پر کئے کہ حاضرین نے یہ گمان کیا کہ آنجناب کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت صحیح و سالم ہیں اور آپ کے بدن پر زخم کا کوئی نشان نہیں ہے۔

کتاب عیون المعجزات سے نقل ہوا ہے کہ جب امام محمد قبی بغداد میں داخل ہوئے اور معتمد کو ام الفضل کا آپ سے انحراف معلوم ہوا تو اسے بلایا اور حضرت کے قتل پر راضی کر لیا اور اس کے پاس زہر بھیجا کہ وہ اسے حضرت کے کھانے میں ملا دے۔

ام الفضل رزاقی انکو زہر آلود کر کے اس امام مظلوم کے پاس لے آئی اور جب حضرت نے دوا انکو رکھائی اور زہر کا اثر آپ کے بدن میں ظاہر ہوا تو ام الفضل اپنے کیے پر پشیمان ہوئی، لیکن اب کوئی چارہ نہیں کر سکتی تھی تو گریہ و زاری کرنے لگی۔ حضرت نے فرمایا اب مجھے قتل کرنے کے بعد گریہ کرتی ہے۔ خدا کی قسم ایسی بیماری میں مبتلا ہوگی کہ جس پر مرہم پٹی نہیں کی جاسکے گی۔ جب وہ نونہال جو بیمار امٹ ابتداے جوانی میں دشمنوں کے زہر کی وجہ سے گر پڑے تو معتمد نے ام الفضل کو اپنے حرم میں بلالیا۔ اس کی شرمگاہ میں ایک ناسور پیدا ہو گیا اور اطباء نے جتنا علاج کیا فائدہ مند نہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ معتمد کے گھر سے باہر آ گئی اور جتنا مال اس کے پاس تھا وہ سب اس بیماری کے علاج پر صرف کیا اور اتنی پریشان حال ہوئی کہ لوگوں سے گدائی کرتی پھری اور بدترین حالات میں ہلاک ہوئی اور دنیا و آخرت گنوا بیٹھی۔

(عیون المعجزات صفحہ ۱۵۷)

مسعودی نے اثبات الوصیہ میں بھی تقریباً اسی طرح لکھا ہے سوائے اس کے کہ اس نے کہا ہے معتمد اور جعفر بن مامون دونوں نے مل کر ام الفضل کو حضرت کے قتل کرنے پر

آمادہ کیا اور جعفر بن مامون اس امر کی سزا میں مستی کی حالت میں کنوئیں سے گرا اسے مردہ حالت میں کنوئیں سے نکالا گیا۔ علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں نقل کیا کہ جب لوگوں نے معتصم کی بیعت کر لی تو وہ حضرت امام محمد تقیؑ کے حالات کی تلاش میں لگا اور عبدالملک کو جو والی مدینہ تھا خط لکھا کہ وہ حضرت کو ام الفضل کے ساتھ بغداد بھیج دے۔ جب آپ بغداد میں تشریف لائے تو بظاہر آپ کی عزت و تکریم کی اور حضرت و ام الفضل کے لیے تحفے تحائف بھیجے پھر شربت لیموں نمکین حضرت کے لیے استناس نامی غلام کے ہاتھ بھیجا اور وہ ظرف شربت سر بہر تھا۔ جب وہ غلام حضرت کی خدمت میں شربت لے کر آیا تو کہنے لگا کہ یہ وہ شربت ہے جو خلیفہ نے خود اپنے لیے بنایا ہے اور خود خواص کی جماعت کے ساتھ استعمال کیا ہے اور یہ حصہ آپ کے لیے بھیجا ہے کہ اسے برف کے ساتھ ٹھنڈا کر کے تناول فرمائیں اور جتنا اس امام مظلوم نے اس کے پینے سے انکار کیا اس ملعون نے زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ آپ نے جاننے کے باوجود وہ شربت زہر آلود نوش فرمایا اور اپنی حیات کثیر البرکات سے دستبردار ہوئے۔

(اثبات الوصیہ صفحہ ۱۵۰)

شیخ عیاشی نے زرقان ابن ابی داؤد قاضی کے دوست اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہنے والے سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ ایک دن ابن ابی داؤد معتصم کے دربار سے غمناک حالت میں گھر واپس آیا۔ اس کے غم و اندوہ کے متعلق میں نے سوال کیا تو کہنے لگا کہ آج کا دن ابو جعفر محمد بن علی کی وجہ سے اتنا سخت گزرا ہے کہ میں نے آرزو کی کہ کاش میں آج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ میں نے پوچھا کہ کیا ہوا۔

کہنے لگا ہم خلیفہ کے دربار میں حاضر تھے کہ ایک چور کو لے آئے کہ جس نے خود چوری کا اقرار کیا تھا اور خلیفہ نے چاہا کہ اس پر حد جاری کرے، پس اس نے علماء اور فقہاء کو اپنی مجلس میں اکٹھا کیا اور محمد بن علی کو بھی بلایا۔ پھر ہم سے پوچھا کہ ہاتھ کہاں سے کاٹنا



چاہئے میں نے کہا کہ کلائی سے کاٹنا چاہئے۔ وہ کہنے لگا کہ کس دلیل سے۔ میں نے کہا کہ آیت تمیم کی وجہ سے فامحو البوجو حکم و ایدیکم مسح کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا، کیونکہ خداوند عالم نے اس آیت میں ہاتھ کی ہتھیلی پر اطلاق کیا ہے اور اہل مجلس کی ایک جماعت نے بھی میری موافقت کی اور بعض دوسرے فقہانے کہا کہ کہنی سے ہاتھ کاٹنا چاہئے اور انہوں نے آیت وضو سے استدلال کیا اور کہنے لگے خداوند عالم فرماتا ہے و ایدیکم الی المرافق لہذا ہاتھ کہنی تک ہے۔ پس معتمد حضرت امام محمد قحی کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا آپ کیا فرماتے ہیں۔ انہوں نے کہا حاضرین نے کہا ہے اور تو نے سنا ہے، معتمد نے کہا کہ مجھے ان کے کہے ہوئے سے سروکار نہیں جو آپ جانتے ہیں وہ بتائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس سوال سے معاف کرو۔ خلیفہ نے انہیں قسم دی کہ ضرور آپ بتائیں۔

حضرت نے فرمایا اب چونکہ تو نے قسم دی ہے تو میں کہتا ہوں کہ تمام حاضرین نے اس مسئلہ میں خطا کی ہے، بلکہ چور کی حد یہ ہے کہ اس کی چار انگلیاں کاٹی جائیں اور اس کی ہتھیلی رہنے دی جائے۔

معتمد نے کہا کہ کس دلیل سے۔ آپ نے فرمایا اس لیے کہ رسول خداؐ نے ہجود کے سلسلہ میں فرمایا کہ سات جگہیں زمین پر لگنی چاہئیں کہ جن میں سے دو ہاتھ کی ہتھیلیاں بھی ہیں، پس اگر چور کا ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹا گیا تو اس کی ہتھیلیاں باقی نہیں رہتیں تاکہ وہ عبادت خدا میں ان پر سجدہ کرے، حالانکہ مواضع ہجود حقوق اللہ ہیں اور کسی کو اس پر حق نہیں کہ اسے کاٹے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ ”وان المساجد للہ“ کہ مساجد مخصوص ہیں اللہ کے لیے۔ معتمد نے آپ کے کلام کو پسند کیا اور حکم دیا تو چور کا ہاتھ وہیں سے کاٹا گیا کہ جہاں سے حضرت نے فرمایا تھا۔ اس وقت مجھ پر قیامت گزر گئی اور میں نے تمنا کی کہ کاش میں مر گیا ہوتا اور ایسا روز بد نہ دیکھا ہوتا۔

زرقان کہتا ہے کہ تین دن کے بعد ابن ابی داؤد خلیفہ کے پاس گیا اور تنہائی میں اس



سے کہا کہ خلیفہ کی خیر خواہی مجھ پر لازم و ضروری ہے اور وہ معاملہ جو آج سے چند دن پہلے واقع ہوا ہے۔ وہ آپ کی سلطنت اور حکومت کے لیے مناسب نہیں تھا، کیونکہ خلیفہ نے اس مسئلہ کے لیے جو اس کے مشکل ہو گیا تھا علماء امصار کو بلایا اور وزراء و افسران و امراء اور پولیس اور باقی اکابر و اشراف کے سامنے ان سے سوال کیا اور انہوں نے ایک طریق پر جواب دیا اور پھر اس قسم کی مجلس میں اس شخص سے سوال کیا کہ جسے اہل عالم میں سے آدھے لوگ امام اور خلیفہ سمجھتے ہیں اور خلیفہ کو اس کے حق کا غاصب شمار کرتے ہیں اور اس نے تمام علماء کے خلاف فتویٰ دیا اور خلیفہ نے تمام علماء کا قول چھوڑ کر اس کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا۔ یہ خبر لوگوں کے درمیان منتشر ہو گئی اور یہ حجت و دلیل ہو گئی اس کے شیعوں اور مولیوں کے لیے۔ مقتسم نے جب یہ باتیں سنیں تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ متنبہ ہوا اور کہنے لگا خدا تجھے جزائے خیر دے کہ تو نے مجھے ایسے امر سے آگاہ کیا کہ جس سے میں غافل تھا۔ چند روز کے بعد اپنے ایک منشی کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ حضرت کو دعوت دے اور ان کے کھانے میں زہر ملا دے۔ اس بد بخت نے حضرت کو مہمانی پر بلایا۔ حضرت نے معذرت کی کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہاری مجلس میں حاضر نہیں ہوتا۔ اس ملعون نے بہت اصرار کیا کہ مقصد آپ کے کھانا کھلانے اور آپ کی تشریف آوری سے ہمارے گھر کا متبرک ہونا ہے اور خلیفہ کا ایک وزیر بھی آپ سے ملاقات کی خواہش رکھتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آپ کی صحبت سے شرفیاب ہو۔ پس اس نے اتنا اصرار کیا کہ امام مظلوم اس کے گھر تشریف لے گئے۔ جب کھانا لے کر آئے اور حضرت نے تناول فرمایا تو آپ نے زہر کا اثر اپنے گلے میں محسوس کیا تو کھڑے ہو گئے اور اپنا گھوڑا منگوا لیا۔

صاحب مکان آپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ٹھہرنے پر اصرار کیا۔ حضرت نے فرمایا جو کچھ تو نے میرے ساتھ کیا ہے اگر اب میں تیرے مکان پر نہ رہوں تو تیرے لیے بہتر ہوگا اور جلدی سے سوار ہو کر اپنے مکان کی طرف پلٹ گئے۔ جب اپنے مکان میں پہنچے تو



اس زیرِ قاتل کا اثر آپ کے بدن شریف میں ظاہر ہوا اور تمام دن آپ رنجور و نالاں رہے یہاں تک کہ آپ کے طائرِ روح نے درجاتِ بہشت کی طرف پرواز کی۔

(فتنی الآمال جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

لاشِ اقدس دارالامارہ سے نیچے پھینک دی گئی

جب امام محمد قس کی شہادت ہو چکی تو آپ کی لاش کو قصرِ دارالامارہ کی چھت پر لے جایا گیا اور اوپر سے زمین کی طرف پھینک دیا گیا۔

(نہر المصاب صفحہ ۹۶۸)

امام محمد قس کی تجہیز و تکفین

آپ کا جنازہ غسل و کفن کے بعد مقابرِ قریش میں لے آئے اور ان کے جدِ بزرگوار امام موسیٰ کاظم کی پشتِ سر کی طرف دفن کیا اور بحسب ظاہر واثق باللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، لیکن درحقیقت حضرت امام علی نقی علی الارض کے ذریعہ مدینہ سے آئے اور اپنے والد بزرگوار کے غسل و کفن و نماز و دفن کا اہتمام کیا اور کتاب بصائر الدرجات میں ایک ایسے شخص سے روایت ہے کہ جو ہمیشہ امام علی نقی کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ جس وقت حضرت بغداد میں تھے۔ میں ایک دن حضرت امام علی قس کے ساتھ مدینہ میں بیٹھا تھا اور حضرت ابھی بچے تھے اور آپ کے سامنے ایک تختی تھی کہ جسے آپ پڑھ رہے تھے۔ اچانک آپ کی حالت متغیر ہو گئی اور آپ اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے۔ اچانک میں نے گریہ و زاری کی آواز سنی جو حضرت کے گھر سے بلند تھی۔ کچھ دیر کے بعد حضرت باہر آئے تو میں نے ان حالات کا سبب پوچھا۔

فرمایا اسی وقت میرے والد بزرگوار نے وفات پائی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو



کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا کہ خداوند عالم کے اجلال و تعظیم کی ایک حالت مجھ پر طاری ہوئی کہ اس سے پہلے میں اپنی ذات میں ایسی حالت محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس حالت سے میں سمجھا ہوں کہ میرے والد وفات پا گئے ہیں اور امامت میری طرف منتقل ہو گئی ہے۔ کچھ مدت کے بعد خبر آئی کہ حضرت اسی وقت رحمۃ الہی سے واصل ہوئے تھے۔ ماہ ذیقعد کے آخر میں ۲۹/ ذیقعد ۲۲۰ھ کو آپ شہید ہوئے۔

(بصائر الدرجات)

jabir.abbas@yahoo.com





﴿باب ۴﴾

## روضہ کاظمین کی تاریخ

کاظمین کی زمین امام موسیٰ کاظمؑ نے خریدی تھی

علی بن حسین مسعودی نے لکھا ہے کہ بعض مورخین نے اظہار کیا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ جہاں دفن ہوئے وہاں کی زمین انھوں نے اپنی شہادت سے قبل (کسی صحابی کے ذریعے سے) خرید فرمائی تھی۔

(اثبات الوصیہ صفحہ ۱۶۴)

ابراہیم زنگنہ کا بیان ہے کہ بعض شیعہ مورخین مثلاً شیخ جمال الدین یوسف بن حاتم عالمی جو محقق حلی کے شاگرد تھے ابن طاووس حلی سے انھیں اجازہ بھی حاصل تھا، اپنی کتاب ”الذکر النظیم“ میں تاکید کی ہے کہ جس بقع میں امام موسیٰ کاظمؑ دفن ہوئے آپ نے پہلے ہی وہ زمین خرید لی تھی کہ جو مقبرہ قریش کے باغ شونیزہ صغیر میں واقع تھی جب رجب ۱۸۳ھ میں سندی بن شاہک نے آپ کو زہر دیا اور آپ شہید ہو گئے تو آپ کو اسی بقع میں دفن کیا گیا جو مقابر عباسیین سے جدا تھا اسی طرح ۲۲۰ھ میں امام محمد تقیؑ آپ کے پہلو میں دفنائے گئے۔ ان دونوں قبروں پر عمارت بنادی گئی اور یہ جگہ ”کاظمین“ مشہور ہو گئی۔

اس کے نزدیک ہی مسجد باب التین واقع تھی۔ امام کے چاہنے والے تقیہ میں اسی مسجد سے زیارت کرتے تھے جس کی وجہ سے یہ جگہ مشہد باب التین بھی کہی جانے لگی۔

(مشاہیر مدفون در کاظمین صفحہ ۱۹، ۲۰)



۲۲۰ھ میں دونوں اماموں کی قبروں پر سادھی سی عمارت تھی۔ علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ یہ عمارت سلیمان بن جعفر (برادر ہارون) نے بنوائی تھی۔

(جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)

یہاں تک کہ سو برس گزر گئے اور بوہیوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ انھوں نے روضے کی تعمیر کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا اور روضہ اقدس کی اولین تعمیر کی سعادت حاصل کر لی۔ ذیل میں روضہ کاظمین کی عہد بہ عہد ارتقائی تاریخ تعمیر پیش کی جا رہی ہے۔

## روضہ کاظمین عہدِ بوہی میں

(۳۲۲ھ تا ۴۲۷ھ)

### روضہ کاظمین کی پہلی تعمیر

خاندانِ بوہی کا تیسرا بادشاہ معز الدولہ ہوا جس نے ۳۲۳ھ میں بغداد کے معاملات کی ذمہ داری سنبھالی۔ اسے خاندانِ رسولؐ سے بے پناہ عقیدت تھی اور اسی رشتے سے وہ علماء کا بھی بے حد احترام کیا کرتا تھا۔ روضہ کاظمین کی اولین تعمیر کی سعادت اسی کو حاصل ہوئی۔

۳۳۶ھ میں اس نے حکم صادر کیا کہ روضہ کاظمین کی تعمیر کا کام شروع کیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل میں حرم اقدس کی تعمیر کا آغاز ہو گیا اور دونوں آئمہ کی قبروں پر لکڑی کی ضخیم نصب کی گئیں جو کہ ساج کی لکڑی کی تھیں۔ ان ضربیوں پر دو گنبد بھی بنائے گئے جو خالص ساج کی لکڑی کے تھے۔ دونوں ضربیوں کو چار دیواری میں محفوظ کیا گیا اور حرم کی حفاظت کے لئے دیلمی فوجیوں کا پہرہ بٹھایا گیا۔

(صدی القواد صفحہ ۱۲۱۱)



اس مقدس عمارت کی تعمیر کے بعد قبرستان قریش کے گرد موجود علاقے نے شہر کی شکل اختیار کرنا شروع کی۔ حرم اقدس کے ارد گرد لوگ آباد ہونا شروع ہوئے۔ جب ۳۵۶ھ میں معز الدولہ نے وفات کی تو پہلے وہ اپنے گھر ہی میں دفن کیا گیا اس کے دو سال بعد ۳۵۸ھ میں اس کی میت کو گھر سے نکال کر اس قبر میں دفن کیا گیا جو قریش کے قبرستان (مقابر قریش) میں بنائی گئی تھی۔

(وفیات الاعیان جلد اول صفحہ ۱۵۸، البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۲)

## شیخ صدوق نے روضہ کاظمین کی پہلی ضریح دیکھی تھی

ظاہر ایہ معلوم ہوتا ہے کہ روضہ کاظمین کی پہلی تعمیر اس قدر وسیع تھی کہ اس میں نمازیوں اور زائرین کی ایک بڑی تعداد نماز پڑھ سکتی تھی جیسا کہ شیخ صدوق نے اپنی کتاب ”من لا یحضرہ الفقہ“ کی کتاب الزیارات میں اور روایت الذہبی میں عید غدیر کے اعمال میں ذکر کیا ہے۔

(من لا یحضرہ الفقہ ۴ صفحہ ۲۰۰)

## روضہ پر نذر کی گئی زر و قدیل

معز الدولہ کی تعمیر کے بعد روضہ اقدس پر زائرین نے ہدیے اور تحفے نذر کئے۔ روایت کی گئی ہے کہ اس تعمیر کے بعد جو تحائف نذر کئے گئے اس میں ایک زر و قدیل انتہائی اہم ہے جو اپنی مثال نہیں رکھتی تھی یہ ابی الحسن علی بن عبد اللہ بن وکیف الناشی شاعر اہلبیت کا شاہکار تھی جس نے ۳۶۵ھ میں وفات کی۔

(مجموع الادباء جلد ۱۳ صفحہ ۲۸۵)

## حرم اقدس کے گرد احاطے کی تعمیر

جب ۳۸۷ھ میں دجلہ میں طغیانی آئی تو مشرقی جانب سے بغداد کے بہت سے



حصے زیر آب آگئے اور باب آئین کے پاس جو قبریں تھیں غربی جانب، وہ غرق آب ہو گئی تھیں۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۹۳)

اس کے نتیجے میں عضد الدولہ نے روضہ اقدس کے گرد ایک دیوار بنا کر قبروں کی حفاظت کی۔

(صدی الفوائد صفحہ ۱۲)

بہت ممکن ہے کہ اس سلسلے میں عضد الدولہ نے اور بھی اضافے کروائے ہوں جس کا ذکر مورخین نے نہیں کیا۔ کیونکہ دیگر تواریخ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۳۶۹ھ میں عضد الدولہ نے بغداد میں بہت سے گھروں کی تعمیر کروائی۔ بازاروں اور مساجد کی تعمیر کا حکم جاری کیا اور کیونکہ بغداد کافی حد تک برباد ہو گیا تھا تو اس نے بغداد کی تعمیر میں خاصی رقم صرف کی۔ جو عمارتیں کمزور تھیں انہیں درست کروا کر دوبارہ تعمیر کروایا۔ مسجدوں میں موزنوں، پیش نمازوں اور قاریان قرآن کے وظیفے مقرر کئے۔ غریبوں اور محتاجوں کے لئے مکانات بنوائے اور اس کام کے لئے ماہر کاری گروں کا انتخاب کیا۔

(تجارب الامم جلد ۶ صفحہ ۴۰۲، ۴۰۵)

زائرین کی سیرابی کیلئے شرف الدولہ کی خدمات

۳۷۶ھ سے ۳۷۹ھ کے درمیان شرف الدولہ ابن عضد الدولہ بغداد آیا اور اس کے حکم پر اس کے ترکی نمائندے ابوطاہر سباشی نے نہر دجلہ سے حرم تک پانی کی فراہمی کا سلسلہ مکمل کیا تاکہ زائرین کو پریشانی نہ ہو۔

(فرحۃ الغری صفحہ ۱۳)

جلال الدولہ اور اس کے فرزند فولا دستون کا مدفن

۴۳۵ھ میں ابوطاہر جلال الدولہ ابن بھاء الدولہ ابن عضد الدولہ کی وفات ہوئی۔ اسے اس کے گھر میں دفن کیا گیا۔ پھر ۴۳۶ھ میں اس کا تابوت نکال کر مشہد باب



اتھین میں منتقل کیا گیا جہاں اس کی مخصوص قبر بنائی گئی۔ اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا فلا دستون ابو منصور ۴۴۱ھ میں مرا تو اسے اس کے باپ کے پہلو میں دفن دیا گیا۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۳۷، ۳۸)

**بغداد کا فتنہ عظیم اور روضہ اقدس کا مسمار ہونا**

۴۴۱ھ میں شیعوں پر عاشورہ منانے پر پابندی لگادی گئی۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۵۳)

اس کے نتیجے میں بہت بڑا فتنہ کھڑا ہو گیا۔ پھر اگلے برس ۴۴۲ھ میں شیعہ سنی اتحاد ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امام محمد سنوی نے بغداد کی پولیس کی سربراہی سنبھال لی تھی جو کہ نہایت ظالم شخص تھا، تو سب نے آپس میں اتفاق کر لیا کہ جب وہ ہمارے معاملات میں دخل اندازی کر لے گا تو ہم سب اسے قتل کر دیں گے۔ یہاں تک کہ شیعہ سنی مقابر قریش کی جانب گئے اور اذان دی اور اس میں جی علی خیر العمل بھی کہا۔

(انجوم الزاہرہ جلد ۵ صفحہ ۴۵)

۴۴۳ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھا گیا ہے کہ اس سال صفر کے مہینے میں سنی و شیعہ کے درمیان آتش فتنہ و فساد اس طرح مشتعل ہوئی کہ یہ فساد ہائے سابق سے جوان و فرقوں کے درمیان ہوتے رہے بدرجہا بڑھا ہوا تھا جو اتفاق و اتحاد کہ اب سے پہلے سال مابین میں ان کے درمیان قرار پایا تھا۔ چونکہ سنیوں میں کہنے بھرے ہوئے تھے۔ اس کو ثبات و دوام نہ ہو سکا۔ بظاہر اس فساد تازہ کا یہ سبب ہوا کہ اہل کرخ (شیعہ) نے باب السماکین بغداد (پچھلی فروشوں والا دروازہ) بنانا شروع کیا اور قلا مین (سنیوں) نے باب مسعود سے جس قدر باقی تھا اس کو پورا کیا۔ کرخ والے اپنے کام سے فارغ ہوئے تو انھوں نے کچھ برج بنائے ان کے اوپر سنہری حرفوں میں لکھا محمد و علی خیر البشر سنیوں کو ناگوار ہوا۔ انھوں نے کہا شیعوں نے یہ لکھا ہے محمد و علی خیر البشر فمن



رضی قد شکرو من فقد کفر کہ محمدؐ علی بہترین انسان ہیں جو اس پر راضی ہوا شکر گزار ہوا۔ جس نے انکار کیا کافر ہو گیا مگر اہل کرخ نے اس زیادتی سے انکار کیا اور کہا ہم نے صرف اس قدر لکھا ہے جتنا کہ ہمیشہ اپنی مساجد میں لکھا کرتے ہیں یعنی محمدؐ علی خیر البشر لکھا ہے۔ خلیفہ عباسی القائمؑ بامر اللہ نے عباسیوں کے نقیب ابو تمام اور علویوں کے نقیب عدنان ابن الرضی کو مقرر کیا کہ اس کی تحقیقات کر کے خلیفہ کو خبر دے۔ دونوں نے (بالا تفاق) رپورٹ کی کہ اہل کرخ کا قول بالکل درست ہے کیا معنی کہ انھوں نے فقرہ بالا بغیر زیادتی مذکور کے لکھا ہے۔ حکم ہوا کہ نواب رحیم موقعہ پر جا کر لڑائی کو بند کرادے مگر انھوں نے نہ مانا اور غلبہ کر کے کرخ والوں کو دجلہ کے پانی سے روک دیا۔ یہ امر ان کے اوپر سخت گراں گزرا۔ ایک جماعت لڑنے مرنے کو تیار ہو کر آگے بڑھی اور لب دریا پہنچ کر ظروف کو پانی سے پُر کیا اور ان پر گلاب چھڑک کر منادی کہ ”پانی کی سبیل ہے“ سنیں کو زیادہ طیش آیا اور ان کے رئیس الرؤساء نے شیعوں پر تشدد کرنا شروع کیا۔ انھوں نے لفظ خیر البشر کا محمدؐ علی کے آگے سے محو کر کے بجائے اس کے علیہا السلام لکھ دیا مگر سنی اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور کہنے لگے کہ وہ ایٹھ جس پر محمدؐ علی کا نام لکھا ہے نکالا ہی جائے اور جی علی خیر العمل اذان سے موقوف ہو۔ شیعوں نے ان دونوں باتوں سے انکار کیا اور لڑائی تیسری ربیع الاول تک جاری رہی۔ حتیٰ کہ ایک مرد سنی ہاشمی اس جنگ و جدل میں مارا گیا (پھر تو سنیوں کے غیظ و غضب کا کچھ ٹھکانا نہ رہا) اس کے رشتہ داروں نے اس کی لاش کو جنگ آدروں کے پاس باب بصرہ کے باشندوں اور جہاں جہاں سنی رہتے تھے سب جگہوں کا طواف کرایا اور اس کے انتقام پر اُسکیا پھر احمد بن ضبیل کے مقبرے میں لے جا کر دفن کیا۔ ان کے ساتھ بہت سی خلقت پہلے سے بدرجہا زیادہ جمع ہو گئی۔ دفن سے پلٹے تو سیدھے مشہد باب التین مرزا کا نظمیں علیہا السلام کا رخ کیا۔ دربانوں نے دروازہ بند کر لیا انھوں نے فصیل میں نقب لگائی اور دربانوں کو دھمکایا۔ انھوں نے دروازہ کھول دیا۔ یہ اندر گھس گئے اور قندیلیس، دوازے نقرئی و طلائی



اور پردہائے زردوزی تمام لوٹ لیے۔ اس کے علاوہ دیگر مکانات اور مقبروں میں جو سامان پایا سب غارت کیا۔ رات کو واپس ہوئے۔ مگر اگلے روز پھر صبح کو اکٹھے ہو کر گئے اور اب اس مکان مقدس میں آگ لگا دی اس سے ضریح امام موسیٰ اور ضریحان کے پوتے محمد بن علی الجواد کی اور ان کے اوپر کی چوب۔ سال کے قتبے جل کر خاکستر ہو گئے۔ ان کے علاوہ جو آس پاس ملوک آل بویہ معز الدولہ و جلال الدولہ و دیگر امراء و وزراء کی قبریں تھیں اور قبر جعفر بن ابی جعفر منصور کی اور محمد بن رشید امین اور اس کی ماں زبیدہ خاتون کی تمام جلادیں اور وہ امر شنیع و فظیح واقع ہوا کہ دنیا میں ویسا شنیع و فظیح امر نہ ہوا تھا۔ اس سے دوسرے روز جب اس پر بھی ان کی آتش قبر و غضب ٹھنڈی نہ ہوئی (۵ ربیع الاول کو پھر وہاں گئے اور موسیٰ بن جعفر و محمد بن علی کی قبریں کھودیں تاکہ ان کو نقل مکان کریں اور احمد بن حنبل کے مقبرے میں لے جا کر دفن کریں۔ مگر ہدم ان کی اور معرفت قبر کے درمیان حائل ہوا اور یہ کھدائی کسی اور برابر کی قبر پر واقع ہوئی اور ابو تمام نقیب عباسیہ و دیگر ہاشمیوں اور سنیوں کو یہ حال معلوم ہوا تو وہاں گئے اور ان کو اس حرکت سے منع کیا۔

(تاریخ الکامل جلد ۹ صفحہ ۵۹)

## ۴۴۴ھ میں روضہ اقدس کی دوسری تعمیر

جب روضہ کاظمین کی بے حرمتی کی خبر نور الدولہ دُئیس بن مزید کو پہنچی تو وہ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ لوگوں نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا لیکن اس نے پروہ نہ کی۔ روضہ اقدس کی تعمیر کے لئے رقم جمع کی، اس سلسلے میں شیعوں نے بھی اس کا ساتھ دیا اور حرم اقدس کی تعمیر کا آغاز ہو گیا۔ دوسرا اہم کام اس نے یہ کیا کہ شیعوں کا خطبہ جمعہ بھی دوبارہ جاری کروایا جس پر شدید پابندی تھی۔ جس پر اسے حکام کی جانب سے شدید غیظ و غضب کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے جواب دیا کہ اس شہر کے سب لوگ شیعہ ہیں پس ان پر کوئی زبردستی نہیں



کر سکتا۔ پس جمعہ کا خطبہ اسی طرح ہونے لگا۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۵۹، ۶۰)

بسائیری اور ملک رحیم نے مل کر حرم اقدس کی تعمیر کا ارادہ کیا، عمارت کی تعمیر شروع ہوئی اور دونوں قبروں پر نئے گنبد رکھے گئے اور حرم کے لئے باغ کی تعمیر بھی کی گئی، بالائے عمارت قہر تعمیر کیا گیا۔ جنوبی سمت صحن اور وسیع مسجد تعمیر کی گئی اور بلند مینار بنوائے گئے۔ یہ سب ساموی کی روایت کے مطابق ۴۴۴ھ میں ہوا۔

(صدی الفواد صفحہ ۱۲، ۱۳)

ڈاکٹر مصطفیٰ جواد کی روایت کے مطابق بسائیری نے تنہا یہ سب کام کرایا جب اس نے ۴۵۰ھ میں بغداد کا نظام سنبھالا۔

(تاریخ المشہد الکافی صفحہ ۸)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روضہ اقدس کی تعمیر ۴۴۴ھ سے ۴۵۰ھ تک جاری رہی۔

## روضہ کاظمین عہد سلجوقی میں

(۴۶۹ھ تا ۵۵۲ھ)

۴۶۶ھ میں بغداد کا مشرقی اور بعض مغربی حصہ ڈوب گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دجلہ میں طغیانی آگئی تھی اور راتوں رات بھیا نک سیلاب آگیا، مشہد باب التین ڈوب گیا اور اس کی چار دیواری منہدم ہوگئی۔ پھر شرف الدولہ نے ایک ہزار دینار اس کی تعمیر پر خرچ کئے۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۱۹)

سلطان ملک شاہ اور زیارت روضہ کاظمین

۴۷۹ھ میں جب سلطان ملک شاہ نے شام اور حلب کو فتح کیا تو ماہ ذی الحجہ میں





بغداد آیا اور روضہ امام موسیٰ کاظمؑ و امام محمد تقیؑ کی زیارت کی۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۳۳)

عہد ابو الفضل البر اوستانی میں حرم کی تعمیر

۳۹۰ھ میں مجد الملک ابو الفضل البر اوستانی قتی نے حرم کی تعمیر کا حکم صادر کیا۔ تعمیر شروع ہوئی، دو بلند مینار تعمیر کئے گئے اور گنبد کی صفائی کر کے اسے چکایا گیا۔ دونوں قبروں پر ساج کی لکڑی کے نئے صندوق لگوائے گئے اور حرم کی ایک سمت زائرین کے آرام کے لئے جگہ بنوائی گئی۔

(صدی الفواد صفحہ ۱۴)

مجد الملک شیعوں میں سے تھا اور نیک سیرت اور تہجد گزار انسان تھا۔ ۴۹۲ھ میں قتل کر دیا گیا۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۹۲)

حرم کاظمین کی غارت گری

۵۱۷ھ میں دشمنان اہلبیت نے روضہ کاظمین کا رخ کیا اور اس میں جو کچھ تھا سب لوٹ لیا، اس کی کھڑکیاں تک اکھاڑ لیں اور جو کچھ رومات اور نذرانے تھے سب لوٹ لئے۔ شیعوں نے اس حادثے پر دیوانِ خلیفہ میں جا کر احتجاج کیا۔ اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب ہماری طرف سے نہیں ہوا اور سب شیعوں کو وہاں سے واپس کر دیا۔ اس انکار کے بعد خلیفہ کے خلاف سخت احتجاج ہوا۔ بالآخر اس نے مجبور ہو کر لوٹا ہوا سامان واپس کر دیا۔

(تاریخ مسند دمشق جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)



## روضہ کاظمین دوسرے عہد عباسی میں (۵۷۵ھ تا ۶۵۶ھ)

صندوق، رواق اور میناروں کی تعمیر نو

۵۷۵ھ میں خلافت ناصر الدین اللہ کے ہاتھ آ گئی۔ اس نے دونوں معصومین کی قبروں کے صندوقوں پر سونا چڑھوایا۔ حرم کے رواق تعمیر کئے اور مختلف مینار انتہائی خوبصورت بنوائے اور حرم کے اطراف میں حجروں اور گھروں کی تعمیر کرائی۔

(صدی الفواد صفحہ ۱۳)

روضے کے چاروں طرف شیعوں ہی کی آبادی ہو گئی اور وہاں کے رہنے والوں کو ”اہل مشہد موسیٰ بن جعفر“ یعنی مشہد موسیٰ بن جعفر کے رہنے والے کہا جانے لگا۔

(مرآۃ الزمان صفحہ ۳۵۹)

۵۷۵ھ میں حرم کے رواقوں کے نام

اس زمانے میں ناصر الدین اللہ نے جو رواق بنوائے تھے وہ آج کے دور کے رواقوں سے مشابہہ ہیں۔ اس کے ایک دروازے کا نام ”باب الاول“ تھا، دوسرے دروازے کو ”باب الثانی“ کہا جاتا تھا۔ پھر خلیفہ نے ۶۰۴ھ میں بغداد کے چاروں طرف کچھ گھر بنوائے۔ جو فقیروں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کے لئے تھے۔

(تاریخ ابن اکثیر جلد ۹ صفحہ ۳۱۹)

دجلہ میں طغیانی اور احاطے کی تعمیر نو

۶۱۴ھ میں بغداد میں پھر بہت بڑا سیلاب آیا اور پانی ہر نہر اور ہر طرف سے اُبل کر نکلے لگا یہ مشرقی سمت کا حال تھا، مغربی سمت کے اکثر قریے بہہ گئے اور سب کے سب نہر



کی شکل اختیار کر گئے، دونوں بساتیں برباد ہو گئیں اور باب التین کا مشہد بھی خراب ہو گیا۔  
(تاریخ ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۳۱۹)

ناصر الدین اللہ نے ان بٹاہیوں کے بعد حرم کی تعمیر نو کرائی اور جو کچھ پانی سے خراب ہو گیا تھا سب نیا بنوایا اور حرم کی چار دیواری نئے سرے سے تعمیر کی گئی اور یہ سب اسی سال ۶۱۴ھ میں مکمل ہو گیا۔

(صدی الفواد صفحہ ۱۴)

اس روایت سے اندازہ ہوا کہ دجلہ کی طغیانی سے حرم اقدس کے اطراف میں موجود ہر عمارت متاثر ہوئی لیکن پانی امام موسیٰ کاظم و امام محمد تقی کی قبر اقدس تک نہ آسکا اور صندوق و حرم محفوظ رہے۔

حرم اقدس میں آگ کے شعلے

جب خلافت ظاہر بامر اللہ کی طرف آئی تو ابھی اسے تختِ خلافت پر چند ہی روز گزرے تھے کہ اس نے حرم کاظمین کو جلاؤالا اور ظاہری طور پر اس کی تعمیر کرنا شروع کی تاکہ اس کی عداوتِ اہلبیت ظاہر نہ ہو سکے۔ ابھی تعمیر مکمل نہ ہو سکی تھی کہ مر گیا اور اس کے بیٹے مستنصر نے تعمیر مکمل کی۔

(الفخری ۲۸۷)

ظاہر بامر اللہ کی موت کا سبب حرم کاظمین کی بے حرمتی ہی تھی۔ جب اس کے بیٹے مستنصر کو ۶۲۳ھ میں خلافت ملی تو اس نے حرم کی تعمیر کروائی، گنبد، میناروں اور رواقوں کو تعمیر کیا، حرم کے صحن کو وسیع کیا۔ یہ سب کام احمد جمال الدین نامی شخص کی نگرانی میں ہوا تھا۔ یہاں تک کہ ۶۲۴ھ میں تعمیر مکمل ہو گئی۔

(صدی الفواد صفحہ ۱۴)

## امام موسیٰ کاظمؑ کے قدیم صندوق کی تاریخ

مستنصر نے دونوں معصومین کی مبارک قبروں پر اعلیٰ قسم کی لکڑی کے صندوق نصب کرائے۔ یہ صندوق آج بھی بغداد کے عجائب گھر میں موجود ہیں اور روضہ کاظمین کے قدیم ترین صندوق ہیں۔ جو ۶۲۴ھ میں بنوائے گئے تھے۔

اس صندوق کا طول ۲۵۵ سینٹی میٹر اور عرض ۱۸۳ سینٹی میٹر ہے اور یہ صندوق سطح زمین سے ۹۵ سینٹی میٹر بلند ہے۔ صندوق نہایت قیمتی لکڑی کا ہے جسے آیات قرآنی سے مزین کیا گیا ہے۔ جو سب خط کوفی میں ہیں۔  
صندوق پر کیا گیا جالی کا کام دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ صندوق کے مشرقی سمت خطی کوفی میں یہ عبارت لکھی ہے۔

۱. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ
  ۲. عَنْکُمْ الرَّجْسَ الَّذِیْ فِی الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا۔ هَذَا مَا تَقْرُبُ اِلَی (اللہ) تعالیٰ بعملہ خلیفہ فی ارضہ
  ۳. وَنَائِبِهِ فِی خَلْقِهِ سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا اِمَامُ الْمُسْلِمِیْنَ الْمَفْرُوضِ
  ۴. الطَّاعَةِ عَلٰی الْخَلْقِ اِجْمَعِیْنَ اَبُو جَعْفَرٍ الْمَنْصُورِ الْمُسْتَضَرَّبِ اَللّٰهُ اَمِیرُ الْمُؤْمِنِیْنَ
- نسبت اللہ دعوتہ سنۃ سمانۃ واریع و عشرین (۶۲۴ھ)
- جنوبی سمت خط کوفی میں لکھا ہے کہ:-

۱. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
۲. هَذَا ضَرْحُ اِمَامِ اَبِی الْحَسَنِ مُوسٰی بْنِ جَعْفَرٍ
۳. ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ ابْنِ
۴. الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ عَلَیْهِمُ السَّلَام



یہ صندوق مطہر آج آثار عربیہ، بغداد کے عجائب گھر، کے حجرہ نمبر ۱۶ میں رکھا ہے اور اس کا نمبر ہے ۶۲۳ ع۔

(تاریخ المشہد الکاظمی صفحہ ۳۵، ۳۶)

اس مقدس تابوت کی تصویر شامل کتاب ہے۔ جو عجائب خانہ بغداد کے کیلا لاگ میں شائع ہوئی تھی۔ دیکھئے سومر، جلد ۵ صفحہ ۵۵، الآثار النخب فی دار الآثار العربیہ فی خان مرجان، بغداد۔

عہد عباسی میں کاظمین کے چند اہم واقعات

۶۳۵ھ میں حرم میں ایک بڑا ایوان ہوا کرتا تھا جو کہ باب الدخول (یعنی اندر آنے والے دروازے) کے مد مقابل تھا۔

(حوادث الجامعہ صفحہ ۱۰۱)

شاید یہ بھی مستنصر کے کاموں میں سے ہو۔ ۶۴۶ھ میں شوال کے مہینے میں موسلا دھار شدید بارشیں ہوئیں اور نہ جانے اس قدر برسات ہوئی کہ دریا اور نہریں بہہ گئیں، جس کے نتیجے میں بغداد کی مغربی جانب اکثر جگہیں غرق ہو گئیں اور قبر احمد ابن حنبل بھی خراب ہو گئی، ساتھ ہی ایک محلہ، حرابیہ اور تھاوہ سب بھی ڈوب گئے اور جامع مسجد فخر الدولہ الحسن بن المطلب کا خاصہ حصہ اور مشہد کاظمی کے بھی کافی حصے، بالخصوص دیواریں گر گئیں۔

(الحوادث الجامعہ صفحہ ۲۳۰)

پھر ذی الحج کے مہینے میں پانی کے بڑھ جانے سے دوبارہ طغیانی ہو گئی جو کہ پہلے سے بھی کافی زیادہ بھیانک تھی اور ڈارمستراة، قورج وغیرہ کی جانب پانی بڑھا اور سارے بغداد کی زمین کو زیر آب گویا چھپا ہی دیا تھا۔ مغربی سمت تو غرق ہو گئی تھی مگر مشہد کاظمی جس میں مدفون آئمہ پر لاکھوں سلام ہوں۔ وہاں کا یہ حال تھا کہ چار دیواریں اور کمرے، طاق



وغیرہ گر گئے، دیواریں بیٹھ گئیں اور پانی دونوں ضربیوں کے پاس اس طرح سے کھڑا ہو گیا کہ گویا لگتا تھا کہ سالوں سال سے یہاں سوائے دونوں ضربیوں کے اُپر ہی آدھے آدھے حصوں کے علاوہ کچھ بنا ہی نہیں تھا۔

(موسوعة العتبات المقدسة جلد ۱۲ صفحہ ۳۱)

۶۳۷ھ میں تمام پانی کی تباہ کاریوں کے بعد خلیفہ نے حرم کی چار دیواری کی تعمیر کا حکم صادر کیا۔ پس جب یہ کام شروع کیا گیا تو اُس دوران ایک پیسوں کی تھیلی ملی جس میں قدیمی ایک ہزار درہم تھے، جس میں سے کچھ یونانی بھی تھے اور کچھ بغداد کے تھے۔ جو ۱۳۰ھ کی دہائی کے بنے تھے اور ایک اور سکہ تھا جو کہ اس کے آس پاس کی ہی تاریخ کا بنا ہوا تھا، پس انہیں خلیفہ کے حوالے کیا گیا تو اُس نے حکم دیا کہ انہیں حرم کی تعمیر پر ہی خرچ کیا جائے۔ پس اُن پیسوں کو لوگوں نے مہنگے ترین داموں میں خرید اور اس کے بدلے میں ملنے والی رقومات کو بڑوں تک پہنچایا گیا پھر وہ رقم حرم پر خرچ کی گئی اور وہ اُن کے توقع اور استطاعت سے کہیں زیادہ پیسے ہو چکے تھے۔

(الحوادث الجامعہ صفحہ ۲۳۳)

اُس سال کی گیارہ ذیقعد کو خلیفہ نے حرم امام کاظمین میں دو فانوس، دونوں گنبدوں پر لگوائے پھر اُسی مہینے انہیں نکلوا دیا۔

(الحوادث الجامعہ صفحہ ۲۳۴)

## تعمیرات حرم کا خلاصہ

گزشتہ صفحات میں لکھی گئی تاریخ کو اس طرح خلاصہ کیا جاسکتا ہے کہ:-

- ۱۔ پہلی عمارت شہادت امام موسیٰ کاظم کے فوراً بعد تعمیر ہوئی، اور یہ ایک چھوٹی اور محدود عمارت تھی ایک ہی کشادہ سا کمرہ تھا جس میں قبر تھی اور پر گنبد تھا اور دروازے تھے اور اطراف و جوانب میں کافی پتھر تھے جن پر لوگ بیٹھتے، سوتے اور نکیہ کرتے تھے جس میں



زائرین، خادین سب ہی شامل ہیں اور اُس کے اطراف میں کچھ مساجد تھیں جن میں سے سب سے مشہور مسجد، مسجد باب التین ہے۔

۲۔ دوسری عمارت جو اس پر بنائی گئی وہ عزالدولہ ابو یحییٰ کے بغداد پر اقتدار میں آنے کے بعد، اُس نے ۳۳۶ھ میں حرم کی تعمیر نو کروائی، دونوں قبروں پر ساج کی لکڑی کی ضخیم بنوائیں اور اُن کے اوپر دو ساج کے گنبد بنوائے اور اُن کے اطراف میں ایک قلعہ کی دیوار کی طرح چار دیواری کھینچوادی اور یہ عمارت سب سے پہلی بڑی عمارت تھی اور تاریخی نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ گنبد اتنے بڑے تھے کہ اُن کی وسعت کے دائرے میں نمازیوں اور زائرین کی کثیر تعداد سما جاتی تھی اور دونوں قبریں ایک دوسرے سے فاصلے پر دو کمروں میں تھیں اور جو نفیس اور حسین چیزیں اُس نے تعمیر مکمل ہونے کے بعد مزار کو ہدیٰ تھیں اُن میں سے سب سے اچھی چیز وہ چوکور حسین سی قدیل تھی جو بیتل کی تھی اور اپنے حُسن میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی اس طرح اس عمارت مبارکہ کی تعمیر اور توسیع کے کام باری باری ہوتے رہے اور ضرورت کے تحت توسیع ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ سن ۴۴۳ھ میں اپنی وسعت اور خوبصورتی میں انتہا پر پہنچ گئی اور اس میں قدیلیں، پردے، محراب اور اُن میں سے اکثر محرابیں سونے اور چاندی کی تھیں اور پھر حرم کی ایک بہت بڑی چار دیواری اس کے ارد گرد بنی اور اندر آنے اور باہر جانے کے مختلف دروازے بنائے گئے۔

بہت سے اشراف اور بزرگوں کی کثیر تعداد میں قبریں بن گئیں۔

۳۔ ۴۵۰ھ میں ایک تیسری عمارت کھڑی ہوئی اور وہ بسا سیری عمارت تھی اور اس میں پورے حرم کو نئے سرے سے دوبارہ بنایا گیا اور اس کے دونوں قبروں کے صندوق بدلے گئے اور جنوب کی جانب ایک وسیع ایوان بنایا گیا۔ مسجد اور مینار کی بھی توسیع ہوئی اور اس عمارت میں ضریح کے دو گنبدوں کو ایک ہی گنبد بنادیا گیا۔

۴۔ چوتھی عمارت مجد الملک التمی کی عمارت ہے جو سن ۴۹۰ھ میں بنی تھی جو کہ دو نئے



ساج کے صندوقوں پر مشتمل تھی جو کہ دونوں قبروں پر رکھے گئے تھے اور دو بڑے بڑے مینار جیسا کہ گنبد کو بھی تزئین و آرائش کی گئی اور حرم کے جوار میں ایک مکان بنایا گیا جس میں زائرین کی کافی تعداد آرام کر سکتی تھی اور ٹھہر سکتی تھی۔

۵۔ پانچویں عمارت ناصر الدین اللہ کی سن ۵۷۵ھ میں تعمیر ہوئی، اُس کے بعد بھی وہاں عمارت سا لہا سال تک باقی رہی، اور یہ عمارت تاریخ حرم کاظمین میں سب سے بڑی عمارت تھی اُس وقت تک کیونکہ اُسے اچھا خاصا بڑا بنا دیا گیا اور بہت سی چیزوں کا حرم میں اضافہ کر دیا گیا۔ یہ ناصر الطویل کے دور میں اور اُس کے بعد پر مشتمل ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ تعمیر عباسی دور حکومت کی آخری اور سب سے اچھی تعمیر تھی۔

### عہد عباسی کی تعمیر کا خلاصہ

ہم عہد عباسی کے آخری ادوار کی تعمیر کی خصوصیات کو خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔ جس میں شکلی حالت، اطراف و جوانب سب ہی کا ذکر ہے:-

دونوں قبروں (کی ضریح) پر ایک کافی بڑا گنبد تھا اور اس سے پہلے بویہی دور میں دو گنبد تھے۔ دونوں قبروں پر اچھی لکڑی کے دو صندوق تھے۔ حرم میں کتابخانہ تھا۔

(فرحۃ الغری، کتاب الاقبال صفحہ ۵۹۹)

حرم کے قُرب و جوار میں تیموں کے لئے ایک خاص جگہ موجود تھی۔ حرم میں درسی حلقے قائم تھے۔ حرم میں قبریں بہت زیادہ تھیں۔ حرم سے ایک صحن متصل تھا۔

(حوادث الجامعہ صفحہ ۱۳۶)

اُس صحن میں پتھر اور ایک ایوان یا شاید ایک سے زیادہ تھے۔ دونوں قبروں کے ارد گرد رواق بنے ہوئے تھے۔ حرم میں زائرین کے آرام کے لئے ایک مکان تھا۔ حرم، زائرین کے لئے اور مدحت سرائی کرنے والوں کے لئے ہر عید و تہوار کے لئے ایک بہترین





جگہ تھی۔ حرم کے خدام، دربان اور ایک نفیب (خداموں کا سربراہ) تھا جو پورے حرم کے معاملات کا ناظم تھا۔ حرم کے ارد گرد ایک پورا شہر آباد ہو گیا تھا جو زیادہ تر چاہنے والوں کا تھا۔ حرم کی ایک مخصوص چار دیواری تھی اور وہ بلدیاتی دیواروں کے علاوہ تھی۔

(حوادث الجامعہ صفحہ ۱۸۵، ۲۳۳، ۲۳۰)

یا قوت حموی، حرم کی توصیف یوں کرتا ہے کہ:-

اور اُن کی قبر (یعنی امام موسیٰ کاظم کی قبر) مشہد باب التین کے نام سے جانی جاتی ہے جو کہ اس مقام سے جڑی ہوئی ہے، اور وہ اس وقت ایک پورے بڑے محلے کی شکل اختیار کر چکا ہے جس کے ارد گرد چار دیواری ہے۔

(معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۱۴)

بغداد میں مقابر قریش نامی جگہ ہے جو کہ ایک مشہور قبرستان ہے اور یہ بھی ایک محلہ سا ہو گیا ہے جس کے ارد گرد کافی لوگ آباد ہیں، اس قبرستان کے گرد بھی اپنی مخصوص چار دیواری ہے۔

(معجم البلدان جلد ۸ صفحہ ۱۰۸)

ابن خلکان اس کی یوں توصیف کرتا ہے:-

اور اُن کی قبر (یعنی امام موسیٰ کاظم کی) وہاں مشہور ہے اور اس پر ایک حرم ہے جس میں سونے، چاندی کی قندیلیں اور انواع و اقسام کے آلات ہیں اور خرشیات اتنے ہیں جن کی کوئی گنتی نہیں۔

(وفیات الاعیان جلد ۴ صفحہ ۳۹۵)

نور الدین علی ابن موسیٰ ابن سعید غربی نے بھی اس کی توصیف کی ہے جو کہ سن ۶۵۴ھ میں بغداد آیا اور اُس کے ساتھ کمال الدین حلی بھی تھا، کہتا ہے:- جب ہم مشہد موسیٰ ابن جعفر کے دروازے پر پہنچے تو ہمیں وہاں کے ایک خدام نے کافی آگے تک رہنمائی کی،



اور پھر راستے میں ایک بڑی سی قبر پیروں کے نیچے نظر آئی، تو ہم نے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے جو کہا یہ حسین ابن حجاج شاعر کی قبر ہے۔ اس کی وصیت تھی کہ اسے زائرین کے راستے میں دفنایا جائے تاکہ اُن کے قدموں سے متبرک ہو، پھر جب ہم آگے دروازے پر پہنچے تو ہماری اولاد امام کاظمؑ میں سے بعض زائرین سے ملاقات ہوئی۔ پس انہوں نے ہمیں نعلین اتارنے کو کہا، پس جب ہم داخل ہوئے تو ہم نے ایک کثیر مجمع دیکھا اور سونے چاندی کے وہ وہ ساز و سامان اور حسین و جمیل پردے اور قدیلے اور وہ حسن و جمال جو کبھی آنکھوں نے اُس سے پہلے نہ دیکھا ہو دیکھا اور جب ہم اُس روضے میں داخل ہوئے جس میں قبر امام موسیٰ کاظمؑ تھی تو ہم نے وہاں پر ایک اور قبر دیکھی، جب پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ ان کے پوتے حضرت امام محمد تقیؑ جو اڈ ابن امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظمؑ ہیں اور اُس مزار میں ہم نے وہ وہ دیکھا جس کا تذکرہ بہت طولانی ہو جائے گا۔

(کنوز المطالب فی اخبار آل ابی طالب بحوالہ مشہد اکاظمین صفحہ ۱۰، ۱۱)

## روضہ کاظمین مغل دورِ حکومت سے عہدِ عثمانی

### کے آخری حصے تک

(۶۰۳ تا ۹۲۰ھ)

یہ دور سن ۶۵۶ھ کے پہلے مہینے سے شروع ہو رہا ہے جس وقت بغداد کو مغل فوجوں نے محاصرے میں لے لیا اور اُس پر ہلاکو خان اور اس کے ساتھی مسلط ہو گئے اور اُسے (بغداد کو) کسی بیٹھے اور بآسانی نکلے جانے والے لقمے کی طرح نگل گئے مگر ان سب باتوں میں کافی تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے جس کی یہاں پر گنجائش نہیں ہے۔ اُسی سال



حرم کے مینے کے درمیانی حصے میں بوقا تیور اور باجوا اور سونحاق نے بغداد کی مغربی جانب پر  
دجلہ کے ساحل پر اترنے کے بعد مشرقی جانب کی طرف حرکت کرنا شروع کی، پھر عضدی  
شفا خانے کی جانب متوجہ ہوئے۔

(احداث الجامعہ صفحہ ۳۲۳)

ابن طاووس نے لکھا ہے کہ ”اور وہ سب ہوا جو مجھے یاد نہیں اور مغلوں کا بغداد پر  
بروز پیر، اٹھارہ محرم ۶۵۶ھ میں قبضہ ہو گیا۔“

(کتاب الاقبال، ابن طاووس صفحہ ۵۸۶)

ایک آدھ دن بعد قبضہ ہو گیا۔ جس سے قبل وہاں تباہی و بربادی بھوک پیاس  
وغیرہ کو سارے شہر کے لوگوں پر انہوں نے مسلط کر دیا تھا اور اس قبضے کے جملہ نتائج اور آثار  
میں سے سب سے بڑی چیز جلاؤ گھیراؤ تھا، جس کی زد میں اکثر و بیشتر مقدس مقامات اور دینی  
مراکز آئے مثلاً جامع مسجد خلیفہ اور مشہد (حرم) امام موسیٰ کاظم و امام محمد تقی جواؤ اور خلفاء کی  
قبریں سرفہرست ہیں۔

(جامع التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

جب امیر قراٹا، بغداد آیا اور اُس نے عماد الدین عمر ابن محمد القزوینی کو اپنا  
نائب مقرر کر لیا جو کہ ایک مذہبی انسان تھا اور قزوینی نے شہاب الدین علی ابن عبداللہ کو  
اوقاف کا صدر منتخب کیا اور اُسے جامع مسجد خلیفہ اور حرم امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی جواؤ کی  
تعمیر کا حکم دیا۔

(جامع التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

اُس کے بعد کچھ ہی عرصے میں ایک سال کے اندر اندر مویہ الدین محمد بن علقمی کا  
ماہ جمادی الثانی کے درمیانی حصے میں انتقال ہو گیا اور وہ حرم امام موسیٰ کاظم میں دفن ہوا۔

(احداث الجامعہ صفحہ ۳۳۳)



جب خواجہ نصیر الدین ابو جعفر محمد ابن محمد طوسی کا اٹھارہ ذی الحج کو انتقال ہوا سن ۶۷۲ھ میں تو اُسے حرم امام موسیٰ کاظم کے ایک قدیمی سرداب میں دفن کیا جہاں اُس وقت تک کوئی اور دفن نہ ہوا تھا، کہا جاتا ہے کہ وہ خلیفہ ناصر الدین اللہ نے بنوایا تھا۔

(المحادث الجامعہ صفحہ ۳۸)

۶۸۸ھ میں ملک شرف الدین سمنانی جو کہ عراق کے دیوان کا مالک تھا، اُس نے لشکر گاہ کی سمت جانے کا عزم کیا، تو اُس نے سعد الدولہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا جو کہ حرم امام موسیٰ کاظم میں تھا، پس اُس نے وہاں کی زیارت کی اور استخارے کے طور پر قرآن کھولا تو اُس میں یہ آیت نکلی:-

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَشْجَيْنٰکُمْ مِنْ عَدُوِّکُمْ وَوَعَدْنٰکُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْاَیْمَنِ وَنَزَلْنٰ عَلَیْکُمُ الْمَنَّٰ وَالسَّلٰوٰی O

(سورہ طہ، آیت ۸۰)

”اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تمہیں طورِ ایمین کی جانب کا وعدہ کیا اور ہم نے تم پر من و سلویٰ (آسمان سے) نازل کیا۔“  
پس اُس نے اس آیت کا اشارہ سمجھ لیا، اور شیعوں اور حرم کے ذمہ داروں کو سو دینا رویئے۔

(المحادث الجامعہ صفحہ ۴۵)

جب فخر الدین ابن طراح جو واسطہ اور تبرہ کا صدر تھا سن ۶۹۴ھ میں اس کی وفات کے فوراً بعد اُسے حرم امام موسیٰ کاظم میں دفنایا گیا۔

(المحادث الجامعہ صفحہ ۴۸)

جب ساتویں صدی تمام ہوئی اور آٹھویں صدی شروع ہوئی تو اُس وقت تک حرم کی عمارت اپنے حسن و جمال کی انتہا پر فائز ہو گئی تھی اور اُس میں تمام تر نظم و ضبط رائج ہو گئے



تھے جیسا کہ ہمیں بعض مورخین کے اقوام سے جیسا کہ ابن بطوطہ کی باتوں سے پتہ چلتا ہے جس نے سن ۷۲۷ھ میں بغداد کی زیارتیں کیں، وہ کہتا ہے: اور اس طرف (یعنی مغربی سمت میں) قبر موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق ہے جو کہ علی ابن موسیٰ رضا کے والد تھے، اور اُن کی ایک طرف قبر جواد ہے اور یہ دونوں قبریں ایک روضے کے اندر ہیں جن پر لکڑی کی جالیاں ہیں، جن پر چاندی کی تختیاں لگی ہوئی ہیں۔

(سفر نامہ ابن بطوطہ صفحہ ۲۰۰)

صاحب غایۃ الاختصار، جو کہ آٹھویں صدی کے لوگوں میں سے، وہ قبر امام موسیٰ کاظم کے ذکر پر کہتے ہیں: وہ مقابر قریش میں دفن ہوئے۔ جیسا کہ اس وقت اُن کی اور ان کے پوتے الجواد، محمد ابن علی کی قبر ایک ہی گنبد کے نیچے ہے۔

(غایۃ الاختصار صفحہ ۹۱)

ابوالفدا متوفی سن ۷۳۲ھ امام موسیٰ کاظم کے ذکر کے دوران کہتا ہے:۔ اُن کی قبر وہاں پر ایک مشہور و معروف مقام ہے اور اُس قبر پر ایک بڑا سا مزار ہے جو کہ بغداد کی مغربی جانب پر ہے۔

(تاریخ ابوالفدا جلد ۲ صفحہ ۱۶)

بظاہر یہ جتنی تعمیراتی خصوصیات مورخین کی باتوں سے پتہ چل رہی ہیں یہ سب کے سب عباسی دور کی بنائی ہوئی تعمیرات ہیں اور اگر کوئی چیز اس میں بڑھائی بھی گئی ہوگی تو وہ بغداد کے مغلوں کے ہاتھوں جلاؤ گھیراؤ کی زد میں آنے کے بعد کی تعمیرات کی بدولت بڑھائی گئی ہوگی۔ تمام تاریخی قرائن اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ حرم کو واقعا ایسے حالات اور ذمے داروں کے ہوتے کیوں نہ حسین و جمیل ہوتا تھا اور کیونکر یہ چمک و دمک اور ذرق و برق اور حُسن میں جنت مثال ہو، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس تاریخ تعمیر کی تفصیلات وغیرہ موجود نہیں، خاص طور پر اس دور کی۔ بلکہ یوں کہنا بہتر ہوگا کہ یہ سب وہی



مستنصریہ اور ناصر یہ تعمیرات ہی تھیں جو اُن لوگوں نے اپنے عباسی دور میں بنائی تھیں، بس ایک فرق یہ پڑا کہ دونوں ائمہ کی قبروں کے اُن صندوقوں کو جنہیں مستنصر نے بنوایا تھا، ایک بڑی سی ضرتح کے زیر احاطہ کر دیا گیا، جسے ابن بطوطہ نے (دکانہ) یعنی بڑی سی جالی، کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ لکڑی سے بنی ہوئی ہے اور اُس پر چاندی کی الواح لگی ہوئی ہیں اور یہ بیان دوسرے ائمہ کی ضریحوں کی کیفیت سے بہت مشابہ ہے جیسا کہ آج کل نظر آتا ہے کہ ایک چاندی کی ضرتح، لکڑی کے صندوق کے اوپر رکھی ہوئی ہوتی ہے سن ۷۲۵ھ میں دریائے دجلہ بڑھ گئی یہاں تک کہ بغداد کے اطراف کا خاصہ حصہ غرق ہو گیا اور لوگوں نے چھ دنوں تک اس مصیبت کو جھپٹا اور ذکر کیا گیا ہے کہ مغربی سمت میں کم و بیش چھ ہزار چھ سو مکانات ڈوب گئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۸)

اور اُن میں سے ایک مقبرہ احمد ابن حنبل بھی تھا۔

(شذرات الذهب جلد ۶ صفحہ ۶۶)

۷۵۷ھ میں جو کہ سلطان اولیس بن شیخ حسن الجلائری کا دور حکومت تھا، بغداد میں پھر ایک بڑا سیلاب آ گیا جس سے تقریباً چالیس ہزار شہری دو چار ہوئے، اکثر ڈوب گئے اور بہت سے بے گھر ہو گئے۔

(تاریخ العراق بین احتلالین جلد ۲ صفحہ ۸۳)

اور جب خواجہ مرجان عصیانہ نے اپنے وقت کے بادشاہ اولیس سے گفتگو کی مطابق تین ۶۵ھ تو دجلہ کے ڈیم کھول دیئے گئے پس چار گھنٹوں کے لئے بغداد کے گرد و نواح غرق ہو گئے۔

(تاریخ العراق بین احتلالین جلد ۲ صفحہ ۱۱۰)

۸۶۹ھ میں سلطان اولیس جلائری نے حرم کی تعمیر کا قصد کیا تو اُس نے گنبد اور دو



مینار بنوائے اور پھر اُس نے اعلیٰ ترین قسم کے دو سنگ مرمر کے صندوق، دونوں قبروں کے لئے بنوا کر نصب کروائے اور حرم کو کاشانی ٹالیوں سے اور چوک سے مزین کیا جن پر قرآنی سورتیں لکھی ہوئی تھیں اور صحن میں ایک آبشار اور وضو خانہ بنوایا اور ایک رواق بنوایا اور کافی ساری رومات وہاں پر موجود شیعوں، حنڈ اُلوں، دربانوں اور دیگر ساکین حضرات کو دے دیں۔

(صدی الفواد صفحہ ۱۵)

عباسی دور کے خاتمے کے بعد یہ جلاری تعمیر سب سے پہلی باقاعدہ تعمیر تھی جو عمل میں آئی اور اس کی اصل وجہ حرم کے زیادہ تر اُن نقصانات کی مرمت تھی جو سیلاب اور طوفانی ریلوں کی زد میں آکر متاثر ہوئے تھے۔ اگرچہ سیلاب اور آبی تباہیوں کی زد میں جو مقامات آئے ہیں اُن کا نص روایات میں ذکر ہے مگر روضہ کاظمین کا اور بہت سے دیگر مقامات کا ذکر کہیں نہیں ہے کہ کیا کیا نقصانات ہوئے اور کوئی تفصیلی تصویر کشی نہیں کی گئی مگر یہ بات تاریخی قرائن سے یقینی طور پر ثابت ہے کہ حرم بھی ٹھیک ٹھاک نقصانات کی زد میں آیا ہے اور ۷۷۵ھ میں بغداد پھر ڈوب گیا۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ جو مکانات اور گھر اس طوفانی اور سیلابی آفت کی زد میں آکر گرے ہیں وہ تقریباً چھ ہزار مکانات تھے اور بہت سے مقامات، جیسے مشہد احمد، مشہد ابو خلیفہ اور دیگر مذہبی مقامات تک بغیر چوپائوں کی سواری کے چل کر نہیں جایا جاسکتا تھا۔

(تاریخ العراق بین احتلالین جلد ۲ صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳)

ذیقعد، بروز ہفتہ بمطابق ۸۰۳ھ کو جب تیمور بغداد آیا تو چالیس دن کے محاصرے کے بعد اُس نے بغداد کو فتح کر لیا اور ذی الحج کے مہینے کے پہلے عشرے میں وہ یہاں سے نکل کر چلا گیا، اور پھر اُس نے حرم امام موسیٰ کاظم کی زیارت کی اور حلقہ کی جانب چل پڑا۔

(تاریخ العراق بین احتلالین جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

جب امیر اسبان بن قریوسف نے بغداد پر تسلط پالیا بتاریخ شب جمعرات ۱۲ شعبان بمطابق ۸۳۶ھ، تو اُس کا بھائی محمد شاہ صاحب بغداد ایک کشتی میں سوار ہو کر بھاگ گیا اور مغربی جانب پر جو نکلا تو وہ پیدل چل کر مشہد امام موسیٰ کاظمؑ کی سمت گیا اور زیارت کی اور اُس کی مصاحبت کی شاہد و ذاق اور اس کے بیٹے نے اور محمود الجہل نے، حرم میں جوسی کے نام سے ایک نامور معروف سید تھے، انہوں نے اُسے ایک گدھا دیا تو اُس کے ذریعے وہ دجلہ کے کنارے تک پہنچے۔

(مشہد الکاظمی صفحہ ۱۳)

دسویں صدی کے اوائل میں ہی مغل، جلائرین اور ترکمانوں کی حکومتوں کے ادوار کا خاتمہ ہوا۔ اس دوران حرم کے متعلق روایات شاذ و نادر ہی موجود ہیں اور کوئی نئی خبر ہمارے پاس نہیں ہے۔ سوائے سلطان اولیس جلائری کی عمارت کے اور کوئی مزید تعمیر کسی کے ہاتھوں نہ ہوئی۔ جلالیری کی تعمیر میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ اُس نے ایک گنبد کو توڑ کر دو گنبد بنوا دیئے اور دو مینار اور صندوقوں کو لکڑی سے بدل کر سنگ مرمر کے بنوائے اور ایک ہی ضریح میں ملا دیا اور حرم میں دیگر تبدیلیاں آئیں۔ بظاہر ان باتوں میں کوئی اختلاف روایات بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس حرم کی شکل میں پچھلی تعمیر سے کوئی زیادہ فرق ہے سوائے دو گنبدوں کے، سنگ مرمر کے، صندوقوں کے، اور کاشانی چوک اور کاشی کے ذریعے قرآنی آیات کے لکھے جانے کے اور یہ اس کاشانی کام کی نوعیت کا یہ پہلا کام تھا جو اس حرم میں کیا جا رہا تھا۔ اس تعمیر نو اور عمارت کے علاوہ اور کسی تعمیر کی ہمیں خبر نہیں ہے اور تاریخی نصوص بغداد کی تاریخ کے اس تاریک ترین دور کے متعلق بہت کم اور نایاب ہیں۔



# روضہ کاظمین عہدِ صفوی اوّل میں

(۹۱۴ھ تا ۱۰۳۲ھ)

۲۵ جمادی الثانی ۹۱۴ھ کو ترکمان کا دورِ حکومت ختم ہوا جب شاہ اسماعیل صفوی نے بغداد کو فتح کیا تھا۔ شاہانِ صفویہ کی مکمل تاریخ ہماری کتاب ”حیات شہزادہ عبدالعظیم“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ سب کے سب موسوی سید تھے۔ ظاہر ہے جب ان کی حکومت ہو تو روضہ کاظمین کیوں نہ رشکِ باغ ارم ہو جائے۔ آخر جدا مجد کاروضہ ہے۔ شاہ اسماعیل صفوی کی تعمیر تاریخِ روضہ کاظمین کی سب سے شاندار تعمیر ہے۔ جس کے آثار اب بھی حرم اقدس میں موجود ہیں اور موجودہ حرم اقدس کی بنیادیں اسی کی قائم کردہ ہیں۔ شاہ اسماعیل صفوی کاظمین آیا۔ خداموں کو انعام و کرام اور تحائف سے نوازا۔ ان کے درمیان درجات مقرر کر کے تنخواہیں مقرر کیں۔ پھر حکم دیا کہ حرم اقدس کی عمارت کو بالکل ختم کر کے از سر نو تعمیر کا کام شروع کیا جائے۔ اُس نے حرم کا احاطہ وسیع کیا جائے اور تمام رواق سنگ مرمر کے بنائے جائیں۔ دونوں قبروں پر دو کھڑی کے صندوق بنوا کر حرم کی تزئین و آرائش کا کام شروع کیا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ تعمیر کا آغاز ہو گیا۔ حرم کی دیواروں پر کاشانی طابوق کا کام کرایا گیا۔ آیات قرآنی اور احادیثِ رقم کی گئیں۔ حرم میں پہلی بار چار مینار تعمیر کئے گئے۔ وسیع و عریض مسجد کی تعمیر کی گئی۔ جو حرم کے اندر تھی۔ ان تمام امور کی ذمہ داری امیر دیوان خادم بیگ کو سونپی گئی اور خود ایران چلا گیا۔

(صدی الفواد صفحہ ۱۶)

اسی طرح شاہ اسماعیل نے صحن کے نظم و ضبط پر بہت زور دیا۔ صحن سے متصل اصطبل تھا، جہاں زائرین اپنی سواریاں باندھتے تھے۔ اس نے اصطبل کو دور کروایا اور صحن کے عقب میں لے جانے کا حکم دیا۔ حرم کے لئے بیش قیمت فانوس، قندیلوں اور فرش وغیرہ

کا اہتمام کیا، جن میں بعض قندیلیں سونے اور چاندی کی بھی تھیں۔ حرم کے لئے محافظ، موزن اور خادموں کی جماعت مقرر کی۔ سب سے پہلے اسی کے دور میں حرم میں دو گنبد بنائے گئے۔ رواتوں کی تعمیر کی گئی۔ میناروں پر کاشی کا کام کرایا گیا۔ ہر شے اپنے مقام پر قرار پائی۔ سنگ مرمر کے تمام ساز و سامان اپنے مقامات پر لگادئے گئے۔ اس کے احکامات کی لفظ بہ لفظ اطاعت کی گئی اور کوئی حکم ایسا نہ تھا جو بصد خلوص و احترام اور امانت داری سے جاری نہ کیا گیا ہو۔

(تاریخ المشہد الکظمی صفحہ ۵۵ تا ۵۷)

عہدِ صفوی کے آثارِ جواب بھی حرم میں موجود ہیں

۱۔ حرم مطہر کی دیواروں پر بنے ہوئے کاشانی طرز کے نقش و نگار اور سونے کے پانی سے لکھی ہوئی وہ عبارات ہیں جو پورے روضے کے اندر اور باہر کی جانب پھیلی ہوئی ہیں اور زمین حرم سے تقریباً دو میٹر اور بلندی پر ہیں اور اس پوری نقش و نگار کی تزئین و رنق ایک وہ مکتوب ہے جو روضے کی مغربی دیوار کی موٹا کے سر مبارک کی جانب سے شروع ہوتا ہے اور اس میں سورۃ العصر لکھی ہوئی ہے اور یہ مشرقی دیوار کے درمیانی حصوں میں مکمل ہو جاتی ہے اور اُس کے فوراً بعد سورۃ قباء شروع ہوتی ہے اور وہ شمالی دیوار کے آخری حصے میں ختم ہوتی ہے اور پھر سورۃ زمر کی تین آیات شروع ہوتی ہیں:

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الدُّرَّ نَتَّبِعُوا مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمُ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ تک اور اس کے بعد ۹۳ھ لکھا ہوا ہے۔ اس لکھی ہوئی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عمرانی کام اسماعیل کی وفات کے



بعد شاہ طہماسب کے دور میں ختم ہوا۔ یا پھر ممکن ہے کہ تاریخ نصب اور تاریخ انتہا کی تجدید کی گئی ہو اور یہ کام سن ۹۳۶ھ میں ہوا ہو۔

۲۔ کاشانی طابوق کا وہ کام جو مشرقی رواق کی دیوار کے بیرونی حصے پر صحن کی جانب لکھا ہوا ہے اور یہ ختم ہو رہا ہے ایک ایوان خاص میں جو کہ تین اضلاع پر مبنی ہے اور باب المراد کے رواق کے درمیان میں ہے، جو کہ اصل منہرے دروازے سے ملا ہوا ہے اور اس پر یہ لکھا ہوا ہے:

”أَمَرَ بَاءِ نَشَاءِ هَذِهِ الْعِمَارَةِ الشَّرِيفَةِ سُلْطَانُ سُلَاطِينِ الْعَالَمِ : طَلَّ اللَّهُ عَلَى جَمِيعِ بَنِي آدَمَ، نَاصِرِ دِينِ جَدِّهِ الْأَحْمَدِيِّ، رَافِعِ أَعْلَامِ الطَّرِيقِ الْمُحَمَّدِيِّ، أَبُو الْمُظَفَّرِ شَاهِ اسْمَاعِيلِ بْنِ شَاهِ حَيْدَرَ بْنِ جَيْدِ الصَّفْوِيِّ الْمَوْسَوِيِّ، خَلَّدَ اللَّهُ لَا عِلَاءَ أَلْوِيهِ الدِّينِ الْمُبِينِ مُلْكُهُ مُسْلُطَانُهُ مُوَانِدُهُ قَوْلُهُمْ قَوْلُ أَهْلِ الضَّلَالِ حُجَّةٌ وَبِرْهَانُهُ، وَ حَرَّرَ ذَلِكَ فِي سَادِ شَهْرِ رَبِيعِ الثَّانِي سَنَةِ ۹۲۶ھ“

ترجمہ:- اس عمارت کو بنانے کا حکم سلطان سلاطین جہاں، خدا اُس کا سایہ تمام بنی آدم کے سر پہ قائم رکھے جو کہ اپنے جد احمدؑ کی نصرت کرتا تھا اور محمدؐ کی راستے کے علم اٹھانے والا تھا، ابو مظفر شاہ اسماعیل ابن شاہ حیدر ابن جنید صفوی الموسوی، خدا دین مبین کی سر بلندی کے لئے اُس کی حکومت اور بادشاہت کو قائم و دائم رکھے اور گمراہی کی راہ پر چلنے والوں کی ہدایت اور اُن کو راستے سے ہٹانے کے لئے خدا اُس کی مدد فرمائے اور یہ کتابت ماہ ربیع الثانی کی چھ تاریخ سن ۹۲۶ھ کو مکمل ہوئی۔

۳۔ لکڑی کے دو صندوق جو کہ دونوں قبروں پر آج تک موجود ہیں اور یہ دونوں صندوق برابر ہیں، اوپر کی جانب سے چپے اور چوڑے ہیں اور اعلیٰ ترین قسم کی مضبوط ترین لکڑی سے تیار شدہ ہیں، ان دونوں کی لمبائی تقریباً ساڑھے تین میٹر ہے اور چوڑائی دونوں کی دو میٹر ہے اور اسی طرح سے ان کی اونچائی بھی اور یہ سب اندازے تقریبی ہیں حتمی نہیں



اور یہ دونوں صندوق چار بڑے الواح اور آٹھ چھوٹے الواح پر مشتمل ہیں جو کہ بڑے سے ملی ہوئی ہیں یعنی صندوق کے چاروں طرف تین لوح لگے ہوئے ہیں اور ان میں سے ایک بڑا کوچ درمیان میں ہے، اور اُس کے ہر طرف چھوٹی لوح لگی ہوئی ہے جن کے اوپر حسین اور مُنَقَّش فیروزے کے پتھر لگے ہوئے ہیں جن کے ساتھ نقش و نگار اور مکتوبات بھی ہیں اور یہ تمام بڑے اور چھوٹے ٹکڑے، بذاتِ خود بہت سارے چھوٹے ٹکڑوں پر مشتمل ہیں جو مختلف اور متنوع شکلوں سے بنے ہوئے ہیں اور اس کی بناوٹ اور تنصیب کچھ یوں ہے کہ یہ ایک دوسرے سے مُتصل بھی ہیں اور سب مل کر ایک لوح بن جاتے ہیں اُس کے اطراف میں چار فریم ہیں جو فیروزے سے ملحق اور سجے ہوئے ہیں۔ اُس کے اوپر چادر ہے جو بڑے اُبھرے ہوئے فیروزوں سے بھری ہوئی ہے، اور ان تمام ٹکڑوں میں سے ہر ایک ٹکڑا جو کہ چھوٹا ہے وہ ہندسی نقوش و نگار اور زہری ڈیزائن وغیرہ سے سجا ہوا ہے۔ ہر لوح کا ڈیزائن اور سنگھار دوسرے لوح کے سنگھار اور خوبصورتی سے بالکل الگ ہے، اور یہ نقش خاتم کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہ نقش تمام تر نقش و نگار میں سب سے حسین اور ظریف اور سب سے معروف نقش ہے اور خوبصورتی اور آرائش کے لئے جو ٹکڑیاں استعمال ہوئی ہیں وہ آبنوس، لیموں، مُٹھا، ساج، کی لکڑیاں ہیں اور ہاتھی دانت اور اونٹ اور گھوڑے کی وہ ہڈیاں جو خوبصورتی اور نقش و نگار میں استعمال ہوتی ہیں اور مہنگے ترین موتی اور یروز کے ٹکڑے اور مختلف معدنیات پتھر وغیرہ جو سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے ہیں اور دیگر رنگ روغن جیسے کہ صندوق کا پانی اور دیگر روغنی مواد کو انہیں رنگتے اور نقش و نگار کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور وہ کچھ حسن و جمال جس کی توصیف بھی نہیں کی جاسکتی جیسا کہ بعض الواح پر نسخی مکتوبات بڑے بڑے حروف میں نہایت حسن خطاطی کے ساتھ تحریر ہیں اور بعض خط کوئی کے کلمات نقش کی زینت کے لئے لکھے ہوئے ہیں۔ ہم ان تحریروں کا ذکر کرنے جا رہے ہیں جو صندوق امام موسیٰ کاظم پر تحریر ہیں۔ ان پر دس حلقے لکھے ہوئے ہیں جو کہ خط نسخ میں بڑے



بڑے لکھے ہیں۔ چار داہنے جانب پر ہیں اور اتنے ہی بائیں جانب پر ہیں اور ایک لائن اوپر کی جانب ہے اور دوسری نیچے کی جانب، اور دوسرے لوح پر اسی طرح سے دس حلقے ہیں جیسا کہ پچھلے کا ذکر ہوا، اور تمام مکتوبات نیچے سے شروع ہو رہے ہیں، اور جو مخصوص لوح پر مکتوب ہیں وہ پڑھنے والے کے دائیں جانب پر پڑتے ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱. هذا ضريح سيد هذه الامم، و كاشف الكروب والممة، و سابع معصومي الانمة.

۲. كرى القدر عظيم البينات، كثير التهجد والصلوات، المشود له.

۳. بالفصائل والكرامات، والمشهود بالعبادة والمواظب على الطاعات

۴. الاماء الخير القالم، الصالم العالم، الذى هو لنا الباطل.

۵. هادم، أبى ابراهيم موسيىض الكاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن على زين العابدين ابن الحسين الشهيد.

۶. ابن الامام المفروض الطاعة على المومنين، و امام المتقين، اسد امة الغالب

۷. أبى الحسين على بن أبى طالب، عليهم (من) الصلوات المباركة والتحيات.

۸. أنماها، ما أظلم ليلها وأزهر ضحاها، و كمل عمله واصطناعه

۹. فى شهر الله الا عظم رمضان المبارك منشهود سنة است و عشرين و سعمائة.

۱۰. وصلى الله على سيدنا و نبينا وآله الطاهرين، و الحمد لله رب العالمين.

۱۔ یہ اس اُمت کے سید و سردار کی ضریح ہے جو کاشفِ کرب و غم ہیں اور اماموں میں سے



ساتویں امام ہیں۔

۲۔ جن کی قدر بہت زیادہ ہے اور یہ تہجد گزار اور نمازی ہیں، جن کی گواہی دیتی ہیں۔  
 ۳۔ ان کی فضیلتیں اور کرامتیں، وہ جو عبادات اور طاعتِ الہی کے معاملے میں مشہورِ خاص و عام ہیں۔

۴۔ خیر کے امام جو کہ حق کے لئے قیام کرتے ہیں اور عالم و روزہ دار رہے ہیں، وہ جو کہ باطل کی بنیادوں کو۔

۵۔ منہدم کرنے والے ہیں، ابو ابراہیم موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق ابن محمد باقر ابن علی زین العابدین ابن حسین شہید۔

۶۔ اُس امام کے فرزند جن کی اطاعات فرض ہیں تمام مومنین پر، امام متقین، اسد اللہ الغالب۔

۷۔ پد حنیفی حضرت علی ابن ابی طالب اور ان پر برکتیں نازل ہوں۔

۸۔ وہ برکتیں جو سب سے افضل و اعظم ہوں، جب تک راتوں کی سیاہی ہے اور جب تک دنوں کی روشنی ہے اور اس کام کو مکمل کیا گیا۔

۹۔ سال کے تمام مہینوں سے افضل ترین مہینہ میں جو رمضان المبارک اور اللہ کا مہینہ ہے بمطابق سن ۹۲۶ھ

۱۰۔ اور اللہ کا درد و سلام ہو ہمارے آقا نبی و مولا اور ان کی آلِ طاہرین پر اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو ربِّ العالمین ہے۔

اور دوسرے لوح پر بھی اسی طرح سے دس جلقے لکھے ہوئے ہیں۔ سامنے سے داہنے جانب کی طرف، اور وہ سب یہ ہیں:

۱ . بأمر السلطان العادل الكامل، محیی مراسم

۲ . الشریعة المصطفویة، معلی معالم الطريقة المرتضویة



۳. الذی فان سلاطین الافاق بحباک (سرديات)
  ۴. جلاله مسدود، واطناب ظلال معدلته علی
  ۵. مفارق أهل الاسلام ممد، والموافق من عند الملك المنان.
  ۶. السلطان بن السلطان بن السلطان بن السلطان.
  ۷. أبو المظفر شاه اسماعیل خان الحسینی.
  ۸. خلد الله اقباله واید علی مفارق أهل الاسلام.
  ۹. طلاله، و تمت هذه الصنعة الشریفه بعد مساعدة
  ۱۰. التوفیقات الالهیه و معاضده التابيدات الشاهیه فی سنه
- ترجمہ: بحکم سلطان عادل وکامل، شریعت مصطفوی کے مراسم کا احیاء یعنی زندہ رکھنے والے اور طریقت مرتضوی کے معالم کو بلند کرنے والے، جن کی عظمتوں کے آگے آسمانوں کی بلندیوں کو چھونے والے تمام تر سلاطین جھک جائیں۔ اُس کے جاہ و جلال کے آگے وہ ٹھنڈے پڑ جائیں اور اُن کا سایہ رحمت اہل اسلام پر قائم و دائم رہے اور خدائے منان انہیں توفیق اور کامیابی دے، سلطان ابن سلطان ابن سلطان، ابو مظفر شاہ، اسماعیل خان الحسینی، خدا اُس کے قیام کو باقی رکھے اور اسلام پر چلنے والوں کو ان کے ذریعے مدد کرے، اور یہ سب کام تمام ہوئے الہی توفیقات کے تحت سن میں۔
- اور بڑی لوح کے دونوں جانب بیچوں بیچ دوائر ہیں اور ہر دائرے کے درمیان ایک چوکور شکل ہے جس میں تین سطروں میں خط نسخ میں لکھا ہے۔
- (لا الہ الا اللہ۔۔۔ محمد رسول اللہ۔۔۔ علی ولی اللہ)
- اور چار مقامات جو دائروں اور چوکور شکل کے ہیں اُن میں بارہ اماموں کے نام لکھے ہیں، تین تین نام کر کے لکھے ہوئے ہیں جو کہ اوپر کی جانب سے ہیں: اور وہ یہ ہیں:
- (علی حسن حسین، علی محمد جعفر، موسیٰ علی محمد، علی حسن محمد)



اور دوسرے دائرے پر بالکل وہی ہے جو پہلے دائرے پر مکتوب ہے اور لوح سے متصل چھوٹی الواح میں چودہ دائروں کے اندر جو کہ مُسَدَّس شکل میں ہے، چودہ معصومین کے نام لکھے ہیں، ہر دائرے میں ایک نام ہے اور اوپر کی جانب بھی ایسا ہی ہے اور نیچے کی جانب بھی یہی حساب و کتاب ہے اور پانچ دائیں جانب اور اسی طرح سے پانچ بائیں جانب ہیں اور یہ نئی بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے:-

۱. اللهم صل على محمد المصطفى
  ۲. وصل على المرتضى
  ۳. وصل على فاطمة الزهراء
  ۴. وصل على الحسن المجتبی
  ۵. وصل على الحسين الشهيد کربلاً
  ۶. وصل على علی زین العابدین
  ۷. وصل على محمد الباقر
  ۸. وصل على جعفر الصادق
  ۹. وصل على موسى الكاظم
  ۱۰. وصل على علی الرضا
  ۱۱. وصل على محمد التقي
  ۱۲. وصل على علی النقی
  ۱۳. وصل على الحسن العسكري
  ۱۴. وصل على محمد المهدي
- اما تم کے قدموں کی جانب جو لوح ہے اُن پر کوئی کتابت نہیں ہیں، صرف نقش و

نگار ہیں۔



صندوقِ امام جواہر پر بھی جو نصوص لکھے ہیں وہ خط نسخ میں مکتوب ہیں اور بڑے اور کھلے حروف میں اس طرح سے لکھی ہیں کہ پوری لوح پر ایک ہی سطر لکھی ہوئی ہے اور سر کی جانب ہے اور یہ سورہ دھر ہے جو کہ بسم اللہ سے شروع ہو کر صدق اللہ و رسولہ الکریم پر ختم ہو رہی ہے اور قبلہ کی سمت پر ایک بڑی لوح ہے جس پر خط کوئی سے عاج کے پانی سے بھر پور طرز میں لفظ (علی) تین دفعہ مرکز کی جانب متوجہ کر کے لکھا گیا ہے اور اسی طرح سے لفظ (محمد) تین دفعہ مرکز کی طرف متوجہ کر کے لکھا ہوا ہے اور یہ سب کل اٹھارہ مسدس ہیں جن میں سے تین اوپر ہیں اور تین نیچے ہیں اور تین دائیں جانب ہیں اور تین بائیں جانب پر ہیں اور لفظ (علی) کو عاج کے پانی سے لکھا گیا ہے بالکل پچھلے طرز تحریر پر کہ دو چھوٹی لوحیں اس بڑی لوح سے متصل ہیں اور یہ ۱۴ مسدس ہیں۔ دو اوپر کی جانب ہیں اور اسی طرح سے نیچے بھی ایسے ہی ہے پانچ دائیں جانب ہیں اور پانچ بائیں جانب پر اور سر ہانے یعنی قبلہ کی طرف اور قدموں کی طرف جو لوح ہے ان پر کچھ بھی لکھا نہیں ہے، بلکہ یہ صرف نقش و نگار سے مزین ہیں۔ دونوں صندوقوں کا کام سن ۹۲۶ھ میں مکمل ہوا اور ان دونوں صندوقوں کے ساتھ حرم کے لکڑی کے دروازوں کا کام مکمل ہو گیا اور ان دونوں کے تین نمونے آج تک بغداد کے آثار عربیہ میں کمرہ نمبر ۲۱ میں موجود ہے اور ان کا سیریل نمبر ہے ۱۴۶ع اور ۱۴۷ع اور ۱۴۸ع اور انہیں ان کی جگہوں سے نکال کر دوسرے سونے اور چاندی کے دروازے لگائے گئے اور ان کا مکتوبی طرز کتابت سابقہ صندوقوں جیسا ہی تھا۔ یہ دروازے بناوٹ میں انوکھے ہیں مگر آپس میں سب ایک سے ہیں اور ان میں سے ہر ایک نمونہ تین خشوات (حاشیے) ہیں اور یہ اوپر، نیچے، آگے، پیچھے چاروں طرف سے چھوٹے اور بڑے اور درمیانے سائزوں پر مبنی ہیں۔ ان پر ہندی شکلیں اور نقش و نگار بنے ہوئے ہیں اور ان میں زیادہ تر شیشم کی لکڑی، صندل کی لکڑی، ناریل کے بیڑ کی لکڑی اور دنیا کی دیگر مہنگی ترین اعلیٰ قسم کی لکڑیاں لگائی گئی ہیں۔ ان میں بعض موتیوں اور عاج کے پانی سے اور



معدنیات اور بعض کو چاندی کے پانی سے دھو کر لگایا گیا ہے اور یہ جگمگاتے رہتے ہیں اور ان پر کوئی مکتوبات بھی لکھے ہوئے ہیں اور ان نمونوں میں سے ایک ایسا ہے جو دوسروں سے چودہ معصومین کے ناموں سے بھرپور ہے اور وہ یوں لکھے ہیں:-  
درمیان میں:- اللھم صل علی النبی..... المصطفیٰ اور اس کے بعد دائروں کی شکل میں پہلے بنائے ہوئے انداز میں الگ الگ دائروں میں یوں نام لکھے ہیں۔

۱. وصل علی الامام علی المرتضیٰ
۲. والامام المجتبیٰ
۳. والامام شہید کربلا
۴. والامام علی زین العابدین ابن المحسن
۵. والامام محمد الباقر
۶. والامام جعفر الصادق
۷. والامام موسیٰ کاظم
۸. والامام علی رضا ابن موسیٰ
۹. والامام محمد تقی
۱۰. والامام علی النقی
۱۱. والامام الحسن العسکری
۱۲. والامام محمد المہدی

اطراف و جوانب میں کوئی خط میں (فی حمد اللہ) لکھا ہوا ہے۔ اس کا طول ۳۱۱ سینٹی میٹر اور عرض ۸۸ سینٹی میٹر اور موٹائی ۸ سینٹی میٹر ہے۔ ایک اور نمونہ جو ۱۷۷ ع نمبر رکھتا ہے اور اس کی لمبائی ۳۲۶ سینٹی میٹر اور عرض ۹۰ سینٹی میٹر اور موٹائی ۸ سینٹی میٹر ہے اس پر بھی کوئی خط میں (فی حمد اللہ) کا لکھا ہوا ہے جیسا کہ پہلے نمونے میں ہم نے بتایا ہے۔

## روضہ کاظمین پہلے ترکی دور میں

بروز پیر ۲۴ جمادی الاول سن ۹۴۱ھ میں سلطان سلیمان قانونی بغداد میں داخل ہوا اور اس کے آنے سے صفویوں کی حکومت ختم ہوئی اور اس کا تسلط ہو گیا اور ۲۸ جمادی الاول یعنی قبضے کے چار دن بعد سلطان جولد نے بغداد کے تمام مقامات کا دورہ شروع کیا جن میں سے ایک یہ حرم کاظمین بھی تھا۔ پھر جب دونوں ائمہ کی قبروں کی سلطان نے زیارت کر لی تو اُس نے وہاں کے خداموں کے لئے خزانہ بغداد سے انعامات دینے کا حکم دیا۔

(العراق بین احتلالین جلد ۴ صفحہ ۲۹)

۹۶۱ھ کے محرم کی شروعات میں سیدی علی رئیس حلب سے بصرہ کی طرف جانے کا قصد کر کے سمندری کشتیوں کی قیادت کرتے ہوئے نکلا۔ اس سفر کے دوران جب وہ بغداد کو پہنچا تو اُس نے مساجد اور مرقدوں کی زیارت کی جن میں سے ایک حرم کاظمین ہے اور اسی طرح سے حرم کی دوبارہ ۹۶۴ھ میں زیارت کی جب وہ دوبارہ بغداد آیا۔

(العراق بین احتلالین جلد ۴ صفحہ ۷۷، ۱۰۴)

۹۷۸ھ میں حرم مطہر کی شمال مشرقی جانب کے مینار کی تعمیر مکمل ہوئی اور چار میناروں کی بنیاد تو صفوی بادشاہوں کے دور میں پڑی تھی اور ان کی لمبائی حرم کی اوسط سطح سے بھی ایک ایک فٹ بڑھ گئی۔ جیسا کہ بتایا جا چکا۔ دوسرے مینار کی تعمیر نو سلطان عثمانی سلیم ثانی کے حکم پر ہوئی اس کی تعمیر کے بعد شاعر فضل بن فضولی بغدادی نے ترکی اشعار کہے ہیں:-

ہمت کاظم و جواد قلوب	بو منارہ فیما منہ اقدام
بخت سلطان سلیم دین بروز	اول ملاذ جہان و قطب انام
مظہر عدل و مظہر احسان	ماحی کفر و جامی اسلام
قلدی امداد امر عالی ایلہ	و یردی حق بو منارہ یہ اتمام

فضلی اخلاصلہ دیدی تاریخ (اولدی بوجانفزا منارہ تمام)

۹۷۸ھ

جس کا مفہوم یہ ہے کہ سلطان سلیم دین پور نے حضرت امام کاظم اور امام جواد کی قبر پر مینار بنوائے جو کہ ایک نیک صالح شخص ہے اور دین پور ہے یہ مظہر عدل و احسان اور کفر کو ڈھانے والا اور اسلام کا حامی ہے اور یوں مینار مکمل ہو گئے میں فضلی اس کی تاریخ رقم کرتا ہوں۔ پھر ترکی زبان میں مادہ تاریخ کہا ہے۔

اس مینار کی تعمیر کا کام والی بغداد مراد باشا کے دور میں مکمل ہوا اور اس کے بنانے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ یہ مینار مسجد اور حرم کی قبروں کے مابین ہے۔ یہ تمام اشعار ایک ماربل پر لکھے ہوئے (طارمہ باب المراد) نامی ایوان میں لگے ہوئے ہیں اور اس سال سلطان سلیم کی والدہ تہتر کا حرم آئیں تاکہ وضو اور غسل کر کے زیارت کریں۔

(العراق بین احتلالین جلد ۴ صفحہ ۳۵-۱۱۲-۱۱۳)

## روضہ کاظمین دوسرے عہد صفوی میں

(۱۰۳۲ھ تا ۱۲۴۲ھ)

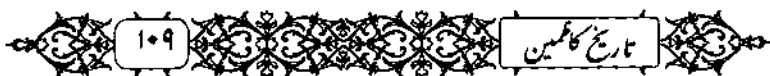
بروز اتوار ۲۳ ربیع الاول ۱۰۳۲ھ کو شاہ عباس کبیر صفوی نے بغداد کو فتح کر لیا، اور پھر وہاں ۹۲ سال بعد دوبارہ صفویوں کی حکومت آ گئی۔ تمام حالات پر تصرف پانے کے بعد شاہ نے حرم کاظمین کی زیارت کی اور جو کچھ جنگوں اور فتنہ و فساد سے خراب ہوا تھا اسے دوبارہ بنوانے کا حکم دیا۔ اس کا ایک اہم کام جو تھا وہ یہ کہ اس نے ایک مضبوط فولادی ضریح بنوائی جو کہ دونوں صندوقوں کے اوپر لگائی گئی تاکہ دشمنوں اور عشائر کے حملوں کے باعث ضریح کو نقصان نہ پہنچے۔

(صدی الفواد صفحہ ۱۶)



ہوئے تھا، مشرقی، مغربی، جنوبی جوائب سے اور شمالی جانب سے جامع مسجد حرم اور صحن کا وہی سائز رہا جو آج تک موجود ہے اور حرم کے اس احاطے میں جو گھر تھے انہیں منہ بولی رقومات پر خریدا گیا اور ایک گھرا بیار ہا کہ جس کا مالک راضی نہ ہوا، پھر وہ صحن کی آڑ میں آتا رہا اور ایسا ہی رہا یہاں تک کہ سن ۱۲۳۶ھ کو جب طاعون کی قباہ پھیلی تو وہ گھر والے چلے گئے اور کہیں اور آباد ہو گئے اور اس جگہ کے شرعی ذمہ دار اُس دور کے علماء کے بزرگ شیخ محمد حسن آل یاسین متوفی ۱۳۰۸ھ تھے جن کی اجازت سے اُسے توڑ دیا گیا اور صحن کو ملا کر بڑا کر دیا گیا۔

حرم میں یہ تعمیراتی کام محمد شاہ کی موت کے بعد بھی نہ رُکے جو کہ سن ۱۲۱۱ھ میں فوت ہو گیا، بلکہ فتح علی شاہ جو اس کے بعد آیا اُس نے کچھ اور کام کروائے۔ اُن میں سے اہم کام دونوں گنبدوں کا اندرونی نقش و نگار اور انہیں سونے اور چاندی کے پانی سے اور شیشوں کے ٹکڑوں اور کاشی کاری کر کے سجانا شامل ہے اور روئے کی دیواروں کو کاشانی طابوق اور مکتوبات سے مزین کیا جو کہ چھت سے ملنے والا دیواروں کا حصہ تھا۔ رنگ برنگے شیشوں سے دیواریں اور بھی دلکش ہو گئیں اور پھر اُس نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ دونوں گنبدوں اور چاروں میناروں کو سنہرا کر دیا اور سونے کے پانی سے وہ دُک اُنٹھے مگر کربلا میں امام حسین کی قبر کے گنبد کو اس مزار سے پہلے سنہرا کیا اور یہ کام سن ۱۲۲۹ھ میں مکمل ہوا جیسا کہ فارسی اشعار تاریخ سے پتہ چلتا ہے، جو کہ یہ ہیں: (گنبد موسیٰ ابن جعفر بجان زریں خُدا) یعنی حضرت موسیٰ بن جعفر کا گنبد زریں ہو گیا دنیا والوں کے لئے یہ سن ۱۲۱۱ھ کے موافق ہے اور یہ گنبد امام حسین کے سنہرا کرنے کا سال ہے جسے فتح علی شاہ نے بدل دیا اور یہ سب ماربل جن پر تاریخ کے قطعات تھے انہیں بغیر تاریخ کے دیکھے یہاں سے نکال کر دوسری جگہ پر گنبد کے پاس اوپر لگا دیا گیا اور تیرہویں صدی ہجری کے درمیانی حصے میں جو اعمال ہوئے اُن میں سے ایک اُس حوض کی تعمیر نو ہے جو کہ مشرقی صحن کے بیچ میں تھا اور سلطان سلیم کی ماں



فضلی اخلاصلہ دیدی تاریخ (اولدی بوجا نفزا مناره تمام)

۹۷۸ھ

جس کا مفہوم یہ ہے کہ سلطان سلیم دین پرور نے حضرت امام کاظم اور امام جواد کی قبر پر مینار بنوائے جو کہ ایک نیک صالح شخص ہے اور دین پرور ہے یہ مظہر عدل و احسان اور کفر کو ڈھانے والا اور اسلام کا حامی ہے اور یوں مینار مکمل ہو گئے میں فضلی اس کی تاریخ رقم کرتا ہوں۔ پھر ترکی زبان میں مادہ تاریخ کہا ہے۔

اس مینار کی تعمیر کا کام والی بغداد مراد باشا کے دور میں مکمل ہوا اور اس کے بنانے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ یہ مینار مسجد اور حرم کی قبروں کے مابین ہے۔ یہ تمام اشعار ایک ماربل پر لکھے ہوئے (طارمہ باب المراد) نامی ایوان میں لگے ہوئے ہیں اور اس سال سلطان سلیم کی والدہ تہتر کا حرم آئیں تاکہ وضو اور غسل کر کے زیارت کریں۔

(العراق بین احتلالین جلد ۴ صفحہ ۳۵-۱۱۲-۱۱۳)

## روضہ کاظمین دوسرے عہد صفوی میں

(۱۰۳۲ھ تا ۱۲۴۲ھ)

بروز اتوار ۲۳ ربیع الاول ۱۰۳۲ھ کو شاہ عباس کبیر صفوی نے بغداد کو فتح کر لیا، اور پھر وہاں ۹۲ سال بعد دوبارہ صفویوں کی حکومت آ گئی۔ تمام حالات پر تصرف پانے کے بعد شاہ نے حرم کاظمین کی زیارت کی اور جو کچھ جنگوں اور فتنہ و فساد سے خراب ہوا تھا اسے دوبارہ بنوانے کا حکم دیا۔ اُس کا ایک اہم کام جو تھا وہ یہ کہ اُس نے ایک مضبوط فولادی ضریح بنوائی جو کہ دونوں صندوقوں کے اوپر لگائی گئی تاکہ دشمنوں اور عشائر کے حملوں کے باعث ضریح کو نقصان نہ پہنچے۔

(صدی الفواد صفحہ ۱۶)



تاریخ پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ سیاسی تعلقات جو ایران اور ترکی کے درمیان اچھے تھے اُن کے باعث اس ضرتح کا بھیجا جانا کافی وقت لے گیا اور ۱۱۱۵ھ میں جمادی الثانی کے مہینے میں اُس سال علمائے دین اور وزراء اور بزرگوں کا وفد آیا اور اس ضرتح کو نصب کرنے کے لئے ایک بڑی تقریب منعقد کیا گیا۔ اس وفد کی سربراہی شیخ الاسلام شیخ جعفر کمری نے کی۔ اُن کے ساتھ یہ فولادی ضرتح تھی۔

(نوائد الرضویہ جلد ۱ صفحہ ۷۵)

اس تقریب میں ہزاروں ایرانیوں اور عراقیوں کا مجمع شریک ہوا، اور روایت ہے کہ یہ ضرتح کافی موٹی اور بڑی تھی اور اُس پر کافی ساری تحریریں تھیں من جملہ سورۃ دھراور دیگر قرآنی آیات تحریر تھیں اور بعض اشعار اور قطعات بھی تھے۔

صفوی بادشاہوں کے دوسرے دور حکومت کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ شاہ صفی ابن شاہ عباس صفوی نے ۱۰۴۵ھ میں حرم میں بعض اصلاحات اور ترمیمات بھی کروائیں، جیسے کہ چاروں بڑے میناروں کی لمبائی کیوں کہ حرم کی اوسط سطح سے بہت لمبی تھی لہذا انہیں چھوٹا کروایا کیونکہ یہ ڈرتھا کہ حرم کی چھت ان کا بوجھ شاید نہ سنبھال پائے کیونکہ پہلے ہی دو بڑے بڑے گنبد اس پر بنے ہوئے تھے۔

(صدی الفواد صفحہ ۱۷)

## روضہ کاظمین دوسرے عہدِ ثانی میں

۱۰۴۸ھ کے ۱۸ شعبان کو صفوی حکومت ختم ہوئی جب ایرانی فوج نے ترکی فوج سے امان طلب کی جنہوں نے حملہ کر دیا تھا۔ اس کی قیادت سلطان مراد عثمانی نے کی اور عثمانی فوج نے ۲۳ شعبان کو بغداد فتح کر لیا۔

(العراق بین احتلالین جلد ۴ صفحہ ۲۲۴)



اسی سال سلطان مراد القودۃ نے آستانے کی زیارت کی اور مزارات کا دورہ کیا اور ۱۲ شعبان کو حرم کاظمیٰ کی زیارت کی اور ہمیں روایت ملتی ہے کہ ترکی فوجوں کے ساتھ بعض فتنہ انگیزی کرنے کے شوقین افراد بھی تھے۔ جنہوں نے سلطان مراد کے قبضہ کر لینے کے بعد جو چاہا برباد کیا اور تباہ کر ڈالا اور من جملہ حرم کی سونے اور چاندی کی قدیلیں بھی توڑ ڈالیں۔ پھر گیارہویں صدی ہجری کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اُس کے بعد اس صدی کی اور کوئی معلومات ہمارے پاس نہیں ہیں۔

پھر بارہویں صدی ہجری آگئی اور ختم ہو گئی اور مصادر اور مورخین اُس کے بارے میں خاص طور پر حرم کے حوالے سے قرطاس کو خالی چھوڑ گئے اور یہ محض غفلت ہے۔ سوائے اس کے کہ نادر شاہ نے سن ۱۱۵۳ھ میں اپنے امراء میں سے ایک کے ہاتھوں کچھ ہنگے تحفے اور ہدیہ جات عراق کے مقدس مقامات کے لئے بھجوائے اور جب یہ تحفے مل گئے تو وزیر نے اُسے لکھ کر ایرانی حکومت کے نائب کو دے دیا کہ انہیں ان کی خاص جگہوں پر لگا دیا جائے۔ (دوۃ الوزراء صفحہ ۴۶)

اس صدی میں عبدالرحمان سویدی کی روایت کے مطابق ایک اور چیز جو حرم کے متعلق پیش آئی وہ یہ کہ وہاں کے والی حسن پاشا متوفی سن ۱۱۳۵ھ نے امام موسیٰ کاظم کے حرم کی ایک چھت کو اس کی لکڑیوں کے کمزور اور بوسیدہ ہونے کے باعث دوبارہ تعمیر کروایا۔ (حدیثۃ الوزراء صفحہ ۶۹)

۱۲۰۷ھ میں آقا محمد شاہ قاجاری کے حکم کے مطابق وہ تمام کام دوبارہ شروع کر دیئے گئے جو صفویوں کے حکم پر شروع تو ہوئے تھے مگر ادھورے تھے اور ان میں سے ایک اُس مینار کا ادھورا پن تھا جو کہ چوتھا مینار تھا اور سلطان سلیم کے دور کا بنا ہوا تھا مگر اُسے دوسرے باقی تین میناروں کی طرح چھت کا سہارہ نہ تھا جو کہ شاید خطرہ ہو سکتا تھا جس کے پیش نظر چھت بنوائی اور ان کے علاوہ ایک بڑا صحن بنایا گیا جو حرم کو تین سمتوں سے گھیرے





ہوئے تھا، مشرقی، مغربی، جنوبی جوانب سے اور شمالی جانب سے جامع مسجد حرم اور صحن کا وہی سائز رہا جو آج تک موجود ہے اور حرم کے اس احاطے میں جو گھر تھے انہیں منہ بولی رقومات پر خریدایا گیا اور ایک گھرا یا رہا کہ جس کا مالک راضی نہ ہوا، پھر وہ صحن کی آڑ میں آتا رہا اور ایسا ہی رہا یہاں تک کہ سن ۱۲۳۶ھ کو جب طاعون کی ذبائ پھیلی تو وہ گھر والے چلے گئے اور کہیں اور آباد ہو گئے اور اس جگہ کے شرعی ذمہ دار اُس دور کے علماء کے بزرگ شیخ محمد حسن آل یاسین متوفی ۱۳۰۸ھ تھے جن کی اجازت سے اُسے توڑ دیا گیا اور صحن کو ملا کر بڑا کر دیا گیا۔

حرم میں یہ تعمیراتی کام محمد شاہ کی موت کے بعد بھی نہ رُکے جو کہ سن ۱۲۱۱ھ میں فوت ہو گیا، بلکہ فتح علی شاہ جو اس کے بعد آیا اُس نے کچھ اور کام کروائے۔ اُن میں سے اہم کام دونوں گنبدوں کا اندرونی نقش و نگار اور انہیں سونے اور چاندی کے پانی سے اور شیشوں کے ٹکڑوں اور کاشی کاری کر کے سجانا شامل ہے اور روضے کی دیواروں کو کاشانی طابوق اور مکتوبات سے مزین کیا جو کہ چھت سے ملنے والا دیواروں کا حصہ تھا۔ رنگ برنگے شیشوں سے دیواریں اور بھی دلکش ہو گئیں اور پھر اُس نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ دونوں گنبدوں اور چاروں میناروں کو سنہرا کر دیا اور سونے کے پانی سے وہ ذمہ اٹھے مگر کر بلا میں امام حسین کی قبر کے گنبد کو اس مزار سے پہلے سنہرا کیا اور یہ کام سن ۱۲۲۹ھ میں مکمل ہوا جیسا کہ فارسی اشعار تاریخ سے پتہ چلتا ہے، جو کہ یہ ہیں: (گنبد موسیٰ ابن جعفر بجھان زریں شد) یعنی حضرت موسیٰ بن جعفر کا گنبد زریں ہو گیا دنیا والوں کے لئے یہ سن ۱۲۱۱ھ کے موافق ہے اور یہ گنبد امام حسین کے سنہرا کرنے کا سال ہے جسے فتح علی شاہ نے بدل دیا اور یہ سب ماربل جن پر تاریخ کے قطعات تھے انہیں بغیر تاریخ کے دیکھے یہاں سے نکال کر دوسری جگہ پر گنبد کے پاس اوپر لگا دیا گیا اور تیرہویں صدی ہجری کے درمیانی حصے میں جو اعمال ہوئے اُن میں سے ایک اُس حوض کی تعمیر نو ہے جو کہ مشرقی صحن کے بیچ میں تھا اور سلطان سلیم کی ماں



نے اسے تائیس کیا تھا اور الحاج عبدالمطلب بیہانی نے اس کی تعمیر نو کی۔

۱۲۵۵ھ ایوانِ صغیر (چھوٹا ایوان) کو جو کہ بابِ رواق سے شروع ہوتا ہے، سونے کا پانی چڑھا دیا گیا اور یہ منوچہرخان لقب (معمد الدولہ) کے عطیے سے کیا گیا جو کہ ایرانی حکومت کے ارکان میں سے تھا اور اس کی وفات سن ۱۲۶۱ھ کے لگ بھگ ہوئی۔

۱۲۵۵ھ میں سلطان محمود ثانی نے روضہ کاظمین کو قبر رسول کی چادر ہدیہ کی اور وہ شبِ قدر میں ضریح پر ڈالی گئی، اور اس مناسبت سے کچھ قصیدے کہے گئے۔ جن میں سے ایک عبدالغفار احرس کے اشعار کا خلاصہ یہ ہے:-

ترجمہ شعر:- اے امامِ ہدی، اے امامِ حق، اے ہمارے مولّا، ہم آپ سے ملنے آئے ہیں  
اے فرزندِ علی اور فریادی بن کے آئے ہیں اے دینے والے امام، ہم امامِ موسیٰ ابنِ جعفر اور  
امامِ جواد کے مانگنے والے بھکاری ہیں اُسی نبی کا واسطہ دیتے ہیں جو عرش اور قابِ قوسیں  
کے مقام پر گئے اور قبرِ نبی کی معطر چادر جو چڑھائی گئی اُس پر ہم خوش ہیں اور جھوم رہے ہیں  
اور بے شک جد کی میراثِ اولاد کو بھی ملتی ہے۔ آپ ہی لوگ وجودِ کائنات کا سبب ہیں آپ  
لوگ دنیا میں مظلوم رہے اور تنہا و بے کس مارے گئے۔ ہماری جانب سے یہ مدح و ثناء ہرگز  
ختم نہ ہوگی اور ہم معافی کے طلب گار ہیں۔ ملائکہ کے نزول کے اس مقامِ رحمت پر ہم  
بدستِ دُعا ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے علی ابنِ علی

پھر عبدالباقی العمری نے ایک قصیدہ لکھا اور دونوں ائمہ کی شان میں اور اُن کے  
حرم کے بارے میں وہاں کی قد ملیوں اور آئینہ کاریوں کے حسن و جمال کی تعریف کی ہے۔  
۱۲۶۹ھ میں حرم کی تمام تر چیزیں بلور اور دیباچ سے ملع ہو گئی تھیں جسے عبدالباقی  
عمری اپنے کلام میں دو مختصر اشعار میں بیان کرتا ہے کہ میں قربان ہو جاؤں اس مقام کاظمین  
کے جلال و جمال پر اور اس چاند سورج پر۔

(دیوانِ العمری صفحہ ۱۱۳-۱۱۴)

۱۲۶۹ھ میں فریق سلیم پاشا نے صحن کی جنوبی مشرقی سمت پر ایک خراب شدہ جگہ کو بنوایا جسے (ولد الکظم) کہا جاتا تھا جس پر قصیدہ خوانوں نے خوب اشعار کہے ہیں اور عبدالباقی العمری نے بھی ایک شعر تاریخ پر مبنی کلام کہا ہے:- جس کا مفہوم یہ ہے کہ فریق سلیم کو خدا سلامت رکھے اور اس کے اس کام کو قبول کرے کہ اس نے یہ کر کے آخرت خرید کر دینا کا آخرت کے بدلے سودا کر لیا اور مولا کے کرم کے سائے ہوں اُس پر۔ تاریخ کا شعر ہے:

بعون أصحاب العبا أرخوا شاد سلیم مرقدا لفرق دین

۱۲۶۹ھ = ۱۲۶۳ھ

+۵

سلطان عبدالجید خان ابن سلطان محمود عثمانی نے حرم کاظمین کو دو چراغ نذر کئے جو کہ ۱۲۵۵ھ سے ۱۲۷۷ھ کے درمیان حاکم تھا۔ شیخ جابر کاظمی نے اس پر اپنے اشعار کہے اور شاعر داؤد طوسی نے بھی مختصر سا کلام کہا ہے جن کا مفہوم یہی ہے کہ جس طرح تو نے یہ چراغ دیئے ہیں خدا تیری آخرت میں تجھے چراغ دے اور تیری قبر روشن کرے اے سلطان بزرگ اے محمود عثمانی تیری عظمت کو واقعتاً ہم مان گئے۔ خدا تجھ پر آل محمد کا سایہ رکھے وغیرہ۔

۱۲۷۰ھ میں ناصر الدین شاہ قاجار نے ایک بڑے عالم دین شیخ عبدالحسین طهرانی کو جن کا لقب (شیخ العراقین) تھا، بھیجا کہ وہ کر بلا و سامراء کے حرموں کے بعد کاظمین کے حرم میں بھی عمرانی مخطوطوں کو نافذ کر دیں اور حرم کے کام یہ ہوئے کہ دیواروں کو پھیلا کر مزید وسیع کر دیا اور حرم کی بیرونی دیوار کی بھی توسیع ہوئی اور تمام دیواروں کو کاشانی طاہق سے ملع کر کے سجایا گیا اور سنگ مرمر کا کام کیا گیا اور زائرین کی امانت داری کی جگہ بنا دی گئی جہاں وہ اپنے سامان رکھوا کے جاسکتے تھے اور مشرقی جگہ پر جو اُتاق تھا اُسے ختم کر کے سب کا مجموعی نام (طارمۃ باب المراد) رکھ دیا گیا۔ سارا کام ۱۲۸۵ھ میں ختم ہوا۔

۱۲۸۲ھ میں دوسرا چاندی کا دروازہ الحاج سید مرزا بابا اصططہا باناتی نے لگوایا جو کہ جنوبی رواق قبلہ کے ایوان کے درمیان واقع ہے۔ تیسرا چاندی کا دروازہ اُسی سال



روضة اور مشرقی رواق کے مابین لگایا گیا جسے محسن خان ابن عبداللہ خان نے لگوایا اور ۱۲۸۳ھ میں جنوبی رواق کی چھت کے تعمیر نو کا کام شروع ہوا جو کہ حاج حسین چرچہ بگدی نے بنوایا اور پھر چھت لکڑی کے ستون پر کھڑی ہو گئی۔ یہ سب ۱۲۸۵ھ میں پورا ہوا۔

تیرہویں صدی ہجری اپنے انتہا کو پہنچ رہی تھی اور حرم میں تمام تر ترسیمات اور اصلاحات کا کام تمام ہوا جس میں اندرونی روضے، رواقوں، ایوانوں کے تمام تر کام شامل تھے اور اب یہ حرم فن، خوبصورتی، بے نظیری اور حسن میں ایک الگ نشانی اور پہچان بن گیا تھا۔ پس اب محن میں بھی کسی تعمیر نو کی بھی خاصی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ایک تو یہ کہ اب محن کافی کشادہ ہو گیا تھا اور پھر اس میں مرحومین کی قبریں تھیں جو زائرین کے پیروں تلے تبرک ہو رہی تھیں اس میں امانت داری کی جگہ اور نعلین رکھوانے کی جگہ یعنی کفشداری بھی تھی نہ تعدادِ زائرین میں کمی آتی تھی اور نہ ہی ضروریاتِ حرم میں۔ بلکہ بڑھتی جاتی تھیں۔ امیر فرہاد مرزا قاجاری نے جو کہ ایران کے بادشاہ ناصر الدین شاہ کے چچا تھے۔ اس مقصد کے تحت ایک خطیر رقم دے کر دو صاحبان مال وحیثیت افراد کو اس کام کی ذمہ داری دی جن کے نام حاج عبدالہادی اور حاج مہدی اُسترآبادیان تھے اور یہ دونوں تاجرین کاظمین بھی تھے، اور ان دونوں کو یہ کام سونپے:

الف۔ اموات کے دفن کے لئے منظم سردابوں کی تعمیر کریں اور یہ محن کے ایوانوں اور احاطے کے اندر اندر ہی ہوں۔

ب۔ چاروں میناروں کو نیچے سے اوپر تک سنہرا کیا جائے۔

ج۔ صحن کی دیواروں کو اونچا کریں اور ان میں دو خاصیتیں ہونی چاہئے۔ ایک تو یہ کہ

یہ دیوار کمروں اور ایوانوں کی دیوار کی حیثیت سے بھی حسین و جمیل ہو اور جہاں سنگ مرمر والا

ایوان ہے وہاں دیوار بھی اُسی طرز کی ہو اور جہاں سادہ ہو وہاں اُسی طرح اور دوسرا یہ کہ اس

کے اوپر قرآنی آیات کو کاشانی طابوق کے ذریعے بڑا اور حسین جاذب نظر انداز میں ہونا



چاہئے جو کہ پورے صحن میں نمایاں ہو۔ ایک طرف سے یہی دیوار باہر سے بھی قرآنی آیت سے مکتوب اور منقش ہونے کے ساتھ ساتھ بیرونی اور اندرونی منظر میں فرق بھی ہو۔ آخر میں صحن مراد کا شمال مغربی جانب کا کتبہ جس کی نص یہ ہے:۔ اسے زائرین کے خاکِ پانصر اللہ مشہدی نے لکھا ہے جو کہ رضوی حرم کا خادم ہے۔ سن ۱۲۹۸ھ۔

د۔ صحن میں دو ستون بنائے جائیں جس میں سے ایک جنوب کی جانب اور مشرقی جانب پر ہو، ان دونوں ستونوں پر دو گھڑیاں لگائی جائیں۔ وزیر دوست محمد خان نے جب ۱۲۸۷ھ میں عراق کی زیارت کی جس میں ناصر الدین شاہ بھی ساتھ میں شامل تھا، مگر کیونکہ اُس وقت گھڑی لگانے کی کوئی جگہ نہ تھی لہذا اس گھڑی کو خزانے میں رکھ دیا گیا، پس اس ستون کے بعد اب یہ گھڑی اُس مقام پر لگی جو کہ ۱۳۰۱ھ میں عمل میں آیا، اور یہ آج تک مشرقی جانب پر موجود ہے۔ اس کے بعد الحاج محمد مہدی ابوشہری نے دوسرے ستون کے بن جانے کے بعد پچھلی گھڑی سے بھی بڑی ایک گھڑی ہدیہ کی جو کہ باب قبلہ پر لگائی تھی اور یہ کام سن ۱۳۰۳ھ میں ہوا۔ یہ کام صحن میں بروز ۱۷ ذی قعدہ ۱۲۹۶ھ کو شروع ہوا اور اس کے بعد تمام کاموں کے ہو جانے کے بعد ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ کو کاموں کے اختتام کی خوشی میں ایک سہ روزہ جشن حرم میں منعقد ہوا اور کہا جاتا ہے کہ اس تعمیر پر جو مجموعی رقومات خرچ ہونے کے لئے چاہئے والوں اور زائرین وغیرہ نے دی تھیں وہ دو لاکھ عثمانی لیرہ سے بھی زیادہ ہو گئی تھیں۔ اس موقع پر شعراء نے قصیدے کہے۔

جمہرات ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ کو پہلی چاندی کی ضرت دونوں قبروں کے اوپر لگائی گئی۔ اس میں ایک خاتون حاجی سلطان بیگم بنت مرحوم مشیر الدولہ سید مرزا ابی الحسن العلوی شیرازی، متوفی سن ۱۳۰۲ھ نے اپنی جانب سے رقم دی اور اس عورت کے اس مال و رقومات پر سید حاج مرزا محمد کاظم طباطبائی تاجراصفہانی متوفی سن ۱۳۲۵ھ کو ذمے داری دی گئی۔ یہ کام سن ۱۳۲۳ھ میں شروع کیا گیا تھا اور مذکورہ تاریخ پر ختم ہوا۔ ضرت کے اوپر



درمیانی حصوں میں سورۃ فتح، سورۃ دھر، سورۃ جمعہ، سورۃ نباء اور آیت نور کو چاندی سے لکھا گیا جس کے ہمراہ کچھ تاریخیں بھی مکتوب تھیں اور اس پر مجموعی طور پر پچاس ہزار ایک سو مئیشقال چاندی خرچ ہوئی اور اس کام پر فنکاری وغیرہ کی ذمہ داریاں سید ارحم انوار دصائع کاظمی اور اُس کے ہمراہ سید محمد علی صائع کاظمی اور مرزا محمد شیرازی نجفی کے ہاتھوں ہوئی۔ ضریح کا دروازہ مشقی سمت کے درمیان تھا اور اس دروازے پر کچھ چاندی سے لکھے ہوئے مکتوبات ہیں جنہیں ہم یہاں لکھ رہے ہیں:

”ضریح علویہ کی بانی نواب سلطان حاجیہ ہیں جو مرزا ابوالحسن خان الحسنی مشیر الملک کی بیٹی ہیں۔ اس پر جناب مستطاب حاجی مرزا محمد کاظم طباطبائی ناظم التجار کی بھی کافی سعی و کوششیں شامل ہیں۔ تمام شد ۱۳۲۲ھ یا آبا ابراہیم یا محمد بن علی الجواد قال اللہ تعالیٰ: فَادَاْ خُلُوْهَا بِسَلَامٍ آمِنٰنٍ ۝ سَلَّمَ عَلَیْکُمْ طِبَّتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ“ اس پر ایک شعر بھی درج تھا جس کا مطلب ہے کہ حضرت کاظم الغیظ موسیٰ کاظم اور حضرت امام محمد تقی جواد کی ضریح کا کام محمد علی زرگر نے سن ۱۳۲۲ھ کو مکمل کیا۔ ۱۳۲۶ھ کو شمالی اور مغربی رواتوں کی تزئین و آرائش کا کام مکمل ہوا بالکل اُسی طرح سے جیسے کہ دوسرے دونوں رواتوں کا کام ہوا تھا اور وہی آئینہ کاری اور ہندی نقش و نگار سے سجایا گیا اور یہ حاج عباس علی یوسف ابن حاج لطف اللہ کے مالی تعاون سے انجام پذیر ہوا اور ۱۳۲۸ھ میں چھٹا چاندی کا دروازہ نصب کیا گیا اور یہ روضہ امام جواد اور مغربی رواق کے مابین ہے، اور یہ امین الدولہ شریف خان نے کروایا جو کہ کرمان شاہ کا تاجر ہے ۱۳۳۲ھ کے ۱۶ شعبان کو مغربی رواق کی تعمیر نو کا کام مکمل ہوا۔ ۱۳۰۱ھ میں صحن کی تعمیر نو کے مکمل ہونے کے وقت ایک بڑا سا چبوترہ تھا جو سنگ مرمر کا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ اسے دوبارہ بنادیا گیا تاکہ ایک استقبالیہ ایوان بن جائے۔

۱۳۲۱ھ میں اس کا کام شروع ہو گیا جب حاج محمد کریم ہمدانی نے امداد کی جوسن



۱۳۲۲ھ میں وفات پا گئے۔ انہوں نے ایک رقم دی تاکہ کاموں کو شروع کیا جائے۔ بعد میں جب دیکھا گیا کہ کام اسی تھوڑی سی رقم میں پورا نہیں ہو پائے گا تو بخاری اُمراء میں سے ایک نے کچھ رقم اور دی تاکہ کام جاری رہے۔ پھر سید حسن ابن سید ناصر البصام کاظمی متوفی ۱۳۲۸ھ نے کچھ مزید قومات کا عطیہ دیا، پھر اس میں حاج محمد ابراہیم ملک التجار صغبانی نے بقایا رقم دے کر تمام تر باقی ماندہ ضرورت کو پورا کر دیا، اور اس مذکورہ تاریخ میں تمام عمرانی کاموں کا اس ایوان میں خاتمہ ہوا اور اس میں اٹھارہ لکڑی کے ستون کھڑے کر دیئے گئے جو کہ چھوٹے اور بڑے دونوں سائز پر مشتمل تھے اور اس کی چھت کے اندر دینی حصے کو نقش و نگار سے مزین و مرصع کیا گیا۔ اس ایوان کے درمیان جو کہ ایوان کبیر ہے، کچھ کاشانی مکتوبات لکھے ہیں جن میں مکمل سورۃ اعلیٰ لکھی ہوئی ہے اور اس کے نیچے داہنے اور بائیں جانب پر (سلام علی ابراہیم) کا جملہ لکھا ہوا ہے اور درمیان میں آل عثمان کے طغرے لگے ہوئے ہیں جن پر ۱۳۳۲ھ کی تاریخ لکھی ہوئی ہے اور کاظمین کے علماء نے اور شعراء نے اس ایوان کے افتتاح کے سال اور شعر تاریخ کے عنوان سے اشعار کہے ہیں، شیخ مہدی مرایاتی اپنے اشعار یوں کہتے ہیں:

مفہوم اشعار:- یہ وہ گھر ہے کہ جس کا رب علی نے اپنی کتاب میں قصیدہ پڑھا ہے۔  
واہ یہ کیا گھر ہے کہ اس میں آنے والے کے نصیب جگمگاتے ہیں اور اس کے عاشق اس کے ہجر میں رہ نہیں سکتے اس کی چھت اور اس کا مقام دونوں ہی بڑے ہیں۔ یہاں آؤ نعلین اُتارو اور آؤ ب سے داخل ہو جاؤ۔ شعر تاریخ میں سن ۱۳۳۲ھ کو رقم کیا ہے۔

اس ایوان کی تعمیر نو کے کام کے دوران کارپینٹروں میں سے ایک مزدور جب ایک ستون کے اوپر چڑھ کر چھت کا کام کر رہا تھا تو اچانک اُس بلندی سے اُس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ نیچے گرا مگر اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ اُس کے کپڑے کا دامن ستون میں لگی ایک لکڑی یا ایسی ہی کسی



چیز میں اٹک گیا جس سے وہ مرنے سے بچ گیا۔

(تاریخ المشہد الکافی صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۹)

۱۳۳۵ھ کے جمادی الاول کے مہینے میں ترکیوں کا عراق سے قبضہ ختم ہوا اور یوں تاریخ کا ایک اور صفحہ پلٹ گیا جو کہ سن ۶۵۶ھ کے محرم میں شروع ہوا تھا اور یوں ایک نیا تاریخی صفحہ کھلا اور حرم بھی اپنے بھرپور جاہ و جلال اور عوامی اور مذہبی و روحانی طاقتوں کا مرکز بن گیا اور یہاں علماء و خطباء و ذاکرین کے پُر زور درس و مجالس شروع ہو گئے، آئے دن انقلابی خطابات ہونے لگے، لوگوں کے جذبے جاگے نو جوانوں نے کمر کس لی اور اسلامی اور زوحانی قیادت میں عراق کے لوگوں نے انگریزوں کے قبضے کو بھی ناکام بنادیا اور عراق ایک مستقل اور آزاد شناخت رکھنے والا خوش نصیب ملک بن گیا۔

آج حرم کاظمین ایک حسین و جمیل ترین اور دلکش ترین بناؤں اور شاہکاروں کی حامل عمارت اور ایک مذہبی مقام ہی نہیں بلکہ مرکز ہے اور اس میں اسلامی، ہندی، کاشانی، کاموں کے حسن و جمال ہر طرف سے ابھرا بھر کر نظر آ رہے ہیں، چاہے وہ اس کے ایوان ہوں یا درود یوار ہوں، مینار ہوں کہ گنبد ہوں، روضہ ہو کہ صحن ہو ہر طرف سونا چاندی اور شیشہ کاری اور رنگ برنگے پتھروں اور معدنیات اور قیمتی ترین اور نایاب ترین اشیاء آراستہ ہیں اور دنیا میں اپنے حسن و جمال کی خود مثال بن گیا ہے، واقعاً اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے ہر فن میں روحانیت، ایمان اور عشق و محبت موجزن ہے۔ اس میں خدا کے فضل و کرم سے دنیا کے تمام تر حسن و جمال کے پہلو اور فن نظر آتے ہیں اور آج یہ جگہ اتنی حسین و جمیل ہے کہ بچپلی صدیوں میں کبھی بھی اتنی حسین و دلکش نہ تھی۔ اس پر ہزاروں امیروں اور دولت مندوں اور کئی بادشاہوں کے مال و دولت اور اثاثے لگے ہوئے ہیں۔ گویا دنیا میں ہی جنت کا نظارہ ہے۔





# روضہ کاظمین کے دروازے

جنوبی دروازہ روضہ امام کاظمؑ

اس دروازے کا طول ۳ میٹر اور ۲۰ سینٹی میٹر اور عرض ۲ میٹر ہے جسے ۱۳۸۳ھ میں بنایا گیا۔ اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

اللهم انی وفقت علی باب میں ابواب بیوت نبیک صلواتک  
 علیہ وآلہ، وقد منعت الناس أن یدخلوا الا باذنه فقلت نایا ایہا الذین  
 آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا أیوزن لکم، اللهم انی قعقد حرمة صاحب  
 هذا المشهد الشریف فی غیبتہ کما اعتقدہا فی حضرته، واعلم ان  
 رسولک وخلفائک علیہم السلام أحياء عندک یرزقون، یرون مقامی،  
 ویسمعون کلامی، و یردون سلامی، وانک حجت عن سمعی کلامہم،  
 وقتحت باب فہمی بلدیذ مناجاتہم، وانی استاذنک یا رب اولاء،  
 واستاذن رسولک صلی اللہ علیہ وآلہ نانی، واستاذنک یا رب اولاء،  
 واستاذن رسولک صلی اللہ علی علیہ وآلہ ثانی، واستاذن خلیفتیک  
 الامامین المفروض علی طاعتہما موسیٰ ابن جعفر و محمد بن علی  
 الجواد والملائکة الموکلین بھذه البقعة المبارکة ثالثا، أَدْخِلْ یا اللہ،  
 أَدْخِلْ یا رسول اللہ أَدْخِلْ یا حیجتنی اللہ أَدْخِلْ یا ملائکة اللہ المقربین  
 المقیمین فی هذا المـ: د، فأذنا لی یا مولیٰ فی یا ملائکة اللہ المقربین  
 المقیمین فی هذا المشهد، فأذنا لی یا مولیٰ فی الدخول افضل ما أذتما  
 لأحد من أولیائکما فان لم أکن أهلا لدنک فانتما اهل لذلك (المبتزع



الحاج محمد جواد محمد رضا الساعی الشیخ محمد حسین المؤید،  
الخطاط محمد علی الکاتب)

وفی الباب لوجه اخرى متصلة أسفل الاطار الأعلى كتب عليها قوله  
تعالیٰ:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝

اے اللہ میں تیرے پیغمبر کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر کھڑا ہوں اُن  
پر تیرا درود و سلام ہو، اور ان کے خاندان پر بھی درود و سلام ہو اور تو نے لوگوں کو بغیر اجازت  
داخل سے روک دیا ہے اور ان لوگوں سے کہا ہے کہ اے ایمان لانے والو! جب بھی تم پاک  
نبی کے گھر میں داخل ہونا چاہو تو پہلے نبی پاک سے اجازت لے لیا کرو۔ جب نبی اجازت  
دیدیں تب اُن کے مکان میں داخل ہونا۔

اے خدائے پاک، میں ان مقدس ہستیوں کے مقام سے بخوبی واقف ہوں۔  
میرا، ایمان و عقیدہ ہے میں غیب پر ایمان رکھتا ہوں اور میرا یہ بھی عقیدہ و ایمان ہے کہ تیرے  
پیغمبر اور اُن کے جانشین حق تمام زندہ اور موجود ہیں اور رزق پاتے ہیں۔ وہ تمام مقدس  
ہستیاں میرے مقام سے بخوبی واقف ہیں۔ میری فریاد کو سنتے ہیں اور میرے سلام و درود کو  
سنتے ہیں اور مجھے جواب بھی دیتے ہیں لیکن میرے کانوں پر پردا پڑا ہوا ہے جو میں اُن کی  
آواز کو نہیں سن پا رہا ہوں لیکن میری تمنائیں اور دعائیں اُن سے وابستہ ہیں انہوں نے  
میرے لئے دروازہ قبولیت دعا، کھول رکھا ہے تاکہ میں دعائیں مانگنے اور گڑ گڑانے کی  
لذت اچھی محسوس کر سکوں۔

اے میرے بہترین پروردگار، میں پہلے تجھ سے اس دروازے میں داخلے کی  
اجازت طلب کر رہا ہوں اور دوسرے مرحلے میں، تیرے بھیجے ہوئے نبی پاک پر بے انتہا  
درود و سلام ہو اُن کی ذات مبارکہ پر اور اُن کے پورے خاندان پر بھی۔ اے پروردگار



تیرے جانشین حضرت موسیٰ بن جعفرؑ اور امام محمد علی بن علی الجواہرؑ کی اطاعت و فرمانبرداری مجھ پر واجب ہے اور جو فرشتے بھی ان مبارک مزارات پر مقرر ہیں ان سے بھی داخلے کی اجازت چاہتا ہوں۔

آیا اے میرے پروردگار کیا میں ان مزارات مقدسہ میں داخل ہو جاؤں؟ اور اے میرے رسول خداؐ، میں آپ سے بھی داخلے کی اجازت لینا چاہتا ہوں۔ کیا میں داخل ہو جاؤں۔ اے حجت خدا۔ مجھے اجازت دیجئے۔ کیا میں داخل ہو جاؤں اور اے فرشتو! مجھے اجازت دید و تاکہ میں مزار مبارک میں داخل ہو جاؤں۔

پس مجھے داخل ہونے کی اجازت دید و۔ اے میرے سردار و آقا۔ مجھے اجازت داخلہ دید و، تاکہ میں ان مزارات مقدسہ میں داخل ہو جاؤں اور ایسا بہترین حکم دخول مجھے دیں۔ اگرچہ میں داخلے کا مستحق نہیں بھی ہوں تو آپ کی ذات مبارکہ تو رحم و کرم کرنے والی ہے۔ آپ کا خاندان بھی صاحب فضل ہے۔

(بانی، حاجی محمد جواد محمد رضا، ساعی (سردار) شیخ محمد حسین، موید، خطاط، محمد علی کاتب)

دوسرا قطعہ ایسا ہے جس پر آیہ مبارکہ تطہیر لکھی ہوئی ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا O

مشرقی دروازہ، روضہ امام کاظمؑ

یہ دروازہ بھی سونے کا بنا ہوا ہے لمبائی تین میٹر و ۴۰ سینٹی میٹر، اور چوڑائی دو میٹر، ۱۳۸۴ھ میں بنایا گیا ہے۔ آبنوس کی لکڑی کا بنا ہوا ہے اس پر داخلے کی دعا لکھی ہوئی ہے اور اس کے قریب میں ہی، ہدیہ کرنے والے کا نام اور بانی حاجی محمد جواد حاج محمد رضا اور ساعی شیخ محمد حسین موید اور تاریخ کتابت ۱۳۸۴ھ لکھی ہوئی ہے۔

بالکل اسی طرح سے دوسرا تختہ جو نیچے کی طرف ہے اور چار جانب دروازے کے



اوپر ہے اُس پر آئیہ تطہیر لکھی ہوئی ہے اور ۵ شعر عربی کے لکھے ہوئے ہیں جو دروازے کے تین طرف لکھے ہوئے ہیں۔

أقام الهدى بابا موسى بن جعفر وقال: الى الفردوس میں ہا ہنا اعبر  
فصاغ له من معدن اللطف حليه شهب السما قدر صمت لا يجوهر  
له الله باب ان تجلى سناؤه لشمس الضحى قال: اختفى و تشتري  
عن الصدق والا خلاص في الله صنعه ومتبع الطاف ويسر المعسر  
فقف بدوى الحاجات و اهتف مورخا (بحا حاکک ابی باب موسی ابن جعفر)  
ترجمہ اشعار:

- ۱۔ ہدایت لکھی ہوئی ہے کہ حرم موسیٰ بن جعفر میں داخلے کے لئے بہشت فردوس میں داخلہ اس دروازے سے کریں۔
- ۲۔ حرم موسیٰ بن جعفر، لطفِ خداوندی اور آسمانی زینت سے سجا ہوا ہے، اس میں سونایا جواہرات نہیں لگائے گئے ہیں۔
- ۳۔ بہ خدا، حرم موسیٰ بن جعفر ایسا دروازہ ہے کہ اس کا عکس پڑے تو سورج چھپ جائے گا۔
- ۴۔ سجائی اور پاکیزگی کی وجہ سے نیت صاف ہو جاتی ہے۔
- ۵۔ یہ دروازہ گناہ گاروں کے لئے باعثِ اسن ہے اور لطفِ خداوندی کا سرچشمہ ہے۔
- دروازے پر، سورۃ مبارکہ دھر لکھی ہوئی ہے اور اُس کے قریب میں ہی یہ جملہ لکھا ہوا ہے۔  
(صدق اللہ اعلیٰ العظیم) اور ۱۳۸۳ھ اصفہان بھی لکھا ہوا ہے اور اوپر سے نیچے تک خوبصورتی سے دروازے پر یا مجیب الدعوات، یا رافع الدرجات، سلام قوال عن رب الرحیم۔ سلام علی ابراہیم لکھا ہوا ہے۔

## غربی دروازہ، روضہ امام کاظم

یہ دروازہ چاندی کا بنا ہوا ہے البتہ بیچ میں فقرے، سونے سے لکھے گئے ہیں۔  
 لمبائی ۳ میٹر اور ۴۰ سینٹی میٹر ہے اور چوڑائی دو میٹر ہے، اسے ۱۳۳۹ھ میں بنایا گیا ہے اور  
 دروازے کے ہر چار طرف داہنی سمت میں ذیل کے شعر لکھے ہوئے ہیں۔  
 چھ شعر عربی کے دروازے کے بائیں طرف لکھے ہوئے ہیں۔  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔

أقول لا سرتی و ذوی وادی      ومن شاه النجدة من العباد  
 وعند الله رام علو قدر      وشاه الفوز فی يوم الشاد  
 الاحوار کائبکم خفافا      الی باب الحوائج والمراد  
 هناك تمسکوا بضریح قدس      سما فوق الضراح بذی الأیادی  
 غیاث المعتقدی حرز الیتامی      لیدی الجلسی محمد الجواد  
 وکتبت علی المصراع الایسر      أطرافه الأربعه الأیات التالیه  
 ترجمہ:

- ۱۔ ہم ایسے خاندان سے وابستہ ہیں جو نجات دینے والے ہیں ہر غم و اندوہ سے۔
- ۲۔ میرا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ روز قیامت خدا کے سامنے پیشی ہوگی وہی نجات دہندہ ہے۔
- ۳۔ کوشش کرو کہ اپنے قدم در باب الحوائج پر رکھو جہاں آرام اور چین ملے۔ وہاں پر ضریح پاک میں پناہ لو، اور پھر اُن سے بلند درجہ تو ذاتِ خداوندی ہے۔
- ۴۔ بارگاہ امام جواد ایسا مقام ہے جہاں پریشان لوگوں کی فریاد سنی جاتی ہے آرام ملتا ہے۔
- ۵۔ ہم دروازہ باب الحوائج پر کھڑے ہیں یہاں سے تمام امیدیں پوری ہوتی ہیں

مرادیں ملتی ہیں۔

۶۔ یہ روضہ امام، ہر غریب و بادشاہ کے لئے کعبہ امید ہے اور یہی در حاجات پوری کرنے والا ہے اور تمام مخلوق کو نجات دلانے والا ہے۔

قال جل شانہ، و سبق الذین اتقواہم الی الجنہ افراحتی اذا جاؤ وھا دفحت ابوالبھا وقال لھم خنز ننتط۔ سلام علیکم طبتم فادھوھا خالذین۔ صدق اللہ۔ عمل محمد حسن، کاتب۔ ۱۳۳۹ھ

یہ وقف کیا ہے مرحوم میر درد حاجی محمد علی افضل تاجر، شوستری حسب الفرمائش، محمد التجار، حاجی محمد تقی، افضل تاجر شوستری، بہ کوشش و اہتمام، سید محمد رضا، معلم، عمل استاد، رجب علی زرگر، کتبہ، شیخ علی۔

شمالی دروازہ، روضہ امام جواؤ

یہ دروازہ بھی چاندی کا بنا ہوا ہے اور باقی اندر سے تمام سونے کا بنا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی ۳ میٹر اور ۴ سینٹی میٹر ہے اور چوڑائی ۲ میٹر ہے اور تعمیر کی تاریخ سال ۱۳۴۰ ہجری قمری لکھی ہوئی ہے اور دروازے کے ہر طرف۔ مندرجہ ذیل ۱۶ اشعار عربی کے لکھے ہوئے ہیں۔

ماھذہ القبة الحمراء قد ظہرات  
قامت علی الفلک الاعلی قوانمھا  
واشرق فی سناھا الشمس والقمر  
من نورھا بابت الآبات والزبر  
ظنتھا انھا شمس الضحی شرقت  
انوارھا و بدت فی الکون تشتھر  
فاعقل عانی من انھا خلقنا  
من نورھا الشمس منھا ثالث الغرر  
حارث عقول لعلیھا فان بھا  
أسرار حکمہ علم اللہ مدخر  
مذکان مدفن موسیض والجواد بذ  
جبریل فی الشم باب منہ یفتح  
خلاصہ اشعار: عجیب پیارا گنبد لال رنگ کا ہے کہ گنبد چمکتا رہتا ہے۔ گویا سورج اس سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اس روضے کے پائے بہت بلند و مضبوط ہیں۔ ان کے نور سے آیات



خداوندی ظاہر ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ چمکدار سورج ہے جو چمک رہا ہے اور دنیا میں روشنی پہنچا رہا ہے۔

عقل نے مجھے ڈانٹا اور کہا کہ اے سورج تو تو اس گنبد کے نور سے پیدا ہوا ہے۔ عقلیں حیران ہیں، کیونکہ سب کرامات تو اسی گنبد کی ہیں اس میں خدا کے راز پوشیدہ ہیں۔ جب سے امام کا مدفن یہ زمین بنی ہے جبرئیل امین اس جگہ کو بوسہ دیتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

دروازے کے اوپر سے نیچے تک یہ الفاظ نقش ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ انا فتحتنا لک فتحا مبینا۔۔۔ یا امام محمد الجواد۔۔۔ یا باب المراد ۱۳۴۰ھ

اے موسیٰ جعفر آپ حاجات کو پورا کرنے والے ہیں اور ہر خیر کی آپ سے امید ہے۔

پھر لکھا ہے صدق اللہ، بقلم زنی، محمد حسن بن مرحوم شیخ موسیٰ، اس کو وقف کیا ہے جناب حاجی عبدالرحیم تاجر، بیہانی نے، عمل استاد رجب علی، ولد مرحوم حاجی فتح اللہ زرگر (سنار) شوستری۔ ۱۳۴۰ھ، اور کیا خوب درگاہ ہے کہ اس سے مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ شفیع خلق، امام جواد، خواندش۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل ۶ اشعار لکھے ہیں:-

ذاشامخ الطور ام ذا بازخ النور	والهج به بین تھلیل و تکبیر
هو المقدس وادیہ مرائرہ	بؤوب عہ ابذنب مہ مغفور
ناج ابن جعفر و اعلن فی تحیتہ	فانہا خیر سعی منک مشکور
واطلب مرادک واسجد الجواد تفر	منۃ بنبل من الرضوان موفور
فذا مقام علی سرد الالہ بہ	للساظرین تجلی غیر مستور
باب الحوائج باب اللہ فاغتموا	دخلولہ غد تاصل و تکبیر

ترجمہ اشعار: اس جگہ بلند مرتبہ مزار مقدس ہے نور کی روشنی سے یہ جگمگا رہا ہے۔ ہدایات



جاری ہیں پس اپنی ذات کو خدا کی تعریف اور عبادت میں لگائے رکھو۔ یہاں پر مقام مقدس ہے کہ جہاں زائرین کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حضرت موسیٰ بن جعفر کو پکارو اور ان پر درود و سلام پڑھو کہ تیرا یہ کام خدا کو پسند ہے اور تیری تمام دعائیں مقبول ہیں۔ امام جواد کا نام لو، اور اپنی مراد پاؤ تا کہ خوشی ملے گی اور نیکی تک پہنچوں گے۔ اس مقام پر بلندیاں ہیں۔ شوکت اسلام ہے۔ خدائی راز۔ لوگوں پر کھلتے ہیں اور لوگ فیضیاب ہوتے ہیں۔ باب الحوائج۔ یہ اللہ کا باب ہیں پس اپنی زندگی کو قیمتی شمار کرو اور صبح و شام ان کا ذکر کیا کرو۔

### مشرقی دروازہ، روضہ امام جوادؑ

یہ دروازہ چاندی کا بنا ہوا ہے اور لمبائی اس کی ۳ میٹر اور ۴۰ سینٹی میٹر ہے اور چوڑائی دو میٹر ہے اور سال ۱۳۱۴ھ میں تعمیر ہوا ہے۔ دروازے کے اطراف میں فارسی کا شعر لکھا ہوا ہے اور وسط میں اوپر نیچے تک یہ لکھا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا۔

امام محمد تقی جوادؑ اپنی ذات میں یکتا تھے۔ آپ کے مزار کو زائرین، عرش بریں سے بھی بلند دیکھتے ہیں۔ جس سے روشنی نکلتی رہتی ہے اور آواز، طہتم فدا دخلوہا خلدین، آتی ہے اور جب کہو ۱۴ تو اس کا معنی ہے ایک ہزار تین سو بار۔ یا کافی المہمات، یا قاضی الحاجات، البانی، حاجی محمد جواد، بن مرحوم حاجی محمد تقی ۱۳۱۴ھ اور یہ سعی (کوشش سے) آقا سید حسن بصام کی۔

### غربی دروازہ، روضہ امام جوادؑ

یہ بھی چاندی کا دروازہ ہے۔ جس کی لمبائی ۳ میٹر اور ۴۰ سینٹی میٹر ہے اور چوڑائی ۲





میٹر کی ہے۔ ۱۳۲۷ھ میں تعمیر ہوا ہے۔

دروازہ کے اطراف میں فارسی اشعار لکھے ہوئے ہیں اور پھر اوپر سے نیچے تک مندرجہ ذیل فقرے لکھے ہوئے ہیں۔ وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ۝ فَادَا خُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ۝ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ۝ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ ۱۳۲۷ھ عمل حسین نقاش۔ زرگر (سار) کرمان شاہی۔

(تاریخ المشہد الکاشمی صفحہ ۱۵۲ تا ۱۶۹۳)

## روضہ کاظمین کے رواق

روضہ کاظمین کو چاروں طرف سے چھت بنا کر پاٹ دیا گیا ہے کہ کئی مقامات آس پاس بھی ہیں اور کچھ دور بھی ہیں۔ تمام مقامات پر سنگ مرمر کا بہترین کام کیا گیا ہے اور آخر میں سن ۱۳۸۰ھ میں کام کیا گیا ہے۔ جو پتھر کا کام ہے۔

رواق کی دیواریں بھی ۴ میٹر سے اونچی سنگ مرمر سے خوبصورت سجائی گئی ہیں اور یہ کام ۱۳۷۵ھ میں کیا گیا ہے۔ روضے کی چھت اور دیواریں بھی ۴ میٹر اونچی بنائی گئی ہیں اور دیواروں پر اچھے قسم کے نقش و نگار بنائے گئے ہیں جس میں شیشے لگائے گئے ہیں جس پر تعمیر کی تاریخ ۱۳۸۲ھ لکھی ہوئی ہے۔ یہاں پر ایک بڑا دروازہ لگایا گیا ہے جس سے تاریخی ہنر اور رواق کی خوبی نظر آتی ہے اور کئی دروازے داخلے کے لئے بنائے گئے ہیں۔

### رواق شمالی

یہ رواق ۲۷ میٹر ۹ سینٹی میٹر لمبا ہے اور چوڑائی میں ۴ میٹر ۳۰ سینٹی میٹر ہے اور یہ رواق جنوب کی طرف سے روضے سے متصل ہے۔ شمالی سمت سے مسجد جامع صفوی سے متصل ہے اور درمیان مسجد اور رواق کے ایک لوہے کی جالی ہے۔



## رواقِ غربی

یہ رواق لمبائی میں ۳۸ میٹر اور ۱۵ سینٹی میٹر ہے اور چوڑائی میں ۴ میٹر ۳۰ سینٹی میٹر ہے۔ مشرق کی طرف سے روضہ اور دو دروازوں سے متصل ہے کہ جن کا ذکر پہلے کر دیا گیا ہے اور یہ حصہ رواق کی طرف کھلتا ہے اور مغرب کی سمت سے طارمہ صحن قریش سے ملا ہوا ہے اور لکڑی کا دروازہ کہ جس پر کچھ لکھا ہوا یا نقاشی نہیں ہے۔ بے نشان بیچ میں موجود ہے۔

ایک تاجر عدنان (ملک کا) جس کا نام تھا حاجی فقیر تھا اُس نے آدھا حصہ مصلے کا خواتین کے لئے لکڑی سے بنایا تھا اور برسوں سے اس مسجد کو حاجی فقیر کی مسجد کہا جاتا رہا ہے لیکن اب لکڑی کی دیوار بنا کر، دوبار، مثل اول رواق کے بنادیا گیا تھا۔ یہ رواق کے بیچ میں ہے اور ایک طرف سے روضہ منورہ سے متصل ہے، وہاں ایک بڑا کمرہ ہے اور وہاں خواجہ نصیر الدین طوسی کی قبر موجود ہے اور ایک لوہے کے بنجرے سے اُس رواق اور ایوان کو الگ الگ کر دیا گیا ہے اور ان دیواروں پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اور اس جگہ مقبرہ بنا ہوا ہے جو محمد بن محمد بن حسن طوسی محقق و حکیم کا ہے اور شاہ ناصر الدین قاسم کے زمانے میں بہ حکم شہزادہ معتمد الدولہ فرہاد مرزا سال ۱۳۰۴ھ میں تعمیر کیا گیا تھا۔

## رواقِ شرقی

اس کی لمبائی ۳۸ میٹر اور ۱۵ سینٹی میٹر ہے اور چوڑائی ۴ میٹر اور ۳۰ سینٹی میٹر ہے اور مغرب کی سمت سے روضہ منورہ سے ملا ہوا ہے اور اس رواق کے درمیان اور روضے کے درمیان ایک دروازہ ہے کہ جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں اور مشرق کی سمت سے باب المراد سے ملا ہوا ہے اور تین دروازے، رواق اور روضہ کے درمیان ہیں۔

## رواقِ شرقی کا دروازہ

اس کا دروازہ چاندی کا بنا ہوا ہے اس کی لمبائی ۳ میٹر اور ۴۰ سینٹی میٹر ہے اور چوڑائی ۲



میر ہے یہ سال ۱۳۶۸ھ میں تعمیر ہوا تھا اور دروازہ چہار چوب پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے۔  
 حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلِّمْ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا  
 خَالِدِينَ ۝

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ کہ دوستانِ خدا پر کبھی خوف غالب نہیں ہوتا نہ ان کے دل میں پریشانی آتی  
 ہے۔ (سورہ زمر آیت ۷۳)

اور جب اس جگہ پر پہنچو تو تمام دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں اور جنت کے فرشتے ان کو  
 سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری کس خوش نصیبی کی زندگی ہے۔ تم اس جنت میں آ کر  
 ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آباد ہو جاؤ اور آرام سے رہو۔

باب قدس بالکاظمین تسامی شرفاً واعتلی علی النیرین سلام علی آل یس  
 علی مع الحق والحق مع علی وَالْكَظِيمِ الْغَيْظُ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ طَوَّالَهُ  
 يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

(سورہ آل عمران آیت ۱۳۳)

قلت آرزو شادہ محمد ارخ جل بالکاظمین باب المراد ۱۳۶۸ ولایۃ علی  
 بن ابی طالب حصنی ومن دخل حصنی أمن من عذابی بسعی استاد عباس  
 زرگر اصفہانی، بعمل محمد علی پسند صنایع. و اخوان محمد باقرین  
 عباس اصفہانی، سنۃ ۱۳۶۹ھ

ترجمہ: ایک پاک و بلند مرتبہ دروازہ کاظمین کا ہے جو درجات کی بلندی میں  
 ستاروں سے بھی بلند ہے سلام اور درود ہو خاندانِ یاسین پر۔ حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق  
 کے ساتھ ہے اور جن لوگوں نے اپنا غصہ ختم کر دیا اور لوگوں سے بدی کو ختم کر دیا خداوند عالم  
 ایسے نیک لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔

اور جب محمد (تعمیر کرنے والے بانی نے) اس دروازے کو بنایا تو اس کی تاریخ کا



یہ جملہ لکھا۔ ”جل بالکاظمین۔ باب مراد“۔ ۱۳۶۸ھ اور کہا ولایت و دوستی علیؑ نے میرا حصار کر رکھا ہے۔ یہ ایک قلعے کی مانند ہے اور جو بھی ولایت علیؑ کے قلعے میں آ گیا اس نے پناہ پائی اور اسے امان مل گئی۔ استاد عباس زرگر اصفہانی کی کوششوں سے، باعل محمد علی و محمد باقر بن عباس اصفہانی سن ۱۳۶۹ھ

### دروازہ جنوبی

یہ چاندی کا دروازہ ہے۔ جس کی لمبائی ۳ میٹر اور ۴ سینٹی میٹر ہے اور چوڑائی دو میٹر ہے اور یہ ۱۲۹۴ھ میں تعمیر ہوا ہے اور جب بن کر تیار ہو گیا تو باب المراد پر نصب کر دیا گیا اور پھر یہ کتبہ پتھر اوپر کی سمت لگا دیا گیا تاکہ قبلے کی طرف سونے کا دروازہ بنا دیا جائے۔  
دروازے پر فارسی کا شعر لکھا ہوا ہے اور ایک شکل گول دائرے کی اور دوسری شکلیں بنی ہوئی ہیں اور ان کے نیچے مندرجہ ذیل تحریر لکھی ہوئی ہے۔

ترجمہ: یہ دروازہ مبارک، وصیت مرحوم مغفور حاج محمد تار اور اس کے بیٹے مرزا داؤد کے حکم سے تعمیر کیا گیا تھا شیخ علی کلید برادر تھے، جنو اسے تھے مرحوم شیخ عبدالحمید کے، انھوں نے تعمیر کرایا تھا۔

اس کے بعد لکھا ہے۔

اے میرے سردار۔ میں ناچیز آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور اپنی پوری کوشش سے آپ کا کام کرتا ہوں اور مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے کہ میں بخشش پا جاؤں گا کیونکہ آپ میرے مولا اور خاندان فضل و کرم کے مالک ہیں میری مدد کریں گے۔

کتبہ العبد جانی ابن الوصال یزدانی خادم سید محمد مہدی نقاش  
وسطی دروازہ:

یہ دروازہ سونے کا ہے۔ اس کی لمبائی ۳ میٹر اور ۷ سینٹی میٹر ہے اور چوڑائی ۲ میٹر اور ۸۰ سینٹی میٹر ہے اور ۱۳۸۷ھ میں تعمیر ہوئی تھی۔



سونے سے آیات لکھی ہوئی ہیں۔

دونوں طرف دروازے میں ایک دروازہ تختہ مینا کا بنا ہوا ہے۔ جس کی لمبائی ۲ میٹر اور چوڑائی آدھا میٹر ہے اور اس پر سونے سے یہ آیات لکھی ہوئی ہیں۔

(اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر، الحمد لله علی ہدایتہ لدینہ والتوفیق لما دعا الیہ من سبیلہ۔ اللهم انک اکرم مقصود و اکرم ماتی، وقد اتیتک متقربا الیک با بنی بنت نبیک صلواتک علیہما و علی آبائہما الطاہرین و ابنائہما الطیبین۔ اللهم صل علی محمد و آل محمد، ولا تخیب سعی، ولا تقطع رجائی واجعلنی عندک وجیہا فی الدنیا و الاخرۃ و من المقربین۔

ترجمہ: خداوند عالم۔ تعریف سے کہیں بلند ہے اس کی کما حقہ تعریف نہیں کی جا سکتی ہے۔ عقل و وہم بھی خدا کی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتی ہے اور خدائی تو صرف خدا کیلئے ہی سزاوار ہے۔ اس کی شان ہر شے سے بلند و بالا ہے۔ ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہماری ہدایت دین اسلام کی طرف کی اور ہم کو نیکی کی توفیق عطا فرمائی اور اے پالنے والے پروردگار۔ دنیا کی تمام مخلوق تجھ سے ہی ہر طرح کی امید رکھتے ہیں۔ میں کبھی تیری بلند ہستی کے پاس امید لے کر آیا ہوں اور اس درگاہ کے واسطے سے تجھ سے التجا کرتا ہوں۔ رسول خدا، علی مرتضیٰ بی بی پاک فاطمہؑ اور ان کے دو بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کا واسطہ دیتا ہوں۔ ان پر بے شمار درود و سلام ہوں۔

اور اس دروازے کو بنانے والے کا نام حاج عبدالرسول علی صفار ہے جس کی کوششوں سے اس کی تعمیر ہوئی ہے۔

تین طرف فارسی کے اشعار لکھے ہوئے ہیں اور ایک قصیدہ عربی میں لکھا ہوا ہے چھ شعر عربی کے ہیں۔



جن کا خلاصہ یہ ہے:- اے خدا تیرے نبی محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ، پاک بی بی حضرت فاطمہ الزہراء، اور ان کے دو بیٹے حسن اور حسینؑ کا واسطہ ہے۔ کہ ان پر بے شمار درود و سلام ہوں اے خدا۔ محمد و آل محمد پر درود بھیج، اور ہم کو نا امید نہ کرنا کہ ہم ہر طرح کی امید تجھ سے لگائے ہوئے ہیں۔ مجھے اپنے دربار سے کامیاب کرنا کہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤں اور مجھے اپنا مقرب بندہ بنا لے۔ میری فریاد کون لے۔

دو چہرے ایسے ہیں کہ جنہوں نے کبھی غیر خدا کی عبادت نہیں کی ہے۔ ایک چہرہ تو چمکتا ہے اور دوسرا چہرہ ہدایت کرتا ہے اور یہ دو چہرے حضرت امام کاظمؑ اور جوادؑ کے ہیں۔ پس ہم کو ان دونوں کے دامن میں رکھنا تا کہ قیامت میں ہماری بخشش ہو سکے اور یہ دونوں مبارک ہستیاں، بے سہارا، غم زدہ لوگوں کیلئے ایک سہارا ہیں، اور غریبوں و بے کسوں کے مددگار ہیں اور اس بات میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ سونا قیمت میں بہت بلند درجہ رکھتا ہے۔ یہ بھی ان کی چوکھٹ پر سجدہ کرے گا اور جو لوگ غم زدہ ہیں دنیا نے ان سے رخ موڑ لیا ہے۔ وہ ان کی غلام بن جائے گی اور ان کی مرادیں پوری ہوں گی۔

اے چمکنے والے سونے، راضی اور خوش ہو جا اور ان دونوں بزرگ ہستیوں کی پناہ مانگ، اور تو، زائرین سے دور نہ ہو جانا، بلکہ غربت دور ہو کر مالداری آ جائے۔

ان کی مقام و منزلت کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ پوچھنا کیونکہ یہ تو سارے کے سارے امام ہیں۔

لہذا ہم کو ان کے ساتھ رہنا ہے اور خاک درگاہ اہلبیت رسول کو بوسہ دو اور اپنے دل میں ان کی محبت پیدا کرو کہ اسی میں تمہاری خوش قسمتی اور بھلائی ہے۔ یہی سب سے زیادہ طاقتور ہیں لوگوں کی جانوں کے مالک ہیں اس میں کوئی شک والی بات نہیں ہے اور یہ بارہ کے بارہ چمکتا ہوا چاند ہیں۔ یہ سب کے سب ہدایت کنندہ ہیں۔ یہ تمام کے تمام اللہ سے تقویٰ کا وعدہ کر چکے ہیں اور خدا نے ان کی باتوں کو پسند کر لیا ہے اور ان دونوں مبارک



ہستیوں نے جو بھی وعدہ کیا ہے اسے پورا کیا ہے لوگوں کی دعائیں قبول کی ہیں۔  
 کافر۔ منافق۔ (شیطانی طاقتیں) اکٹھی ہو گئی ہیں اور چاہتے ہیں کہ عوام الناس  
 کو اس پاک دوازے سے دور کر دیں لیکن ان شیطانوں کی تمام سازشیں ناکام ہو چکی ہیں  
 اور یہ لوگ بکھر گئے ہیں اور دوری پر انھوں نے وطن بنا لیا ہے اور ہر ایک قید خانہ ان کے لیے  
 ایک شہر بن گیا ہے۔

دور دراز سے مومنین ان مقدس ہستیوں کی زیارت کرنے کو آتے ہیں اور بالکل  
 کعبے کی طرح سے ان کے مزارات کی زیارت کرتے ہیں اور مجھے بہت تعجب ہے۔ ان دو  
 حضرات کی بلند عظمت پر گو کہ انھوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر دی ہیں۔  
 مرنے کے بعد ان کی قبریں، مظلوموں اور غم زدہ لوگوں کیلئے پناہ گاہیں بن گئی ہیں  
 اور گناہگاروں کی توبہ یہاں پر قبول ہوتی ہے۔ اگرچہ ان مقدس ہستیوں نے بہت غربت  
 اور پریشانیوں میں زندگی گزاری ہے لیکن عوام الناس کیلئے انھوں نے، کشادگی رزق، اور  
 خوشحال زندگی عطا فرمادی ہے اور جب ان دونوں مقدس ہستیوں کی زندگیوں کا چراغ گل  
 ہو گیا (شہید ہو گئے) تو عوام الناس کی زندگیوں کو روشن بنا دیا ہے اور جو بھی ہدایت سے دور  
 ہو گیا تھا وہ ان کے واسطے سے راہ ہدایت پر آ گیا ہے اور یہی مبارک ہستیاں لوگوں کو آخرت  
 کا توشہ دیتے ہیں۔

حوض ولایت و امامت اور حوض کوثر ان کی ذوات مقدس سے ایک ہو گئے ہیں  
 تاکہ ان کے بیچ میں کوئی فاصلہ قائم نہ کر سکے۔ نہ کوئی فرق باقی رہے۔

یہ ہستیاں قابلِ فخر ہیں ان کی وجہ سے ہی دنیا میں رونق ہے اور حضرت آدمؑ نبی  
 نے بھی ان ہستیوں پر فخر کیا ہے اور اگر دنیا والے غور و فکر سے کام لیں تو سوائے ان کے اور  
 کوئی دوسری پناہ گاہ نہیں ملے گی۔ ان مقدس ہستیوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ ایک مضبوط  
 زنجیر سے باندھ رکھا ہے اور کسی میں ایسی طاقت نہیں ہے جو اس زنجیر کو توڑ سکے۔



دروازے کے درمیان میں یہ عبارت درج ہے:-

الامام موسیٰ بن جعفر موسیٰ بن جعفر باب الحوائج انما یرید  
اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطہیراً زرگری و  
طلاکاری حاج محمد حسین پرورش، مینا سازی شکر اللہ صنیع زادہ،  
اهداء الحاج عبدالرسول علی الصفار.

حاج محمد حسین پرورش نے کرایا ہے اور مینا سازی نقاشی الحاج عبدالرسول علی  
الصفار نے کی ہے۔

اور اس رواق کے بیچ میں جو طرفِ روضہ منورہ سے ملا ہوا ہے ادھر ایک بڑا،  
دالان ہے وہاں پر شیخ مفید کی قبر ہے اور رواق اور دالان کے درمیان ایک لوہے کا غجرہ بنا کر  
الگ کر دیا گیا ہے۔ جو دونوں کو الگ الگ کرتا ہے۔  
اس کے اوپر یہ عبارت لکھی ہے:-

ترجمہ: یہ بلند ہستیاں کتنی بابرکت ہیں میں ان کی تاریخ بیان کر رہا ہوں۔ گویا ان کے  
دروازے پر بہترین سونا لگایا گیا ہے۔ گویا سونا بھی مزاروں کو سجدہ کر رہا ہے اور تسبیح پڑھ رہا ہے۔  
۲۔ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَ یُطْہِرَکُمْ  
تَطْہِیْرًا ۝ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اے اہلبیت محمد۔ ہر قسم کے رجس کو تم سے دور رکھا جائے او  
ر تم کو ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

(سورہ احزاب آیت ۳۳)

۳۔ قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوْتَةَ فِی الْقَبْرِ ۖ کہہ دو کہ میں تم لوگوں  
سے کسی قسم کا اجر رسالت نہیں چاہتا ہوں مگر تم میرے اہلبیت سے مودت رکھو۔

(سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

اور مزار ہیں جو لوہے کا جال لگایا گیا ہے اس پر مندرجہ ذیل کلام لکھا ہوا ہے۔





یا اللہ یا رحیم۔ یا حکیم یا علیم یا کریم یا اللہ یا محمد یا علی  
یا فاطمہ یا حسن یا حسین یا علی یا محمد یا جعفر یا موسیٰ یا علی یا  
محمد یا علی یا حسن یا مہدیؑ۔ ہولاء المتی و سادتی و قاداتی و شنعانی  
فی ایوم القیامہ۔ ہذا مرقد الشیخ المفید علیہ الرحمہ ۱۳۲۸ھ یا اللہ۔  
لوہے کے پتھرے کے پاس کلمہ (یا اللہ) تین مرتبہ اور کلمہ یا محمد دو مرتبہ اور کلمہ یا  
علی بھی دو بار لکھا ہوا ہے۔

جب ایوان میں داخل ہوتے ہیں تو ایک سنگ مرمریہ سطریں لکھی ہوئی ہیں اس  
جگہ قبر شیخ مفید ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان بن عبد السلام۔ تلکمری بغدادی ہے۔ ۱۱۔  
ذی قعد ۳۳۶ھ کو دنیا میں آئے اور شب سوم ماہ رمضان سال ۴۱۳ھ میں وفات پائی اور شیخ  
فقیہ ابوالقاسم، استاد کی قبر کے پاس دفن ہوئے شیخ فقیہ ابوالقاسم جعفر بن قنولویہ قمی۔ سال  
وفات ۳۶۶ھ ہے۔  
۴۔ رواق جنوبی

یہ رواق لمبائی میں ۲۸ میٹر اور چوڑائی میں ۴ میٹر ۳۰ سینٹی میٹر ہے اور شمالی طرف  
سے روضے سے ملا ہوا ہے اور اس روضے اور رواق کے بیچ ایک دروازہ ہے۔ جس کو در  
بے قرار کہا جاتا ہے اور رواق اور طارمہ کے درمیان باب القبلة کے تین دروازے ہیں جس  
کی تفصیل یہ ہے:-

الف۔ دروازہ شرقی: یہ دروازہ، لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اس پر کچھ لکھا نہیں ہے اور  
اس کے اوپر، تین کون والا، تگوندہ، کاشی اور نقاشی کا کام ہے۔ دو شعر لکھے ہیں۔

موسیٰ بن جعفر والجواد      ومن ہما سر الوجود  
ہذا ملاذ الخالفین      وذلک ماویٰ للوفود

۱۳۶۰ھ



ترجمہ: امام کاظمؑ اور امام جوادؑ کون ہستیاں ہیں۔ گویا یہ تورمز و راز ہیں۔  
 ب۔ دروازہ غربی: یہ دروازہ لکڑی کا ہے۔ اور اس پر کچھ بھی لکھا ہوا نہیں ہے۔  
 البتہ اس کے اوپر کاشی کا کام بنا ہوا ہے اور اس کے نیچے یہ شعر لکھے ہوئے ہیں۔

باب قدس للجوادین به كل هم للبرایا ینجعلی  
 بالامامین ثری اعتباره شرفاً فوق الثریا ینعلی  
 ایہا السائل عن تاریخه (قم فیشر فاتح الباب علی)

ھ ۱۳۵۷

ترجمہ: یہ امام کاظمؑ ہیں جو غریبوں مصیبت زدہ لوگوں کی پناہ گاہ ہیں اور امام جوادؑ  
 بھی ایسے ہی ہیں۔

۲۔ ان جوادین کی بارگاہ میں امام کاظمؑ و امام جوادؑ پناہ لے لو۔ کہ دروازہ کھلا ہوا  
 ہے پاک بارگاہ امام کاظمؑ و محمد جوادؑ کی ہے۔ جہاں غم و اندوہ ختم ہوتا ہے۔ یہ بارگاہ ایسی پاک و  
 بلند و بالا ہے کہ آسمان سے بھی درجے میں بلند ہے۔  
 اور اے تاریخ نگار، کیا بات پوچھتا ہے۔ اٹھ اور جلدی کر کہ دروازہ علیؑ کھلا ہوا ہے۔

ھ ۱۳۵۷

ج: وسطی دروازہ: یہ دروازہ سونے کا ہے، لمبائی ساڑھے تین میٹر اور چوڑائی ۲  
 میٹر ۶۰ سینٹی میٹر ہے اور سال ۱۳۸۳ھ میں تعمیر ہوا ہے۔ مستطیل شکل میں ہے جو مینا کاری  
 کی ہے۔ یہ دروازہ چار چوب سے ملی ہوئی ہے اور یہاں پر کافی باتیں سونے کے قلم سے لکھی  
 گئی ہیں۔

اور یہ لکھا ہے:

(اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر، الحمد للہ علی



ہدایتہ لدینہ والتوفیق لما دعا الیہ من سبیلہ۔ اللہم انک اکرم مقصود  
واکرم ماتی، وقد اتیتک متقربا الیک با بنی بنت نبیک صلواتک  
علیہما و علی آبائہما الطاہرین وابنائہما الطیبین۔ اللہم صل علی محمد  
و آل محمد، ولا تخیب سعیی، ولا تقطع رجائی واجعلنی عندک وجیہا  
فی الدنیا والاخرۃ و من المقربین۔

ترجمہ: خداوند عالم کی حمد و ثنائیں کی جاسکتی ہے وہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ  
اس کی تعریف کی جاسکے۔ خدا کا تصور تو اتنا بلند ہے جو ذہن میں بھی نہیں آسکتا ہے اور وہ  
خدائے یکتا کے علاوہ اور سب کچھ ہے۔ خدا کی تعریف ناممکن ہے کہ اس نے ہم جیسے ناچیز  
بندوں کو دین اسلام کی طرف ہدایت فرمائی اور کتنے اچھے طریقے پر ہماری ہدایت فرمائی۔  
ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجا اور پھر ہم کو اتنی توفیق دی کہ ہم اس کی ہدایت اور دعوت کو قبول  
کر سکیں۔ اے میرے پاک پروردگار تیری ذات سب سے ہی بلند ہے کعب وام الناس۔ اپنی  
حاجتیں لے کر تیرے پاس آتے ہیں۔ میں بندہ ناچیز بھی تیرے دروازے پر آیا ہوں اور  
میں تجھ سے قربت چاہتا ہوں اور تیرے رسول کی بیٹی کے دو بیٹوں پر بے شمار درود سلام  
بھیجتا ہوں اور اے میرے پروردگار، تو بھی، ان مقدس و متبرک ہستیوں پر درود و سلام بھیج اور  
ہم کو اپنی بارگاہ کی سے نا امید نہ پلٹانا اور مجھے دنیا اور آخرت میں عزت دینا اور اپنا مقرب  
بندہ بنالے۔

ہدیہ کردہ۔ حاجی عبدالرسول علی الصفا۔ کوشش، شیخ محمد حسین مرید سال ۱۳۸۳ھ۔

یا ابا جعفر مولانا محمد بن علی البراتی الجواد علیہ السلام اور دوسری طرف لکھا ہوا ہے۔

یا ابا ابراہیم مولانا الامام الہمام موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہ السلام

اور دروازہ چہار چوب کے اوپر، ایک سونے کی تختی پر لکھا ہوا ہے (وسبق الذین اتقوا) اور

رتین طرف ایک فارسی کاشعر بھی لکھا ہوا ہے اور ایک قصیدہ دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ جس کا



خلاصہ درج ذیل ہے۔

ایک دروازے پر نور اور روشنی ہے۔ جس کو دیکھ کر عوام الناس کی نظریں خیرہ ہونے لگتی ہیں اور سونا بھی چمکتا ہے اور چاندی بھی آب و تاب دکھلاتی ہے کیا خوب بنایا گیا ہے کہ دل کی خوشی محسوس ہوتی ہے اور کس قدر خوبصورت ہے۔ اس کی بناوٹ کے کمال سے لوگوں کی عقلیں پریشان ہیں اور اس کی چمک بالکل آسمان کے ستاروں جیسے روشنی اور چمک ہے۔

آٹھ عدد شعر عربی کے ہیں۔ جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل کیا جا رہا ہے ملاحظہ فرمائیے گا۔ وہ دروازہ معجز ہے اور ہنر والا ہے یہاں غم و اندوہ کا گزرنہیں ہے اس کو کسی ایسے مومن نے بنایا ہے کہ راہ ولایت کو روشن کر دیا ہے۔

یہ دروازہ خورشید کو دوست رکھتا ہے، کیونکہ خورشید (سورج) کی چمک اس کے سامنے مانند پڑ جاتی ہے اور اس کی چمک بڑھ جاتی ہے۔

در کرامت، در امامت و ہدایت پر نور خدا، ضوئین ہے، باب الحوائج کو جب آپ پکاریں گے فوراً آپ کی حاجت روا ہوگی اور جو کوئی بھی غم زدہ، زمانے کا ستایا ہوا آپ کے مزار پر آ جائے گا اسے پناہ ملے گی اور سکون ملے گا۔

یہ مزار تو پریشان لوگوں کے لیے ایک امن کا قلعہ ہے جو مراد بھی لے کر آئے گا پوری ہوگی۔

یہ درگاہ تو روٹی رزق بانٹنے کی جگہ ہے۔ ہر قسم کی دعا یہاں قبول ہے اور جو بھی دعا مانگو گے دل کی مراد پاؤ گے اور یہ بخش بڑھتی ہی رہے گی۔

یہ زمین کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جو بہت پاکیزہ مقام ہے۔ نیکی و سعادت کی جگہ ہے۔ اور اس کے بنانے والے کو خدا سات آسمان کی بلندیاں عطا فرمائے گا۔

گزری ہوئی زندگی میں بھی آپ نے بشارت دی ہے اور مستقبل میں بھی آپ



ہی بشارت دینے والے ہیں۔ گویا لوگوں کی امیدوں کا آپ ہی سہارا ہیں۔  
 گویا یہ قبر ہمیشہ کیلئے خوش خبری ہے اور طواف کرنے والے اور اس کتاب کو  
 پڑھنے والے رستگار ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے فضل و ہدایت سے قوموں کو  
 ہدایت بخشی ہے اور قومی وقار اور پرچم کو بلند کیا ہے اور یہی وہ مبارک ہستیاں ہیں کہ سرزمین  
 عراق کو، ان کی ذوات مقدسہ کی وجہ سے عزت بخشی یہ اور برکتیں نازل کی ہیں اور یہی ہستیاں  
 اہلبیت محمد ہیں اور ان کے صحیح جانشین بھی ہیں گویا، یہ اس مضبوط درخت کی شاخ ہیں۔  
 خداوند عالم کے راز و نیاز کے امین ہیں اور ان سرار کی وجہ سے انسان کی نسلوں کی حفاظت  
 فرماتے ہیں۔ ان کے اندر بھی ویسی ہی صفات حمیدہ ہیں جو صفات پیغمبر میں موجود تھیں اور  
 وہی خواہشات ہیں جو پیغمبر کی خواہشات ہیں۔ عدالت اور جہاد بھی آپ کی وجہ سے ہے اور  
 زہد و بخشش بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، کیونکہ یہ سب کے سب ہی خاندان محمدؐ سے  
 ہیں اور اس خاندان رسالت کی خواتین و افراد، سب کے سب ہی کمال یافتہ اور بلند درجہ ہیں۔  
 یہ خاندان اس قدر مبارک اور نیکوں والا ہے کہ اس درخت پر پھل آ رہے ہیں اور ستارے  
 بن کر آسمان پر چمک رہے ہیں اور اپنے سائے سے سب کو فیضیاب کر رہے ہیں۔

## روضے کی دیواریں

### دیوارِ شمالی

اس دیوار کی لمبائی ۱۲۱ میٹر، ۲۰ سینٹی میٹر ہے اور اس میں گیارہ طاق بنے ہیں۔  
 طاق شرقی سمت اور مغربی سمت میں۔ بابِ جواہر یہ اور بابِ قریش اسی دیوار میں بنے ہیں۔

### دیوارِ شرقی

اس کی لمبائی ۱۳۲ میٹر ہے اور اس میں ۲۲ طاق بنے ہیں۔ ”بابِ فرہادیہ“ (تغیر

۱۳۰۰ھ) باب مراد اسی میں واقع ہیں۔ باب مراد کے اوپر کاشی سے آیات قرآنی سجائی گئی ہیں۔  
 قال الله تبارك و تعالی عزوجل وسيق الذين اتقوا ربهم الى الجنة زمرا  
 حتى اذا جاءوها وفتحت ابوابها وقال لهم خزنتها سلم عليكم طبتهم فادخلوها  
 خلدین ○ وقالوا الحمد لله الذي صدقنا وعده واورثنا الارض ننبؤا من الجنة  
 حيث نشاء فنعمر اجر العیالین ○ وترى الملائكة حافین من حول العرش  
 یسبحون بحمد ربهم۔ وقضى بينهم بالحق وقيل الحمد لله رب العلمین ○  
 صدق الله العلی العظیم۔ وصدق رسوله النبی الکریم۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے متقی اور پاک لوگ گروہ گروہ فوج بنا کر جنت میں داخل  
 کئے جائیں گے اور جیسے ہی یہ لوگ دروازہ بہشت پر پہنچیں گے تو تمام کے تمام دروازے  
 کھول دیئے جائیں گے اور جنت کے خازن فرشتے ان کو مبارک باد دیں گے اور کہیں گے  
 کہ تم پر سلام ہو کہ تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عیش میں رہو گے اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ قائل  
 تعریف و توصیف ہے کہ جس نے اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے ہم کو مقرر کیا ہے اور ہم کو  
 پوری بہشت کا مالک قرار دیا ہے تاکہ جہاں بھی ہمارا دل چاہے گھوما پھرا کریں۔ (ہاں ہاں)  
 نیک لوگوں کو ان کے کارناموں کی جزاء دی جائے گی۔

اور اے میرے پیغمبر، اُس روز تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ سارے عرش پر یہ فرشتے  
 پھیلے ہوئے ہوں گے اور خدا کی تسبیح و تقدس میں مشغول ہوں گے۔

کاتب کا نام نصر اللہ مہدی اور سال کتابت ۱۲۹۹ھ قمری لکھا ہے۔ اس تحریر کے  
 علاوہ ایک سنگ مرمر کا کتبہ بھی دروازہ چہار چوب کے اوپر نصب کیا گیا ہے اور ایسے اشعار  
 لکھے ہوئے ہیں جو پڑھنے میں نہیں آتے ہیں البتہ جنوبی گوشے میں ایک چھوٹا دروازہ بنا کر  
 دیوار بنادی گئی ہے۔

اور اُس روز جنتی اور دوزخی لوگ کا مقابلہ ہوگا۔ تمام تعریفیں صرف اور صرف ذاتِ



خداوندی کے لئے سزاوار ہیں۔

اس چھوٹی سی دیوار کا نام (تکیہ بکتاشیر) ہے اور وہاں پر قریب میں ہی عام کتب خانہ جوادین بنا ہوا ہے وہاں سے ایک دروازہ کھلتا ہے جس پر ایک پتھر پر کتبہ درج ہے اور اس پر فارسی زبان میں تحریرات لکھی ہوئی ہیں۔

(بسم اللہ الرحمن الرحیم نور بمستطاب اشرف امجد ارفع والا شاہزادہ۔ حاجی فرہاد مرزا معتمد الدولہ۔ فرمان، مملکت فارس (شہنشاہ ایران) والا صفات نے اس تکیے (کمرے) کو بنایا ہے اور فی سبیل اللہ ہدیہ کر دیا ہے تحفہ دیدیا ہے بالخصوص بکتاشیہ کے لئے اور کسی دوسرے شخص کو یہاں پر وقف کرنے کا حق نہیں ہوگا۔ شہر (ماہ) صفر ۱۲۹۸ھ قمری اور پھر اس کے ساتھ ساتھ کچھ فارسی کی تحریرات بھی لکھی ہوئی ہیں۔

## دیوار مغربی

اس دیوار کی لمبائی ۱۳۵ میٹر اور ۴۰ سینٹی میٹر ہے جس میں ۲۲ کمرے بنائے گئے ہیں اور دو دروازے آمد و رفت کے لئے بنائے گئے ہیں۔

(الف) جنوب مغرب کے کونے میں ایک دروازہ بنا ہوا ہے۔ باب صوفی لیکن اس دروازے پر کوئی بھی تحریر کسی قسم کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔

(ب) ایک بڑا دروازہ بھی ہے جو دیوار کے وسط میں بنا ہوا ہے۔ باب صاحب الزمان اور اُس کے اوپر آنے جانے کی جگہ پر تحریریں لکھی ہوئی ہیں اور اُس دروازے کے اوپر کی طرف جیسے ہی داخل ہوتے ہیں آئیہ نور کاشی کاری سے لکھی گئی ہے اور وسط بالائے طاق، ایک اور بھی دروازہ ہے۔

دروازے کے اوپر باہر کی طرف۔ آئیہ تطہیر اور آئیہ ولایت کاشی سے لکھی گئی ہے۔ اسی طرح سے بیچ میں بھی۔ حجرے کے روشن دان کے پاس سورہ قریش لکھی ہوئی ہے۔

## دیوار جنوبی



اس دیوار کی لمبائی ۱۳۵ میٹر ہیا اور اس میں ۲۰ کمرے بنائے گئے ہیں اور تین دروازے بھی بنائے گئے ہیں۔

(الف) ایک دروازہ تو ایک تہائی مشرقی دیوار کے بیچ میں اور یہ دروازہ پہلے نہیں بنا ہوا تھا۔ یہ دروازہ پہلے بنا ہوا نہیں تھا لیکن ۱۳۶۰ھ میں بنایا گیا ہے اور جب داخلہ ہوتا ہے تو وہاں کوئی بھی تحریر کسی قسم کی لکھی ہوئی نہیں ہے لیکن باہر نکلنے کی طرف مندرجہ ذیل آیات کاشی میں لکھ کر سجاوٹ کی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و سبق الذین اتقوا ربهم الی الجنة زمراً. حتی اذا جاؤہا و فتحت ابوابہا وقال لهم خزنتہا سلام و علیکم طتجم فادخلوها خالدين. صدق اللہ العلی العظیم.

اس آیت شریفہ کے نیچے۔ بیچ میں (باب المغفرۃ) لکھا ہوا ہے۔ دروازے کے اوپر کاشی کاری کی گئی ہے آیہ الکفرسی لکھی گئی ہے اور پھر یہ جملہ لکھا ہے۔ (فی ایام دولة السلطان الاعظم و الخاقان الاکرم السلطان بن سلطان ابن السلطان. الخاقان ابن الخاقان ابوالمظفر ناصر الدین شاہ قاجار، خلد اللہ ملکدو. علی العالمین برہ و عدلہ و احسانہ و بنی هذا الصحن اشرف ۵۱۲۹۸. ثمان و ستین و مائتین بعد الالف من الهجرة المقدسه ۵۱۲۹۸)

اور سورۃ الضحیٰ باہر کی طرف لکھی ہوئی ہے اور اسی طرح سے آیات ذیل دروازے پر کاشی کاری کے ساتھ لکھی گئی ہیں:

قال اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل و قالوا الحمد للہ الذی صدقنا و وعدنا و اورثنا الارض نتبوا من الجنة حیث نشاء فنعم اجر العاقلین ○

”اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قابل تعریف و توصیف ہے اور اُس نے لطف اور





رحمت کی نظر ہم پر رکھی ہے اور ہم کو پوری جنت کی زمین کا مالک بنایا ہے تاکہ جہاں بھی ہم چاہیں جنت میں گھومیں پھریں (ہاں) اُس روز نیک لوگوں کے اُن کی نیکیوں کا اچھا بدلہ دیا جائے گا۔

(سورہ زمر، آیت ۷۴-۷۵)

اور اے رسول! اُس روز خدا کے فرشتوں کو دیکھنا کہ گروہ در گروہ جگہ جگہ بیٹھے ہوں گے۔ تسبیح و تقدیس الہی میں مشغول ہوں گے اور اُس روز جنتی اور دوزخی لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوگا اور کہا جاتا ہے کہ تمام تعریف صرف اور صرف ذاتِ خدا کے لئے ہی زیبا ہے۔ اور تم پر سلام ہو کہ تم نے عیش و عشرت کی زندگی پالی ہے۔ اب تم نیکو کار رہو۔ اس جنت میں آن کر بس جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کرو۔

### روضہ کاظمین کے حوالے سے چند اہم یادداشت

روضہ کاظمین کی تعمیراتی تاریخ لکھنے کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ اپنی ذاتی ڈاڑی میں نوٹ کی گئی چند یادداشت کو بھی شامل کتاب کر لیا جائے۔ شاید یہ باتیں اسی موقع کے لیے محفوظ ہو گئی تھیں۔ ہوا یہ کہ جب پہلی بار ۲۰۱۰ء میں کاظمین جانا ہوا تو دورانِ زیارت حرم اقدس میں ٹہلتے ہوئے حرم کی دیواروں اور مختلف دروازوں پر درج سن تعمیر و تنصیب نوٹ کر لیے تھے۔ اس کے علاوہ حرم کی انتظامیہ کی طرف سے تقسیم کیے گئے کتابچوں کے ذریعے بھی کچھ نئی باتیں معلوم ہوئیں تھیں جنہیں محفوظ کر لیا تھا کہ کام آئیں گی۔ یہ تمام یادداشت درج ذیل ہیں۔

۱۔ ۱۲۶۹ھ میں حرم اقدس میں نئے دروازے کا افتتاح کیا گیا۔ ۱۳۳۲ھ میں اسی دروازے کی تجدید کی گئی۔ دیواروں پر سن تعمیر درج ہیں۔

۲۔ ۱۳۲۴ھ میں سید محسن صالح بن سید ہاشم الورد کاظمی، سید محمد علی صالح کاظمی اور میرزا



محمد شیرازی کی کوششوں سے حرم اقدس میں چاندی کی نئی ضربت نصب کی گئی۔

۳۔ حرم اقدس کے اندر ضربت کے مشرقی سمت جو سونے کے دروازے ہیں وہ ۱۳۸۴ھ میں الحاج محمد جواد، الحاج محمد رضا اور شیخ محمد حسین کی کوششوں سے نصب کئے گئے، جنہیں دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ ان دروازوں پر شعرائے کاغذی کے قصائد درج ہیں۔

۴۔ حرم اقدس کا اندرونی شمالی دروازہ، جو خالص چاندی کا ہے ۱۳۶۸ھ میں نصب کیا گیا جس کا حجم ۳۴۰x۲۰۰ سینٹی میٹر ہے۔

۵۔ حرم اقدس کا اندرونی جنوبی دروازہ ۱۲۹۲ھ میں نصب ہوا جس کا حجم ۳۴۰x۲۰۰ سینٹی میٹر ہے۔ چاندی کا ہے۔

۶۔ حرم اقدس کا اندرونی طلائی وسطی دروازہ ۱۳۸۷ھ میں بنا جس کا حجم ۳۷۰x۲۸۰ سینٹی میٹر ہے۔

حکومتِ صدام کے خاتمے کے بعد ۲۰۰۴ء سے ہونے والی اضافی تعمیرات

۱۔ حرم اقدس کی دیواروں پر کاشی کا قدیم کام متناجرا تھا۔ ۲۰۰۷ء میں اندرونی عمارتِ حرم کی جدید کاشی کاری کی گئی۔

۲۔ ۲۰۰۶ء سے حرم اقدس کی شمالی سمت سے حرم کی توسیع کا آغاز کیا گیا جس کا تعمیراتی کام تا حال جاری ہے۔

۳۔ ۲۰۰۸ء میں حرم اقدس کے چاروں میناروں کے ابتدائی حصوں پر سونا چڑھایا گیا۔

۴۔ ۲۰۰۸ء ہی میں حرم اقدس کے دونوں گنبدوں پر سونا چڑھایا گیا جس کی روشنی چشم خورشید کو خیرہ کرتی ہے۔

۵۔ حرم اقدس کے مرکزی دروازے پر نصب گھڑی کی مرمت کا آغاز ہوا۔ قبة الساعۃ



کی بھی تعمیر میں اضافے ہوئے۔ ۷ اپریل ۲۰۰۸ء کو اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔  
 ۶۔ باب قبلہ کی حالت سقیم ہو رہی تھی۔ اس میں ترامیم و اضافے کئے گئے جس کی تکمیل ۲۰۰۶ء میں ہوئی۔ یکم اکتوبر ۲۰۰۶ء کو اس کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی تھی۔  
 ۷۔ ۲۳ اپریل ۲۰۰۸ء کو باب مراد سے نزدیک زائروں کی سہولت کے لیے مرافق (بیت الخلاء) کی تعمیر مکمل ہوئی۔

۸۔ باب مراد سے داخل ہوتے ہی دائیں بائیں طرف لکڑی کی خوبصورت جالیاں آتی ہیں انھیں ۲۰۰۸ء میں بنایا گیا۔

۹۔ ۲۰۰۸ء ہی میں حرم اقدس میں جامع الجوادین کی بنیاد رکھی گئی۔  
 ۱۰۔ ۲۰۰۸ء میں صحن اقدس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ قدیم فرش زمین کو جدید اور اعلیٰ قسم کے سنگ مرمر سے بدلا گیا۔

۱۱۔ ۲۰۰۵ء میں حرم میں چاندی کی نئی خوبصورت ترین ضریح نصب کی گئی۔  
 ۱۲۔ ۲۰۰۸ء میں صحن صاحب الزمان کی تعمیر کا آغاز ہوا۔  
 ۱۳۔ ۲۰۰۹ء میں شیخ طوسی اور شیخ مفید کی قبروں پر نصب شدہ ضریح کو تبدیل کیا گیا۔  
**شبیه روضہ کاظمین (لکھنؤ)**

ہندو پاک کے عقیدت مندوں نے اپنے اپنے شہروں میں روضہ کاظمین کی شبیہوں کی تعمیر کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو مومنین کاظمین تک نہ جا سکیں وہ اپنے شہروں میں روضے کی زیارت کر لیں کیونکہ اس زمانے میں زیارت کا سفر کرنا انتہائی مشکل تھا۔  
 دنیا میں کاظمین کی پہلی شبیہ لکھنؤ میں تعمیر کی گئی جس کے بانی کا نام جگن ناتھ تھا۔  
 مولانا آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:

”اس روضہ [کاظمین] کے بانی کا نام جگن ناتھ تھا اور وہ قوم کے اگروال تھے



مرزا منڈی سے قریب نال دروازہ میں رہتے تھے حضرت امجد علی شاہ کے زمانہ ۱۸۴۲ء میں اسلام لائے اور نام غلام رضا خاں رکھا گیا۔ حسن خدمات سے شرف الدولہ خطاب ہوا۔ درگا پرشاد ہندو مورخ ان کے حال میں لکھتے ہیں ”رفتہ رفتہ دربارش مرجع انام و سرمایہ حل و عقد خواص و عوام شد مرد باجرات و وجاہت بود“۔ جلوس سلطان عالم کے چھٹے برس ۱۲۶۹ھ میں ان کے حساس دماغ کو خیال ہوا کہ لکھنؤ میں تمام روضوں کی نقلیں موجود ہیں شبیہ کاظمین نہیں ہے منصور نگر کے آگے ایک بڑا انگوراز مین کا خرید کر روضہ بنوایا جس کی گل کاری اور رنگ آمیزی نہایت دلکش نظر فریب اور قابل دید ہے روضہ میں داخلہ ایک شاندار پھانک کے ذریعے ہوتا ہے جس کے بعد وسیع صحن ہے اور دو بلند گنبد پہلو بہ پہلو ہیں۔ ان گنبدوں کا انداز ساخت اس طرح ہے کہ دو بڑے مدور موٹے ہس بنا کر دونوں پر شلجم مناقبے بنائے ہیں اور خوشنما کلیاں نصب کی ہیں دونوں موٹے ہوں یا قبوں پر سونا چڑھا ہوا ہے اور طلائی گتموں کی ایسی جزائی دکھائی ہے کہ جب سورج کی کرن ان قبوں پر پڑتی ہے تو چمک دمک اور جگمگاہٹ سے آنکھوں میں چکا چوند ہوتی ہے۔

قبر کے نیچے چوبی حفرے میں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور امام محمد تقیؑ کی قبروں پر پوشش پڑی ہوئی ہے اور دو تابوت رکھے ہیں۔ ضریح کے سامنے آنکھیں، اگر دان، رحل پر قرآن شریف اور بعض تبرکات قدم رسولؐ کا ایک پتھر بھی ہے حجت آئینہ پٹی کی ہے جس سے پرانی آرائش کے منظر سامنے آ جاتے ہیں۔ دیواروں پر پرانی قسم کے چوکھے (فریم) اور قد آدم آئینے نصب ہیں۔ بالائے عمارت چار مینار دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ رواق میں دونوں طرف مجالس اور نماز جماعت کی جگہ ہے۔ غلام گردش میں ایک طولانی سنگی تعزیہ بھی نصب ہے جس کو شیخ تصدق حسین صاحب نے اپنے مقالے میں روضہ ظاہر کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کاظمین کے ہر دو معصوم کی نقل قبور تو قبر کے نیچے برابر برابر موجود ہیں یا تو کسی رئیس کی قبر کا سنگی حفرہ ہے یا تعزیہ ہے جس کے بارے میں نہ تو تاریخ



میں صراحت ہے نہ کوئی بوڑھا باقی ہے جو نشاندہی کرے۔

غلام رضا خاں نہایت خوش فکر مقدور آدمی تھے اور زندگی کے ہر دور میں کامیاب رہے اور یکے راخ العقیدہ مسلمان تھے غدر ۱۸۵۷ء میں شرف الدولہ کی تلاش میں روضہ پر بھی گوروں کا حملہ ہوا اور یہ مقدس روضہ بھی انگریزوں کے قبضے میں آ گیا۔ جب شرف الدولہ کے عقل و تدبیر سے روضہ گوروں کے قبضے سے واپس ملا تو پھر نئے سرے سے آ راستہ کیا اور لئے ہوئے سامان کی فراہمی میں شرف الدولہ نے جان لڑادی۔ روضہ کا سن تعمیر اس قطعہ سے واضح ہے:

در زمانِ ظلِ حق سلطانِ عالم بادشاہ	ناصر دین محمد دوستدارِ کاظمین
افضل و اشرف غلام حضرت موسیٰ رضا	ہست شرف الدولہ با صد جائیداد کاظمین
زوجہ اش شرف النساء خانم کنیز فاطمہ	محسنِ خلق خدا خدمت گزارِ کاظمین
از سکوں را شرف دارد شرف در ہر دو اسم	یا رفت تسکین از عطائے بی شمارِ کاظمین
ہر دو عالی منزلت با حسن نیت ساختند	خوشنما نھل رواق نور بارِ کاظمین
شد نصیب ہندیاں الحال بے رنج سفر	خاک بوس روضہ گردوں وقارِ کاظمین
لکھنؤ شد غیرت فردوس زیں رنگیں بناء	رونق اسلام افزود از بہارِ کاظمین
گشت نقل مدفن بسطین ایں بیت الشرف	گفت راقم سال تاریخش ”مزارِ کاظمین“

۱۲۶۹ھ

روضہ کے تحفظ میں کوئی جائیداد وقف نہیں ہے صرف دو ہزار روپے کے نوٹ ہیں اور دکانات کا کرایہ ماہوار آمدنی ہے ۱۹۱۷ء سے یہ روضہ آثار قدیمہ میں شمار کیا گیا ہے اور وقف حسین آباد کے زیر انتظام ہے غلام رضا خاں نے ۲۶ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ کو انتقال کیا۔ مرتے وقت تک ان کی زبان پر سورہ توحید کی آیتیں تھیں اور اسی روضہ میں دفن ہوئے۔ یہ قطعہ تاریخ ان کی قبر پر موجود ہے:

چوں دین حق غلام رضا خاں قبول ساخت زیں دولت زاہد شرف الدولہ نام شد  
 با صدق دل نمود بنا نقل کاظمین زیں جاتواں ساخت کہ عالی مقام شد  
 تازیت خبر خاتمہ بالخیر گشت و بس چیزش پسند ایزد خیر الانام شد  
 تا نزع داشت سورۃ اخلاص در دل ب اخلاص میان ہمہ خاص و عام شد  
 در کاظمین گشت چو آسودہ زیر خاک رحمت مجاور لحدش تا قیام شد  
 ناگاہ عقل طالب تاریخ سال فوت از پیشگاہ ہاتف شیریں کلام شد  
 بگرفت حرف معجم و گفتا بقلب صاف از کاظمین راہی دارالسلام شد

۱۲۷۸ھ

قبر شرف الدولہ کے پہلو میں شرف النساء شیریں کی قبر ہے۔ شرف النساء خانم  
 اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر خوب کہتی تھیں ان کے ابتدائی استاد میر محمد حسین بشر تھے  
 پھر امداد علی بحر سے اصلاح لی اور اس قدر مشق بہم پہنچائی کہ صاحب دیوان ہوئیں۔  
 (تاریخ لکھنؤ صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۵)

## مدفونین روضہ کاظمین

اس بات سے برصغیر کے خواص بلکہ عرب و عجم بھی ناواقف ہیں کہ روضہ کاظمین امام موسیٰ کاظمؑ اور امام محمد تقیؑ کے علاوہ اولادِ معصومین کی ایک بڑی تعداد کا بھی مدفن ہے۔ خود روضے کی انتظامیہ نے اس بارے میں کوئی خاص اقدام نہیں کیا۔ شیعہ مصادر میں ایسے امام زادگان کی نشاندہی کی گئی ہے کہ جو مختلف وقتوں میں بغداد میں آکر بس گئے تھے اور جب انہوں نے یہاں وفات کی تو برکت و سعادت کی نیت سے جو امامین کاظمین میں دفن کئے گئے۔ ان مقدس ہستیوں کی قبریں اب ظاہر نہیں ہیں لیکن زائرین کو یہ علم ضرور ہونا چاہئے کہ اس مقدس سرزمین پر اولادِ معصومین میں سے کون کون دفن ہے۔ ذیل میں ان امام زادگان کی فہرست مع حوالہ جات پیش کی جا رہی ہے۔

### امام زادگان کی قبریں

۱۔ ابوطالب حمزہ بن محمد اصغر بن حسین اکبر بن محمد اکبر بن حسن مجتبیٰ بن حسین بن زید بن امام زین العابدینؑ

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۲)

۲۔ حمزہ بن حسین بن احمد بن موسیٰ بن ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظمؑ

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۳۔ حسین بن ابراہیم اکبر بن احمد بن ابراہیم طباطبائی بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن



ثنی بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۴۔ حسین بن احمد بن موسیٰ بن ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۴)

۵۔ حسین بن علی بن حسین بن زید بن امام زین العابدین

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۴)

۶۔ ابراہیم اکبر بن احمد بن ابراہیم طباطبائی اسماعیل بن ابراہیم بن حسن ثنی بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۴)

۷۔ احمد اکبر بن قاسم بن ابراہیم اکبر بن احمد بن ابراہیم طباطبائی اسماعیل بن ابراہیم

بن حسن ثنی بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۸۔ احمد اصغر بن ابراہیم اکبر بن احمد بن ابراہیم طباطبائی اسماعیل بن ابراہیم بن حسن

ثنی بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۹۔ احمد بن محمد بن حسن بن قاسم بن حسن بن علی بن عبدالرحمن شجری بن قاسم بن حسن

بن زید بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۱۰۔ محمد اعرج بن موسیٰ بن ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۱۱۔ محمد شریف معروف بہ ابن ابی جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابراہیم بن علی





بن عبید اللہ اعرج بن حسین اصغر بن امام زین العابدین

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۱۲۔ محمد بن احمد بن موسیٰ بن سلمان بن قاسم بن ابراہیم طباطبائی بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن ثنی بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۲)

۱۳۔ محمد بن جعفر بن محمد بن جعفر بن حسن بن محمد بن حسن ثنی بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۱۴۔ محمد بن علی بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن زید بن امام زین العابدین

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۱۵۔ محمد بن حسن بن قاسم بن حسن بن علی بن عبد الرحمن شجری بن قاسم بن حسن بن زید بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۱۶۔ محمد بن حسن بن محمد بن عبد اللہ الاشتر بن محمد نفس ذکیہ بن عبد اللہ المحض بن حسن ثنی بن امام حسن۔ ۲۷۱ھ میں دفن ہوئے۔

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۱۷۔ محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابراہیم بن علی بن عبید اللہ بن حسین اصغر بن امام زین العابدین

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۴)

۱۸۔ محمد بن ابراہیم اکبر بن احمد بن ابراہیم طباطبائی بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن ثنی بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)



- ۱۹۔ موسیٰ اصغر بن محمد اعرج بن موسیٰ بن ابراہیم مرتضیٰ بن ا، موسیٰ کاظم  
(گنجینہ دانشندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)
- ۲۰۔ محمد بن قاسم بن علی بن محمد بن احمد بن ابراہیم طباطبائی بن اسماعیل بن ابراہیم بن  
حسن ثقی بن امام حسن  
(گنجینہ دانشندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)
- ۲۱۔ حسن بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن زید بن امام زین العابدین  
(بدایع الانساب صفحہ ۹۳)
- ۲۲۔ حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبید اللہ بن حسین بن امام زین  
العابدین۔ ۳۵۰ھ میں وفات کی۔  
(بدایع الانساب صفحہ ۲۲)
- ۲۳۔ داؤد بن قاسم بن اسحاق بن عبد اللہ بن جعفر طیار  
(بدایع الانساب صفحہ ۲۹)
- ۲۴۔ رقیہ بنت اسحاق بن امام موسیٰ کاظم۔ ۳۱۴ھ یا ۳۱۶ھ میں وفات کی۔ ان کی  
قبر وہاں ہے جہاں آج باب مراد ہے۔  
(جامع الانساب جلد ۱ صفحہ ۴۷)
- ۲۵۔ زین بن محمد بن حسن بن قاسم بن حسن بن عبد اللہ شجری بن قاسم بن حسن بن زید  
بن امام حسن  
(گنجینہ دانشندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)
- ۲۶۔ عبد اللہ بن حسن افطس بن علی بن امام زین العابدین۔ آپ حسین شہید فح کے  
ساتھ تھے۔ یحییٰ برکی نے آپ کو شہید کیا اور آپ کا سر ہارون رشید کے پاس لے گیا۔ لاش  
بغداد لائی گئی۔ امکان قوی ہے کہ مقابر قریش میں دفنائی گئی ہو۔



(بدائع الانساب صفحہ ۳۵)

۲۷۔ عبد اللہ بن حسین بن احمد بن موسیٰ بن ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۲۸۔ علی بن محمد بن امام جعفر صادق۔ آپ نے پوری زندگی بغداد میں گزاری احتمال

قوی ہے کہ وفات یہیں کی ہو اور مقابر قریش میں دفن ہوں۔

(جامع الانساب صفحہ ۴۲، ۴۶)

۲۹۔ علی بن حسن بن محمد اصغر بن حسن بن محمد بن عبد اللہ الاشر بن محمد نفس ذکیہ بن

عبد اللہ الحنف بن حسن ثقی بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۲)

۳۰۔ علی بن حسین بن احمد بن موسیٰ بن ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۲)

۳۱۔ علی بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن زید شہید بن مام زین العابدین

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۳۲۔ علی بن محمد بن حسن بن قاسم بن حسن بن علی بن عبد الرحمن شجری بن قاسم بن حسن

بن زید بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۲)

۳۳۔ قاسم بن ابراہیم اکبر بن احمد بن ابراہیم طباطبائی اسماعیل بن ابراہیم بن حسن ثقی

بن امام حسن

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۳۴۔ قاسم بن حسین بن احمد بن موسیٰ بن ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۳۵۔ محمد بن ابراہیم بن حسن ثنی بن امام حسن ملقب بدوباج، آپ ۲۵ برس کی عمر میں بغداد میں شہید کئے گئے اور لاش مقابر قریش میں دفن کی گئی۔

(بدایع الانساب صفحہ ۵۶)

۳۶۔ یحییٰ بن احمد بن ابراہیم بن محمد بن موسیٰ کاظم۔ آپ قبر امام موسیٰ کاظم کے مجاور تھے۔

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

۳۷۔ یحییٰ بن حمزہ بن محمد اصغر بن حسین بن محمد اکبر بن حسین بن یحییٰ بن حسین بن زید شہید بن امام زین العابدین

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۴)

۳۸۔ یحییٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبد اللہ بن حسین اصغر بن امام زین العابدین۔ ۴۴۸ھ میں بغداد میں وفات کی۔

(گنجینہ دانشمندان جلد ۳ صفحہ ۲۱۴)

۳۹۔ یحییٰ بن عمران بن یحییٰ بن زید شہید بن امام زین العابدین۔ آپ ۲۵۰ھ میں مستعین عباسی کے زمانے میں شہید کئے گئے۔

(بدایع الانساب صفحہ ۶۳)

## علماء کی قبریں

مندرجہ ذیل علماء کاظمین میں مدفون ہیں۔

۱۔ شیخ اجل سید محمد ابن محمد ابن نعمان مفید، شیعہ اور سنی آپ کی فضیلت کے معترف ہیں۔ آپ سعید بن جبیر صحابی امیر المومنین کی نسل سے تھے۔ خطیب وغیرہ نے کہا کہ اہل سنت کو مفید کی موت سے راحت ملی ہے۔ ۸۰ ہزار شیعہ آپ کے جنازے میں موجود تھے۔ آپ کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ کو امام زمانہ نے توقیعات تحریر فرمائیں۔ ۱۱ ذی قعدہ ۳۳۳ھ یا

۳۳۸ھ کو پیدا ہوئے۔ وفات شب جمعہ ۳ ماہ رمضان ۴۱۳ھ کو ہوئی۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ رواق میں امامین کے پاؤں کی جانب مدفون ہیں۔ مشائخ شیعہ میں بہت جلیل القدر، مشائخ کے رئیس اور استاد تھے۔ بعد میں آنے والے ہر عالم نے آپ کے فیوض سے استفادہ کیا۔ علم فقہ کلام میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ علم روایت میں اپنے زمانے میں سب سے زیادہ لائق اعتماد اور سب سے زیادہ علم کے مالک تھے۔ اس زمانے میں شیعوں کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں تھی۔ دو صد کتب تصنیف فرمائیں۔ کتاب مقنعہ، کتاب ارشاد، کتاب العیون اور المحاسن آپ کی یادگاریں ہیں۔ اکثر روایات شیخ ابوالقاسم جعفر ابن محمد ابن قولویہ اور شیخ صدوق سے بھی روایت کرتی ہے۔ بہت بڑی علماء کی جماعت آپ سے روایت کرتے ہیں۔ جن میں مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں۔ شیخ طوسی، نجاشی، سالر ابن عبد العزیز دیلمی، سید مرتضیٰ، سید رضی، شیخ ابوالشیخ کراچکی اور حضرت حجۃ اللہ مولانا صاحب العصر والزمان نے تین توقیعات آپ کے پاس ان عنوانات سے تحریر فرمائیں۔ الاحوال السدید والولی الرشید الشیخ المفید ابی عبد اللہ محمد ابن محمد ابن نعمان ادام اللہ اعزازه، امام عجل اللہ فرجہ نے توقع کے عنوان کے بعد مطلب بیان کیا ہے غیبت کبریٰ کے بعد کسی ظالم کو یہ منزلت حاصل نہیں ہوئی جس کو امام وقت نے خط لکھا ہو۔ جب شیخ مفید کو قبر کے اندر دفن کیا گیا تو قبر مقدس پر یہ عبارت تحریر کر دی گئی تھی۔ لا صوت الساعی لفقک انہ۔ یوم علی آل الرسول عظیم۔

رونے والے آپ کی موت پر کہتے ہیں یہ دن اولاد رسول کے لئے گراں ہے۔

ان کان قد شبیت حدیث الثری

فالعبد التوحید فیک مقیم

اگرچہ آپ قبر میں مدفون ہیں مگر تیرے ساتھ انصاف اور توحید مقیم ہے

والقائم المہدی یفرح کلما



تلیت علیک من الدروس علوم  
قائم مہدی اس وقت خوش ہوتے ہیں جبکہ علوم کے درس آپ کے پاس پڑے  
جاتے ہیں۔

بحوالہ روضات الجنات شیخ مفید نے خواب میں صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کو  
دیکھا۔ حسن اور حسین آپ کے ساتھ تھے۔ شیخ مفید کو ان الفاظ سے یاد فرمایا۔ یا شیخ علم  
ولدی ہذین الفقہ یا شیخ میرے ان دو فرزندوں کو فقہ کی تعلیم دو۔

شیخ مفید اور سید مرتضیٰ کا ایک مسئلہ میں مباحثہ اور مجادلہ ہوا۔ طے یہ پایا کہ مطلب  
لکھ کر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی قبر کے اوپر رکھ دیا جائے اور حضرت سے جواب پوچھا  
جائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا، اس روز صبح کے وقت جواب لکھا ہوا موجود تھا۔ الحق مع ولدی  
والشیخ معتمدی۔ میرے بیٹے کے ساتھ حق ہے اور شیخ میرے قابل اعتماد آدمی ہیں۔

(شرح نفع البلاغ ابن ابی الحدید)

جس روز آپ فوت ہوئے مخلوق کا اس قدر اثر دھام تھا۔ ایسا اثر دھام کبھی دیکھا  
نہیں کیا گیا، لوگ زار و قطار گریہ کناس تھے۔

مخالفین سے آپ کے مناظرے بہت زیادہ ہیں، بحوالہ فہرست شیخ طوسی سرائر  
کے آخر میں ابن اور یس بیان کرتے ہیں کہ ایک روز شیخ مفید علی ابن علی بن رومانی کی مجلس  
میں تشریف فرما تھے۔ ایک بصری نے علی ابن عیسیٰ سے پوچھا کہ حدیث غدیر اور حدیث  
ابوبکر کہ آپ غار میں رسول اللہ کے ساتھ تھے، ان دونوں کی صحت پر کیا دلیل ہے۔ یہ علی ابن  
عیسیٰ نے خبر غار وراہ اور خبر غدیر روایت ہے۔ درایت روایت پر مقدم ہے۔ اس کے بعد  
بصری شیخ مفید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بصری سے فرمایا اس بارے میں آپ کا کیا خیال  
ہے۔ جس نے امام عادل سے جنگ کی ہو، کہا وہ کافر ہے۔ بعد میں کہا فاسق ہے۔ فرمایا  
امیر المومنین علیہ السلام امام عادل تھے۔ کہا ہاں۔ فرمایا جنگ جمل میں طلحہ اور زبیر نے آپ



سے جنگ کی تھی؟ کہا ہاں، لیکن بعد میں توبہ کر لی تھی۔ فرمایا جنگ درایت ہے اور توبہ روایت۔ درایت روایت سے مقدم ہے۔ علی ابن عیسیٰ نے کہا انت المفید تھا۔ واقعی آپ مفید ہیں عند الدولہ دلیمی نے جب سنا تو شیخ مفید کی بہت زیادہ عزت کی اور بہت زیادہ عطیات سے نوازا۔

۲۔ شیخ اقدم اعظم ابوالقاسم جعفر ابن محمد ابن تولویہ قتی استاد شیخ مفید صاحب کتاب کامل الزیارت آپ کلینی سے روایت کرتے ہیں۔ ۳۰۹ھ میں وفات سے پہلے بیت الحرام کی زیارت کی۔

قرامطہ اس سال حجر اسود کو واپس لا کر کعبہ میں نصب کرنا چاہتے تھے۔ حضرت جٹ کی زیارت کی امید میں آپ نے حج کا قصد کیا۔ بغداد میں بیمار ہو گئے۔ اپنا نائب مقرر کر کے اس کو خط دیا کہ جو شخص حجر اسود کو نصب کرے، میرا رقعہ اس کو دے دینا۔ رقعہ میں تحریر کیا کہ میں موجود بیماری سے شفا یاب ہوں گا۔ یا نہیں۔ میری عمر کس قدر باقی ہے۔ نائب مکہ معظمہ میں وارد ہوا۔ جب حجر اسود کو نصب کرنے لگے تو نائب نے خادم کعبہ کو کچھ رقم دے کر رکن کے نزدیک جگہ لے لی تاکہ حجر اسود کے نصب کرنے والے شخص کو اچھی طرح دیکھ سکیں۔ جو شخص بھی حجر اسود کو نصب کرنا چاہتا تھا۔ مضطرب ہو کر گر پڑا تھا۔ آخر کار ایک گندی رنگ اور اچھی صورت والا انسان نمودار ہوا۔ اس نے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا جس راہ سے تشریف لائے تھے۔ اسی راہ واپس روانہ ہوئے۔ نائب کا بیان ہے کہ میں حضرت کے عقب میں ہولیا۔ لوگوں کو زبردستی دھکیلتا ہوا جا رہا تھا، لوگ مجھے پاگل تصور کرتے تھے اور راہ دے دیتے تھے۔ میں جلدی جلدی جا رہا تھا، آقا و قار سے آہستہ جا رہے تھے، آقا ایسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میری متوجہ ہو کر فرمایا ”خط مجھے دے دو“ خط لینے کے بعد بغیر اس کو ملاحظہ کئے فرمایا اس بیماری میں تجھے کوئی خوف نہیں ہے۔ تیس سال کے بعد مر جاؤ گے۔ میں رونے لگا چلنے کی طاقت نہ رہی۔ فرمایا کہ حضرت تشریف لے



گئے۔ شیخ کے نائب مکہ سے واپس آ کر آپ کو حالات سے آگاہ کیا۔ حضرت کا فرمان پورا ہوا۔“  
 روضات الجنات میں مرقوم ہے کہ قرامطہ جو خارجی تھے۔ جن کا سردار ابوطاہر  
 سلیمان قرمطی جو حاکم بحرین تھا۔ سن تین سو دس میں رویہ کے روز مکہ میں آیا۔ حاجیوں کے  
 مال کو لوٹ لیا۔ مکہ اور اطراف مکہ کے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا بلکہ جو لوگ  
 خانہ کعبہ کے اندر اور مسجد حرام میں موجود تھے، ان کو بھی نہ چھوڑا۔ مقتولین کو مسجد اور چاہ زمزم  
 کے اندر دفن کیا۔ حکم دیا کہ کعبہ کو گرا دیں اور غلاف کعبہ کو پارہ پارہ کر دیں۔ اپنے اصحاب کو قسم  
 دی کہ حجر اسود کو نکال کر بحر میں لے جائیں جو بحرین کا ایک شہر ہے۔ سن تین سو نو میں قرامطہ  
 حجر اسود کو نصب کرنے کے لئے واپس مکہ آ گئے۔ یہ خانہ کعبہ کی بے حرمتی تھی، دوسری دفعہ اس  
 وقت ہوئی جب یزید ابن معاویہ نے عبداللہ ابن زبیر کی گرفتاری کا حصین ابن نمیر کافر کے  
 ذریعہ کرائی۔ حصین ملعون کعبہ کی بے حرمتی کرنے کے بعد گیارہ روز کے بعد ہلاک ہو گیا۔  
 ایک ہزار انتیس میں خانہ کعبہ کے اندر سیلاب آ گیا۔ خانہ کعبہ میں آدمی کی قامت سے دو گنا  
 پانی بلند ہو گیا جس سے کعبہ کو کافی نقصان پہنچا۔ چار ہزار بیالیس افراد ہلاک ہو گئے۔ بچوں  
 کا استاد جبکا گھر مسجد حرام میں تھا، تیس معصوم بچوں کے ساتھ سیلاب میں مر گیا، میزاب کی  
 طرف قریباً تیسرا حصہ کعبہ کا خراب ہو گیا۔ یہ اجل امیر زین العابدین کا شان جو مولانا محمد  
 امین استر آبادی کے شاگرد اور مکہ معظمہ کے مجاور تھے۔ کعبہ کی دوبارہ بنیاد رکھی۔ خلاصہ یہ ہے  
 کہ جناب شیخ ابوالقاسم جعفر ابن محمد قولویہ ۳۶۹ھ میں فوت ہوئے، آپ کی قبر پائین مبارک  
 نزد قبر شیخ مفید رواق پاک کاظمین میں ہے۔ آپ محمد ابن احمد ابن علی ابن حسن ابن شاذان  
 قمی کے خالو اور استاد شیخ کراچکی ہیں۔

۳۔ علامہ بشر سلطان الحکماء و متکلمین محمد ابن محمد ابن حسن مشہور زیادہ خواجہ نصیر الدین  
 مستدرک الوسائل میں آپ کی ولادت شنبہ ۱۱ جمادی الاول ۵۹۷ھ در طوس آپ کا اصل وطن  
 جھرو تھا۔ وفات بروز غدیر در بغداد ۶۷۲ھ قبر رواق میں بالائے سر قبر پاک کاظمین، فوائد





رضویہ میں لکھا ہے کہ خواجہ نصیر الدین طوسی حضرت محقق اول کے درس میں حاضر ہوئے۔ محقق اول نے خواجہ کے احترام کی خاطر یہ چاہا کہ آپ درس میں آنا چھوڑ دیں، خواجہ نے درس کو مکمل کیا۔

قواعد کے دیباچہ کی شرح میں فخر الحقیقین خواجہ نصیر الدین طوسی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

يا اباو الحسن ان امة موسى افرقت على احدى وسبعين فرقة فرقة ناجية والباقيون في النار وان امة عيسى افرقت اثنتين وسبعين فرقة فرقة ناجية والباقيون في النار وانا امتي سنفرق على ثلث وسبعين فرقة فرقة ناجية الباقيون في النار رفقلت يا رسول الله فمن الفرقة الناجية فقال المتمسك بما انت واصحابك عليه.

ترجمہ: اے ابوالحسن امت موسیٰ کے اکہتر فرقتے ہوئے، ان میں ایک جنتی تھا۔ باقی سب جہنمی۔ عیسیٰ کی امت کے بہتر فرقتے ہوئے۔ ان میں ایک جنتی باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ میری امت کے بہتر فرقتے ہوں گے ایک بہشتی ہوگا، باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ناجی فرقہ کون ہوگا، فرمایا تمہارے اور تمہارے اصحاب کے نقش قدم پر چلنے والا۔

مسلمانوں کے تمام فرقے اصول ایمان میں مشترک ہیں۔ صرف فرقہ امامیہ ایمان میں مختلف نظریہ رکھتا ہے۔ اگر بہتر فرقے ناجی ہیں تو ایک فرقہ ناجی نہیں ہوگا حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ جو باقی بہتر فرقوں سے اصول ایمان میں اختلاف رکھتا ہے۔ وہ فرقہ امامیہ ہے، سید نعمت اللہ جزاؤں کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امامیہ حضرات کے سوا باقی تمام مسلمان فرقوں کا اس پر اجماع ہے کہ نجات کا دار و مدار کلمہ شہادتیں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا من قال لا اله الا الله دخل الجنة۔ جس نے



لا الہ الا اللہ کہا جنت میں داخل ہوگا۔

فرقہ امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ نجات کا دار و مدار دوستی اہل بیت اور ان کے دشمنوں سے برات پر موقوف ہے۔ یہ فرقہ تمام مسلمان فرقوں سے جداگانہ نظریہ رکھتا ہے۔ لہذا یہی فرقہ نجات یافتہ ہے۔ اس بات پر امام رضا علیہ السلام کا فرمان شاہد ہے کہ نیشاپور میں وارد ہونے پر فرمایا ہے۔ ”بشرو دطہا وانا من شرو طہا“ امام حسینؑ پر رونے والا جنت میں جائے گا۔ کچھ شرائط کے ساتھ ان شرائط میں بھی ہوں یعنی ائمہ علیہم السلام کی امامت کا قائل ہو۔

مقام میں ایک نفیس حکایت منقول ہے خواجہ مرحوم سفر میں ایک کشتی پر سوار ہوئے، جن پر تیس مسلمان اور تیس یہودی سوار تھے۔ اچانک دریا میں طوفان اٹھا، کشتی غرق ہونے لگی، کشتی کے تمام سواروں نے اتفاق کیا کہ قرعہ نکلے اس کو دریا میں ڈالا جائے تاکہ کشتی کا بوجھ کم ہو۔ خواجہ مرحوم نے گول دائرہ میں چار مسلمان اور پانچ یہودی بٹھائے، پھر دو یہودی اور ایک مسلمان بٹھایا۔ نو نو پر قرعہ ڈالا، ناویں کو دریا میں ڈالا گیا۔ اس تدبیر سے تمام یہودی دریا میں ڈالے گئے اور مسلمان تمام کے تمام بچ گئے۔

قصص العلماء میں لکھا ہے کہ ہلاکو خان کی والدہ فوت ہوئیں ایک بڑے عالم اہل سنت نے کہا کہ قبر کے اندر میت سے منکر و نکیر سوال کرتے ہیں۔ آپ کی والدہ ان پڑھ ہے جواب نہیں دے سکے گی بہتر ہوگا کہ سوال و جواب کے خواجہ نصیر الدین کو بھیج دیں، خواجہ نے ہلاکو خان سے کہا کہ قبر میں منکر و نکیر سوالات کرتے ہیں خواہ بادشاہ کیوں نہ ہوں۔ جب آپ فوت ہوں گے تو آپ کے ساتھ قبر میں چلوں گا اور والدہ کے ساتھ اہل سنت کے فلاں بڑے عالم کو بھیج دو۔ وہ منکر اور نکیر کا جواب دیں گے۔ ہلاکو خان نے حکم دیا کہ فلاں سنی عالم کو زندہ قبر میں بھیج دو۔

روضات الجنات نے نقل کیا ہے کہ خواجہ نصیر الدین طوسیؒ سے کسی نے آپ کی



مرض الموت کے وقت کہا کہ آپ وصیت کیوں نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد آپ کی میت نجف اشرف دفن کی جائے۔ فرمایا کہ مجھے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے شرم آتی ہے کہ میں کاظمین میں دفن ہونے کی بجائے نجف اشرف کی وصیت کروں۔ خواجہ مرحوم ہلاکو خان کے وزیر کی مانند تھے۔ ہلاکو خان تاتاریوں اور مغلوں کا بڑا بادشاہ تھا۔ خواجہ مرحوم بادشاہ کی سواری پر بغداد میں مخلوقات کی ہدایت اور بنو عباس کی خلافت اور سلطنت کے خاتمے کے لئے بغداد تشریف لائے۔ علامہ علی، سید عبدالکریم ابن طاؤس اور ایک گروہ کے استاد ہیں۔ آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں۔

۴۔ غیاث الدین عبدالکریم ابن احمد ابن محمد طاؤس ابن اسحاق ابن حسن ابن محمد ابن سلیمان ابن داؤد ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب داؤد امام جعفر صادق علیہ السلام رضائی بھائی تھا عمل ام داؤد آپ کی طرف منسوب ہے۔ سید عبدالکریم کئی تصانیف کے مالک ہیں۔ آپ اپنے زمانے میں یکماتے روزگار تھے۔ شعبان ۶۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ شوال ۶۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ جائے ولادت اور دفن معلوم نہیں ہے۔ ہدایۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حلقہ میں ایک مزار آپ کی طرف منسوب ہے۔

ابن داؤد سے منقول ہے کہ سید عبدالکریم چار سال کی عمر میں استاد سے مستثنیٰ ہو گئے تھے۔ یہ کوئی خاص بعید از عقل بات نہیں۔ بعض علماء بچپن میں درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے تھے۔

علامہ حلی بچپن میں درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے تھے۔ لوگ اس انتظار میں تھے کہ آپ بالغ ہوں اور آپ کی تقلید کی جائے۔ آپ کا فرزند فخر الحقیقین دس سال کی عمر میں درجہ اجتہاد پر فائز ہو گیا تھا۔ فاضل ہندی بارہ سال کے نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے کتابیں لکھنی شروع کر دیں، تیرہ سال کے نہیں ہوئے تھے کہ علوم معقول اور منقول کی تحصیل مکمل کر لی۔

فوائد رضویہ میں شیخ رئیس بوعلی سینا سے منقول ہے کہ جب میں دس سال کا ہوا تو



لوگ مجھے دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔ فقہ کی تعلیم شروع کر دی بارہ سال کی عمر میں صحیح بخاری سے امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا کرتا تھا۔ تیرہ سال کی عمر میں طب پڑھنا شروع کیا اور کتاب قانون نصف کی۔

ابراہیم ابن سعید جو ہری بیان کرتے ہیں کہ مامون عباسی کے پاس ایک چار سالہ بچہ لایا گیا جو قرآن کا قاری اپنی رائے رکھتا تھا اور اجتہاد رکھتا تھا۔ ہر وقت بھوکا رہتا اور بھوک سے روتا رہتا۔

جناب سید عبدالکریم کا والد کا نام احمد ابن موسیٰ صاحب کتاب بشری ہیں۔ جناب سعید احمد کی اور آپ کے بھائی سید علی ابن طاؤس کی والدہ جناب شیخ ورام ابن ابی فراس صاحب کتاب مجموعہ ورام کی بیٹی تھیں۔ جناب سیدہ موسیٰ پدر جناب سعید احمد اور سید علی ابن طاؤس کی والدہ جناب شیخ طوسی کی بیٹی تھیں۔ شیخ طوسی مرحوم نے اپنی اس بیٹی کو ایک اور اپنی دختر کے ساتھ اجازت دیا تھا کہ وہ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی روایات کو نقل کریں۔ یہ مخدومہ شیخ محمد ابن ادریس حلی کی والدہ ہیں۔ جناب شیخ عبدالکریم کے عم سید علی ابن موسیٰ ہیں۔ صاحب کتاب اقبال بہوف جمال الاسبوع وغیرہ آپ کا لقب رضی الدین ہے۔ علامہ حلی سے منقول ہے کہ سید رضی الدین اپنے زمانے کے بڑے زاہد اور عابد تھے۔ مقامات زاہد اور معرفت میں آپ کا شمار اول درجے کے لوگوں میں ہوتا ہے۔ دعاؤں، زیارات اور سنت کی کتب میں سید ابن طاؤس کا نام لیا جاتا ہے۔ وہ آپ کی ذات ہے۔ احادیث میں جس سید ابن طاؤس کا نام آتا ہے۔ وہ جناب سید عبدالکریم ابن احمد ابن طاؤس ہیں۔ سید عبدالکریم ابن احمد ابن طاؤس کے دو فرزند تھے۔ ایک کا نام محمد دوسرے کا اسم گرامی علی لقب رضی الدین آپ کے عم علی ابن موسیٰ ابن طاؤس کے بھی دو فرزند تھے۔ ایک محمد دوسرے علی لقب رضی الدین صاحب کتاب روایۃ الفوائد نام اور لقب میں باپ کے ساتھ شریک ہیں۔



۵۔ احمد ابن محمد ابن یوسف بحرانی صاحب کتاب ریاض المسائل اور بلغۃ الرجال، صاحب روضات نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک بحرین کے علماء میں آپ اعلم کے درجہ پر فائز تھے۔ سن گیارہ سو دو میں عراقی طاعون کی وجہ سے فوت ہو گئے۔ کاظمین کے جوار میں مدفون ہوئے۔ دفن کی جگہ معلوم نہیں گروہ شیخیہ کے رئیس شیخ احمد رحائی اور ہیں۔

۶۔ ابو عبد اللہ حسین ابن احمد ابن حجاج لقب ابن حجاج فاضل، شاعر، ادیب امامیہ مذہب کے پیر و شاعری کے لحاظ سے امرء القیس کے ہم مرتبہ ہیں۔ آپ کے مشہور قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے۔

یا صاحب القبة البیضا علی النجف

من لاد قبرک واستشفی لدیک شفی

نجف میں صحنِ روضہ میں مدفون ہونے والے جس نے تیری قبر کی زیارت کی اور شفا کا طالب ہوا ٹھیک ہو گیا۔ روضات نے کتاب انوار المصیۃء سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص خواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم پاک کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔ صادق آل محمد تک صدیقہ طاہرہ سمیت تمام آئمہ حرم میں موجود تھے۔ محمد ابن قارون نے ابن حجاج کے اشعار پر اعتراض کیا۔ ابن قارون کھڑا ہوا تھا، ناگاہ ابن حجاج روضہ میں آ گئے۔ میں نے محمد ابن قارون سے کہا ابن حجاج کو دیکھو۔ اس نے کہا میں ابن حجاج کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صدیقہ طاہرہ نے ناراضگی کی نگاہ سے محمد ابن قارون کی طرف دیکھ کر فرمایا ”عبد اللہ ابن حجاج کو دوست رکھو، جو اس کو دوست نہیں رکھے گا، وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے۔“ آئمہ کی آواز بلند ہوئی، فرمانے لگے جو شخص ابو عبد اللہ کو دوست نہیں رکھتا، وہ مومن نہیں ہے۔ روز منگل ۲۷ جمادی الاول سن ۳۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ جوارِ کاظمین میں مدفون ہوئے۔

صاحب ہدایۃ الزائرین نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ابن کاظم کے پاؤں کی



جانب مدفون ہوئے۔ حسب وصیت خود وصیت کی تھی۔ آپ کی قبر کے لوح پر یہ عبارت لکھی جائے۔ وکلبہم باسط ذرعیہ بالوصلہ۔

۷۔ سید سدد موید عبداللہ ابن محمد رضا حسینی کاظمین، مشہور شہر صاحب کتاب مشیر الاحزان اور فقہ میں ایک کتاب لکھی۔ سن حدود ۱۲۴۰ھ میں موجود تھے۔

۸۔ سید محسن کاظمین وفات حدود ۱۲۴۰ھ صحن پاک کے نزدیک شمالی طرف ایک کوچہ کے اندر آپ کی قبر ہے۔

۹۔ شیخ اسد اللہ ابن حاجی اسماعیل کاظمین صاحب کتاب مقابیس الانوار ۱۲۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ کاظمین میں دفن ہوئے جگہ کا پتہ نہیں۔

۱۰۔ محمد ابن عبد النبی ابن عبدالصالح محدث دادا استر آباد اور باپ نیشاپور کے رہنے والے تھے، آپ کی ولادت ہندوستان میں ہوئی۔ مرزا محمد اجناری کے نام سے مشہور ہیں۔

نہایت صاحب فضل و فہم علم کے مالک علم معقول اور منقول میں آپ کو کافی دسترس تھی۔ بہت کتب تالیف کیں۔ روضات میں ہے کہ ۸۰ جلدیں کتب تصنیف کیں۔ شیخ جعفر صاحب کاشف الظہار آپ کو مدد العلماء کہتے تھے۔ فتح شاہ کو شکایت تحریر کی جس میں ان کے فتوح اور فاسد اعتقادات لکھے۔ لکھا ہے مرزا محمد کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ ولادت دوشنبہ ۲۱ یقعدہ ۸۷۱ھ حدود سن ۱۲۳۳ھ میں آقا سید محمد مجاہد طباطبائی نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ کاظمین میں تھے، لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر دیا۔

۱۱۔ محمد ابن احمد ابن داؤد ابن علی قتی بغدادی اپنے زمانے میں قمیوں کے سردار صاحب کتاب مرزا کبیر شیخ بخاشی اور علامہ نے آپ کی تعریف کی ہے۔ سن ۳۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ مقابر قریش میں مدفون ہیں۔

۱۲۔ شیخ قاضی جواد ابن عبداللہ سعد اللہ ابن جواد بغدادی کاظمین۔

اصل کاظمین کے رہنے والے تھے۔ کاظمین میں فوت ہوئے۔ اصفہان میں شیخ



بہائی کی خدمت میں پڑھنے گئے۔ شیخ کے خاص مقرب ہوئے۔ آپ کے حکم سے کتاب زندہ اور کتاب خلاستہ الحساب کی شری کی اور آپ کے اور رسائل مشہور ہیں۔

۱۳۔ سید اسماعیل صدر ابن صدر الدین موسوی عالمی سید صدر الدین مرحوم آقا سید اسماعیل کے باپ آقا سید جعفر صاحب کشف الفطاء کے داماد، وفات روز سہ شنبہ بارہ ربیع الاول سن ۳۳۸ھ رواق پاک کاظمین کے اندر آپ کی قبر ہے۔ سمت پائیں پائے مبارک، شیخ مفید کی قبر کے مقابل تقریباً ہے۔

۱۴۔ صفوت الفقہاء سید حیدر ابن سید ابراہیم حسینی بغدادی کاظمینی۔ دادا کاظمین کے رہنے والے تھے آل سید حیدر کے نام سے مشہور ہے۔ وفات ۱۲۶۵ھ قبر زیر رواق پاک کاظمین نزد قبر شیخ مفید۔

۱۵۔ ابوعلی حسن ابن ہانی معروف ابونواس شاعر مشہور صاحب قصائد معروفہ، ولادت سن ۱۲۵ھ وفات در بغداد سن ۱۹۵ھ مدفن در مقبرہ شونیزہ۔ مراصد میں ہے کہ شونیزہ بغداد میں ایک مقبرہ ہے۔ جس میں جنید اور سرسقطی مدفون ہیں۔ ابونواس حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے میں اور ابوفراس علی ابن حسین کے زمانے میں تھے۔

۱۶۔ ابویوسف یعقوب ابن ابراہیم قاضی القضاۃ بغداد کی قبر صحن پاک کے ایک گوشہ میں ہے۔

۱۷۔ نصر اللہ ابن اثیر الدین محمد جزری برادر مبارک ابن اثیر صاحب نہایہ ابن اثیر اور جامع الاصول برادر علی ابن اثیر صاحب کامل التواریخ اور اسد القابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ نصر اللہ کتاب مثل السائر کے مصنف ہیں۔ وفاق سن ۶۳۷ھ در بغداد۔ جوار امامین میں مدفون ہوئے۔ آپ کے دو بھائی موصل میں فوت ہوئے۔ ان کی قبریں قم میں ہیں۔

۱۸۔ جناب زہاد مرزا الدولہ ابن عباس مرزا ولی عہد فتح علی شاہ صاحب کتاب مقام زخار جام جم وغیرہ بانی صحن مقدس کاظمین وفات در طہران سن ۳۰۵ھ جنازہ کاظمین لا کر صحن پاک کے دروازہ میں دفن کیا گیا۔

## روضہ کاظمین سفرناموں کی روشنی میں

کسی شہر کے سفرنامے اس کے عہد کی تہذیبی، ثقافتی، تاریخی، علمی اور مشاہداتی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ زائرین کے اہل علم طبقے نے اپنے جذبات و تاثرات کو سفرناموں کی شکل دے کر مقامات مقدسہ کے تاریخی لمحات کو محفوظ کیا ہے جو ہمارے لئے بلاشبہ ایک سرمائے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

روضہ کاظمین کی عہد بہ عہد ارتقائی منازل اور تعمیراتی تبدیلیوں کو جاننے کا ایک وثیق ترین ذریعہ ہمارے پاس مختلف زبانوں میں لکھے گئے قدیم سفرنامے بھی ہیں۔ جن کے مطالعے سے اس عہد کا کاظمین سمجھ میں آتا ہے۔

ذیل میں چند قدیم سفرنامہ ہائے زیارات کے اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔

ابن بطوطہ کا بیان ----- ۷۷۶ھ

ابن بطوطہ لکھتا ہے:

”بغداد کی غربی جانب حضرت موسیٰ کاظمؑ ابن جعفر صادقؑ، والد علی بن موسیٰ الرضا کی قبر ہے۔ اس کے ایک جانب میں قبر جواد (امام محمد تقی) ہے۔ یہ دونوں قبریں اندرونِ روضہ واقع ہیں۔ ان دونوں قبروں پر ایک چبوترہ لکڑی کے تختوں سے ڈھنپا ہے جس پر چاندی کی تختیاں چڑھی ہیں۔“

(سفرنامہ ابن بطوطہ ۲۳۹، مطبوعہ ۱۳۱۶ھ امرتسر)





## کتاب ”رفیق الزائرین“۔۔۔۔۔ قبل ۱۲۹۵ھ

سید محمد علی جوہری لکھتے ہیں:-

”روضہ منورہ اور اس کے گرد کے رواق (برائڈے) سلاطین صفویہ رحمہم اللہ کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ سمت پائین یا رواق کے باہر اُس محراب میں جو ایوان طلائئ کے پہلو میں واقع ہے عہد شاہ اسماعیل کا یہ کتبہ بخط ثلث آمیز کاشی کاری پر روغن سفید سے لکھا ہے۔

”امر بانشاء عہدہ العمارة الشريفة سلطان سلاطين العالم ظل اللہ علی جمیع بنی ادم ناصر دین جدہ الاحمدی رافع اعلام الطريق المحمدی ابوالمظفر شاہ اسماعیل بن شاہ حیدر جنید الصفوی الموسوی خلد اللہ لاعلاء الویة السدین المتین ملکہ و سلطانہ و ابدلہدم قواعد اهل الضلال حجة و برہانہ۔ حرر ذلک فی سادس شهر رجب الثاني ۹۲۶ھ“

ترجمہ:- حکم دیا اس عمارۃ شریفہ کے بنوانے کا سلطان سلاطین عالم نے جو سایہ خدا ہے اوپر تمام اولاد آدم کے اور اپنے جدا مجد کے دین احمدی کا مددگار اور طریق محمدی کے نشانوں کا بلند کرنے والا ابوالمظفر شاہ اسماعیل پسر شاہ حیدر جنید صفوی موسوی خدا اس کے ملک و بادشاہی کو دین مبین کے نشانوں کے بلند کرنے کو ہمیشہ رکھے اور اہل کفر و ضلالت کے قاعدوں کے منہدم کرنے کو اس کی حجت ابد الابد قائم رہے۔ تحریر تاریخ ۶ رجب الثاني ۹۲۶ ہجری۔

لفظ ہذہ العمارة کا اشارہ کل عمارت قبر منورہ اور رواق مطہرہ کی طرف ہے۔ پھر عمارات صحن مبارک کے ذکر میں کہتے ہیں کہ صحن مقدس کے گرد کے حجرے اور پھانک وغیرہ جو حال میں بنے ہیں ان کے بانی عم السلطان (ناصر الدین شاہ) جناب فرہاد



مرزا ہیں۔ یہ عمارتیں ۱۲۹۹ھ - ۱۲۹۸ھ میں بنائی گئی ہیں۔ اس سے پہلے صرف چار دیواری کا احاطہ ہوتا تھا۔ باب صاحب الامرؑ بالائے سرمہارک کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بنا کے مہتمم جناب مستطاب محمد مہدی امیر الشجاردجلالت مآب آقا محمد حسن وکیل الدولہ و محمد تقی کرمانشاہانی ہیں۔“

(رفیق الزائرین مطبوعہ مطبعہ شعلہ طور کانپور)

کتاب ”سلوک الزائرین“ ----- ۱۸۸۸ء  
سید تفضل حسین انبالوی لکھتے ہیں:-

”یہ شہر دریائے دجلہ کے ہر دو کنارے پر دو حصہ ہو کر آباد ہے ایک طرف کی آبادی پرانا بغداد کہلاتی ہے اور دوسری طرف کی آبادی نئے بغداد کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ کل شہر کی مردم شماری تقریباً چار لاکھ کی ہوگی اور پرانے شہر میں تقریباً ۸۰ یا ۹۰ ہزار آدمی رہتے ہیں، پرانے بغداد میں جو برب دریا آہ کوں تک آباد ہے صرف ایک بازار ہے جو اس پل کے سامنے ہے جس نے شہر نو قدیم کو ملایا ہے۔ یہ جز کشتیوں کا ہے اسی طرف ٹریموے کا اسٹیشن ہے جو کاظمین کو جاتی ہے نواب احمد آغا صاحب ہندی شیعہ مذہب اور ایک صاحب نائب السلطنۃ ایرانی شیعہ مذہب ان دونوں کے مکانات جو نہایت عمدہ اور وسیع اور خوبصورت برب دریا بنے ہوئے ہیں اور آغا محمد مہدی ملک التجار بوشہری بھی جو ایک نامی گرامی صاحب شیعہ مذہب ہیں اسی طرف رہتے ہیں۔ اسی طرف ایک مسجد باب السیف کی جانب شیعوں کی ہے اور دس بارہ قبوہ خانہ عین دریا کے اوپر بہت خوبی سے بنے ہوئے ہیں جن کی ایک ایک دیوار دریا میں ہے اور اسی طرف اسٹیشن ٹریموے کی جانب ایک قلعہ ہے جس میں عسکر، بحریہ سلطانہ رہتا ہے اور ایک مکتب بھی ہے جو شہر نو کے مکتب سے ہے اس کو مکتب ضائع کہتے ہیں۔“

بغدادِ جدید

اس آبادی میں تقریباً تین سو تین لاکھ آدمی آباد ہیں اور ہر مذہب اور ملت کے

لوگ بستے ہیں، یہودی بھی بکثرت ہیں تقریباً نسبت مسلمانان چوتھائی یہودی آباد ہیں اور نصرانی بھی رہتے ہیں اور کُردی و موصلی وغیرہ اقوام اس شہر میں رہتے ہیں جن کی تفصیل بہت مشکل ہے مگر اس قدر بتلاتا ہوں کہ فی الحال شہر کے گرد، مغل اور ایرانی سب کے سب شیعہ مذہب مسلمان ہیں، مسلمانوں کے ہر دو فرقہ شیعہ و سنی اس شہر میں رہتے ہیں مگر اہل سنت جماعت بکثرت ہیں۔ برلپ دریا گھوں یعنی چھاؤنی لشکر سلطانی کی ہے اور ایک مینار بلند اس میں بنا ہوا ہے جس پر چار طرف کھڑکیاں ہیں اور یہ قلعہ مثل قلعہ بمبئی کے بنا ہوا ہے قریب چھاؤنی کے مکتب رشیدیہ ہے جس میں امیر غریب کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور بعد تعلیم مدرسہ صنایع میں داخل ہوتے ہیں اور اس مدرسے سے امتحان دے کر عہدہ ہائے فوجی حاصل کرتے ہیں۔ چھاؤنی سے آگے بڑھ کر مقلد عدالت ہے جس میں حکام قاضی مفتی وغیرہ عدالت کرتے ہیں اور اس کے اندر ایک مجلس ہے اور مکان عدالت سے بڑھ کر ایک قلعہ ہے۔ نہایت مستحکم اور کلاں جس کو توپ خانہ کہتے ہیں جس میں عمدہ عمدہ قسم کی توپیں و بندوقیں رکھی ہیں اور نیز درمیان اس قلعہ کے دائم الجس قیدیوں کا مجس ہے اور اسی میں ایک مجس خورد اہل عسکر کا ہے اور اس قلعہ میں باجوں والے بھی رہتے ہیں ایک دروازہ اس توپخانہ کا میدانِ معظم میں ہے جس پر ایک نہایت کلاں توپ رکھی ہے۔ جس کو توپ ابو خدا کہتے ہیں اس توپ کا قصہ عجیب و غریب سننے میں آیا ہے جس کو میں نے معتبر نہیں سمجھا اور اسی سبب سے درج کتاب نہیں کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ توپ نادر شاہ ایران سے لا کر یہاں چھوڑ گیا ہے اور اسی قلعہ کا دوسرا دروازہ قصبہ معظم کی طرف ہے جس کے آگے ایک بہت پرانا باغ ہے جس میں بموقع تشریف آوری جناب ناصر الدین شاہ قاجار شاہ فارس ایک مقام بلند پر مکان شاہ سلطان نے بہت عمدہ تیار کرایا تھا ایسا مکان بغداد میں دوسرا معلوم نہیں ہوتا۔ تقریباً عرصہ دس سال کا گذرا کہ شاہ واسطے زیارت کر بلا معلی تشریف لائے تھے تب اس مکان میں مقیم ہوئے تھے اور سلطان کی طرف سے اُن کی مہمانی ہوئی تھی اور اس باغ کے



متصل دیر خانہ آٹا مینے کی دودی کل جیسے بمبئی میں ہی بنا ہوا ہے۔ جس میں آٹا پیسا جاتا ہے جس سے آگے ایک دروازہ سے جو بازار شروع ہوتا ہے وہ کفش فروشان و کفش دوزان کا بازار ہے۔ جس میں صدا ہاؤکانیں قسم قسم کے جفت پاپوش بوٹ و گرگابی بوٹ زنانہ و مردانہ و کف پائے وغیرہ تیار ہوتے ہیں اور بکتے ہیں اور اسی بازار میں چند دکانیں ٹوپوں کی ہیں جس میں رومی وضع کی ٹوپیاں فروخت ہوتی ہیں اور اسی میں دو قبوہ خانہ اور ایک مسجد ہے۔ یہ بازار باب المعظم تک چلا جاتا ہے اور دوسرے دروازے جس سے جو بازار شروع ہوتا ہے اس کے شروع پر ایک قبوہ خانہ شیعوں کا ہے جس میں نے ایک دفعہ بمعیت سید محمد خادم کربلائے معلیٰ چائے تھی معلوم ہوا کہ یہ قبوہ خانہ ۱۲ سو برس سے زیادہ کا تعمیر شدہ ہے۔ یہ بازار شروع سے بازار جراح کہلاتا ہے۔ جس میں مال بطور نیلام فروخت ہوتا ہے اور بیچ میں اس بازار کو خوردہ فروشوں کا بازار کہتے ہیں اور اسی بازار میں عبا اور اگل یعنی کپڑے بھی فروخت ہوتے ہیں۔ اسی بازار میں ایک نہایت تنگ بازار ہے جس میں ایک ہی آدمی چل سکتا ہے۔ اس میں مستورات زیارات کرانے کو آتی ہیں۔ اس بازار کو سرائے یہودیان کہتے ہیں اور خان چغان بھی اس کا نام ہے۔ ایک بازار پارچہ فروشان کا ہے۔ جس کو بزازہ کہتے ہیں یہ بہت بڑا بازار ہے۔ جس میں قلم و ریشم و اطلس و زری کے کپڑے فروخت ہوتے ہیں۔ ایک بازار صرف مس گران کا ہے جس میں ہر طرح کی ظروف مسی ملتے ہیں۔ چونکہ اس بازار میں برتن تیار ہوتے ہیں بڑا شور ہوتا ہے۔ مگر یہ بازار بہ نسبت دیگر بازاروں سے بہت وسیع ہے۔ ایک بازار عرب لوگوں کی جوتیوں کا ہے۔ اس بازار سے پاپوش خانہ کو سیدھا رستہ جاتا ہے۔ ایک بازار نجاران آہن گران کا ہے۔ جس کو باب الّاغا کہتے ہیں۔ ایک بازار موسوم بہ سورج ہے جس میں میوہ فروش بیٹھتے ہیں۔ ایک بازار الوہ کہلاتا ہے جس میں غلہ وغیرہ فروخت ہوتا ہے۔ باب الّاغا کے بازار میں دو قبوہ خانہ خاص شیعہ لوگوں کے ہیں۔ جس میں سوائے اہل تشیع اور لوگ نہیں آتے اور نہ شیعہ کسی دوسرے قبوہ خانہ میں سوائے



ایک قہوہ خانہ قریب جس پر اور کہیں نہیں جاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اور قہوہ خانے بے احتیاط ہیں جس میں ہر فریق اور ہر مذہب و ملت کے آدمی چائے نوشی بلا تمیز مذہب کرتے ہیں۔ ایک بازار کلاں موسوم بہ بازار عطاراں ہے اس بازار میں ایک بہت بڑی مسجد ہے۔ ایک بازار موسوم بہ سوق القہر ہے جس میں مزار مقدس جناب حضرت قنبر غلام آزاد جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا ہے اور اس مزار میں ایک مدرسہ ہے مجاور مزار مقدس اہل سنت ہے۔ یہ مزار کچھ بڑا نہیں ہے ایک چھوٹا سا مقبرہ ہے ہر پنجشنبہ کو معتقدین لوگ واسطے زیارت کے آتے ہیں۔ ایک بازار سبزی فروشی کا ہے۔ جس میں سے سیدھا راستہ شیخ عبدالقادر گیلانی صاحب کے مقبرہ کی طرف جاتا ہے۔ راستہ میں ایک مکان حاجی مصطفیٰ کتبہ کا ہے کتبہ اُن کا لقب ہے ورنہ وہ دراصل کبرے نہیں۔ یہ صاحب ایک متمول اور امیر آدمی امامیہ مذہب کے ہیں۔ باب الآغا کی طرف ایک کوچہ ہے جس میں تاجران امامیہ طریق کے بڑی بڑی کوٹھیاں ہیں۔ ایک بازار ابوسفین ہے یہ بازار سب یہودیوں کا بازار ہے۔ ان کی مستورات بہت حسین اور خوبصورت ہیں اور وہ دن بھر شراب پی کر باغوں میں سیر کرتی پھرتی ہیں، شہر میں جس جس کوچہ میں یہودی رہتے ہیں۔ اس کوچہ میں ان کا ایک ایک معبد بھی بنا ہوا ہے جس کو وہ توریت گاہ کہتے ہیں جس محلہ میں شیخ عبدالقادر صاحب گیلانی کا مقبرہ ہے وہ محلہ کسی قدر شہر سے علیحدہ ہے۔ سنا ہے کہ پہلے اس محلہ میں غرباء رہتے تھے مگر اب یہاں بڑے بڑے امراء کے مکانات ہیں اور سب اہل سنت طریقہ کے لوگ ہیں۔ قریب اس کے ایک مکان عباخانہ سلطانیہ ہے جس میں فوج سلطانی کی وردی تیار ہوتی ہے۔ یہاں ایک مزار سید سلطان صاحب کا بھی ہے۔ شہر کی اسی طرف میں ایک مقبرہ شیخ عمر کا ہے۔ یہ مقبرہ بہت بڑا ہے اور معتقد الیہ اہل سنت شہر بغداد کا ہے۔ ہر چہار شنبہ زن و مرد مسلمان اہل سنت بغداد اس مقبرہ پر گروہ گروہ واسطے زیارت کے جاتے ہیں باین صورت کہ ایک عورت ایک گدھے پر سوار سر پر ایک سنی یعنی خوان دولہ کا جو عرب کا ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے لئے ہوئے پیچھے پیچھے



اس کے بہت سی عورت مردتالیاں بجاتے ناچتے کودتے ہستے کھیلتے اور آگے آگے دو آدمی ایک دہل بجاتا جاتا ہے اور ایک ٹرم بھونکتا ہے۔ روضہ پر پہنچ کر طعام لگا دیا جاتا ہے۔ یہ تماشا فی الحقیقت عجیب اور قابل سیر ہے۔ پنجشنبہ کے روز ایسا ہی اور اسی قسم کا ہجوم زن و مرد کا بطور میلہ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کے مقبرہ پر ہوتا ہے مگر مستورات دومہ وہاں نہیں لے جاتی صرف فاتحہ و درود خوانی کر کے واپس آ جاتی ہیں کیونکہ طریقہ متذکرہ صدر خاص واسطے شیخ عمر کے ہے اور بعض اہل تصوف اور فقراروضہ میں وظائف کرتے ہیں۔ میں نے بہت چاہا کہ شیخ عمر کا حال مجھے معلوم ہو جاوے کہ یہ کون صاحب تھے مگر کچھ بتانہیں ملا۔ بعض آدمیوں نے کہا کہ یہ صاحب زادے اور بعض نے کہا مرید شیخ صاحب کے ہیں۔ بغداد میں تقریباً بیس سرائیں اور دو سو مساجد اور پچاس حمام اور سو شفا خانے ہوں گے۔ مکانات اس شہر کے نہایت عمدہ اور آراستہ اور خوش وضع ہیں لیکن بیرونی حیثیت مکان کی اچھی نہیں ہوتی اس سبب سے حیثیت بیرونی اس کی خوبی اندرونی کا گویانی الاصل ایک پردہ ہے۔ جو لوگ اس شہر کے مکانات کی سیر اندر سے کریں وہ معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ شہر کیسی حیثیت اور خوبی کا ہے۔ روٹی اور پرائٹھے اس شہر میں ایسے عمدہ تیار ہوتے ہیں کہ دوسری جگہ کہیں اور ایسے نہیں ہوتے ہوں گے۔ باب المعظم کی طرف ایک بازار ہے جس میں بہت سے ایسے مکانات ہیں جیسے ہندوستان میں انگریزی رفرفش روم جہاں عمدہ عمدہ کھانا اور شراب جو کچھ چاہو ملتا ہے۔ خواہ صرف شراب پیو، خواہ صرف کھانا کھاؤ، خواہ دونوں چیزیں لو۔ خواہ اس سے زیادہ آرام و آسائش کے سامان منگو لو۔ اسی بازار میں دو قہوہ خانہ نہایت آراستہ و پیراستہ خاص اہلکاران سرکار اور بڑے بڑے روسائے شہر کے واسطے بنے ہوئے ہیں۔ ان قہوہ خانوں میں ایک ایک حجام بھی حاضر رہتا ہے اور ایک بہت بڑا آئینہ۔ باب المعظم کی طرف ایک اور قلعہ کلاں ہے جس میں سوار سلطانی رہتے ہیں۔ بیرون شہر یعنی در معظم سے باہر ایک بڑا قلعہ موسوم بہ قریطہ ہے اُس میں بھی لشکر رہتا ہے اس مقام کے نیچے جو میدان یعنی صحرا ہے وہاں



بد معاشی مستورات یعنی زنا کار جن کو ہم کسبیاں کہہ سکتے ہیں پھرا کرتی ہیں اور اسی جگہ بد معاش مرد بھی آ جاتے ہیں۔ یہیں وہ خراب ہوتے ہیں کیونکہ علی الاعلان اجازت زنا کی شہر میں نہیں ہے مگر شراب علی الاعلان بازار فروخت ہوتی ہے اور استعمال کی جاتی ہے۔ شراب خانے شہر میں موجود ہیں اور حرام کاری کی بوجہ یہود انتہا نہیں ہے اہل عصمت اور عفت مستورات یہاں کم ملتی ہیں یہودیوں کی سو میں ایک عورت بھی نیک نہیں پائی جاتی۔ شہر بہت بڑا ہے۔ اُس کی گلی کی کیفیت لکھنے کو ایک دفتر درکار ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ مسلمان مستورات سو میں دس خراب ہوں تو ہوں در نہ مسلمانوں کا چال چلن اچھا ہے۔ میں سیر کرتے ہوئے شہر میں ناگاہ ایک کوچہ میں جو پہنچا ایک مکان کے دروازے پر دیکھا کہ لکھا ہے دُخول غیر المشرکین ممنوع جب میں اُس کے اندر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مدرسہ یہودیوں اور عیسائیوں کا تھا جس میں تعلیم انگریزی ہوتی تھی۔ ماسٹر سے دریافت کیا کہ دروازے پر یہ کیا لکھا ہے اور کس نے لکھا ہے تو اُس نے کہا کہ حکم سلطان یہ تختہ دروازے پر لگا ہوا ہے اور جہاں جہاں ہم لوگ کا مدرسہ ہے سلطان کے حکم سے ایسا لکھ کر لگا دیتے ہیں۔ شہر کے مکانات کئی کئی منزل کے ہیں اور فصیل شہر پختہ اور سب پرانی ہیں جب میں کاظمین میں تھا تو یکا یک سے آکر یہاں آباد ہو گئے ہیں۔ نواب حامد دولہ دتاج محل بیگم نواب مرزا محمد حسین مدراسی صاحب میر محمد قاسم خان صاحب و نواب احمد آغا صاحب لکھنوی۔ چار حمام اور چار مسجدیں اس شہر میں ہیں اور چار ہی بازار ہیں دکانیں قریباً پانچ سو ہوں گی۔ ہر قسم کی چیز یہاں بہم پہنچ سکتی ہے۔ گوشت کا نرخ بغداد کا اور یہاں کا برابر رہتا ہے۔ گوشت کا نرخ ۴ سیر اور دودھ کا اڑھائی آنہ سیر ہے۔ ترکاری کی اگرچہ مثل ہندوستان افراط نہیں ہے پر کچھ ایسی کمی بھی نہیں۔ گڑا کو یعنی تمباکو حقہ کا یہاں بھی ایک روپیہ کا سا سیر پختہ مل جاتا ہے مگر ایک دو ہندی بناتے ہیں۔ نائب بالوس منجاب سرکاری انگریزی یہاں بھی رہتا ہے۔ چنانچہ ان دنوں مرزا محمد حسین خان صاحب عجی نائب بالوس ہیں۔ بہت نیک مرد اور خلیق ہیں۔



چھٹیا کی آمد اس قصبہ کی پوٹہ خانہ بغداد سے علاقہ رکھتی ہے بیس قہوہ خانے اس شہر میں ہیں۔ پُر رونق قہوہ خانہ بغدادی دروازہ نزدیک انٹیشن ٹیموے ہے۔ یہاں بڑا عمدہ میدان ہے اور صد ہا آدمی ہر وقت چاء خوری و حقہ نوشی کو موجود رہتے ہیں۔ ایک حوض باب المراد کے سامنے نہایت خوبصورت متعلق روضہ مقدس قریب سرائے محل کے ہے۔ اس کا پانی نہایت شیریں اور سرد ہے۔ سرائیں اس شہر میں بہت ہیں۔ دوسرائیں سرکاری ہیں۔ ایک سرائے حاجی ابراہیم کی ہے۔ ایک سرائے بجانب درقبلہ روضہ منورہ قندھاری والی ہے اور ایک سرائے بطرف باب المراد قریب حوض ایک مغل کی ہے۔ علاوہ ازیں قریب تیس سرائیں اوپر بھی ہیں مگر وہ نسبت ان پانچ سرائوں کے چھوٹی ہیں۔ کرایہ سرائے کافی نفرا یک پیسہ یومیہ مقرر ہے۔ سرائے سرکاری فرد گاہ زواوان کو بشرطیکہ کسی خادم کے ہاں مسافر نہ ٹھیرے تو بہت خوب ہے۔ یہ مقام یعنی کاظمین علیہ السلام زیارت دورہ کے واسطے مثل مرکز کے ہے ہر صادر و وارو جو زیارت غبات عالیات کے واسطے آتا جاتا ہے یہاں پہنچتا ہے۔ سامرہ اور کر بلا معلی نجف اشرف شہر مقدس مکہ معظمہ سب طرف کو یہیں سے راہ ہے زبان غمی یہاں کے باشندے خوب سمجھتے ہیں۔ اصلی زبان ان کی عربی ہے۔ گوشت گاوا کارواج یہاں بھی نہیں۔ حاکم اعلیٰ جو اس شہر میں ہے اس کو نائب مصرف کہتے ہیں اور پولیس کی چوکیاں بھی جا بجا قصبہ میں موجود ہیں۔ مجھ کو یہاں ایک ماہ کے قریب رہنے کا اتفاق ہوا نہ کوئی واردات چوری کی شہر میں سنی نہ کوئی اور مقدمہ سنگین سننے میں آیا۔ غرض ہر طرح امن و امان ہے۔ صفائی شہر معمول ہے اور کوچوں میں فرش نہیں ہے اور صفائی کے واسطے منجانب سرکار ملازم مقرر ہے اور نگراں کار صفائی بھی ہے۔ رات کو تمام قصبہ میں لائٹیں کی روشنی رہتی ہے اور دکانیں سرشام بند ہو جاتی ہیں۔

روضہ مبارک واقع شہر کاظمین

اس روضہ میں امام ہفتم جناب امام موسیٰ کاظم اور امام نہم حضرت امام محمد تقی کا مزار





پاک ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ پر جناب امام جعفر صادقؑ اہل بن حیدہ بنت المرینہ سکنہ بربر جو تاریخ ہفتم ماہ صفر ۱۲۸ ہجری متولد ہوئے کنیت حضرت کی ابو ابراہیم ابو الحسن تھی اور لقب آپ کا کاظم اور العبد الصالح تھا۔ عمر آپ کی ۵۵ سال کی ہوئی بروز جمعہ ۱۸۳ ہجری بمقام کاظمین آپ کی وفات ہوئی آپ کو حسب الحکم ہارون رشید سندی بن شاہک نے زہر سے شہید کیا۔ نقش خاتم آپ کا واللہ الملک ہے، مدت خلافت ۲۸ سال ۹ مہینے ہے۔ اولاد آپ کی یہ ہے علی، ابراہیم، عباس، قاسم، احمد، محمد، حمزہ، اسماعیل، جعفر، ہارون، حر، عبد اللہ، اسحاق، عبد اللہ اصغر، حسن اصغر، فضل، سلیمان، الکر کے اور ۱۹ بیٹیاں تھیں۔

امام نہم امام محمد تقیؑ ولد علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام از شکم سیکنہ سکنہ حوالیہ حبشہ ۱۹۵ھ ماہ رجب شب جمعہ کو پیدا ہوئے کنیت آپ کی ابو جعفر ثانی و ابو الفضل تھی۔ لقب آپ کا تقی آخر ماہ ذیقعد ۲۲۰ھ میں ام الفضل زوجہ حضرت نے بہ تحریک خلیفہ مقتسم کججور زہر آلودہ کر کے حضرت کو دیا۔ چند روز متورم ہو کر جناب کا انتقال ہو گیا۔ نقش خاتم حسب اللہ مدت خلافت گیارہ ماہ قبر آپ کی امام ہفتم کے پاس کاظمین میں ہے۔ حضرت علی نقیؑ و موسیٰؑ دو فرزند و دو دختر کل چار نفر آپ کی اولاد سے تھے۔ روضہ مقدس دوسنہرے گنبد اور چار مینار یعنی دو کلاں و دو خورد ہیں عین قلب شہر میں واقع ہے۔ اس کے احاطے کے سات دروازے ہیں اول در قبلہ جس پر ایک گھنڈہ نصب ہے جو چار طرف سے گھڑی کے طرح بنا ہوا ہے اور اس کی آواز تمام قصبہ میں پہنچتی ہے۔ یہ گھنڈہ محمد مہدی ملک التجار سکنہ بوشہر کا نصب کرایا ہوا ہے۔ اس دروازے کے آگے ایک چھوٹا سا چوک ہے۔ قبوہ و چاء پلانے والے لوگ یہاں بیٹھتے ہیں اور سبیل آب بھی یہاں پر ہے۔ یہ چوک مستقف تھا مگر اب وہ چھت گرنی۔ دوسرا دروازہ موسوم بہ باب المراد ہے اس پر بھی ایک گھنڈہ نصب ہے۔ یہ گھنڈہ بھی اگرچہ مثل پہلے گھنڈہ کی ہے مگر ایسا عمدہ نہیں۔ یہ گھنڈہ فرہاد مرزا سکنہ شیراز عموئے شاہ ایران کا نصب کیا ہوا ہے۔ اس دروازے کے مقابل کا صحن یعنی چوک بہت پر رونق ہے۔ ہر قسم کی روٹی و دودھ دہی وغیرہ

اشیاء خوردنی یہاں فروخت ہوتی ہیں ایک حوض آب چھتا ہوا قریب در کا ہوا سرائے خوبصورت نقش و نگار سے آراستہ ایک سمت اس چوک کے بنا ہوا ہے جو روضہ مقدس سے متعلق ہے۔ اس کا پانی نہایت سرد اور شیریں ہے۔ اسی دروازہ کے برابر میں ابو یوسف شاگرد ابو حنیفہ کوئی صاحب کی قبر ہے۔ تیسرا دروازہ موسوم بہ فرہاد ہے۔ چوتھا دروازہ قاضی الحاجات ہے جس کے سامنے ایک مسجد ہے۔ پنجم در درقریش یہ بہت بڑا دروازہ ہے۔ ششم در صاحب الزمان جس کے سامنے ایک قہو خانہ اور ایک حجام کی دکان ہے۔ ہفتم در امینیہ یہ دروازہ ایک شخص مسی امین رئیس الخزام کے مکان کے سامنے ہی ہے۔ اس کی خواہش کے موافق اس دروازے کا نام مبینہ رکھا گیا۔

[illegible]



الزمان مسجد زمانہ کہلاتا ہے۔ شیعہ لوگ احاطہ کے صحن میں اور احاطے میں اور ضریح کی جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں آٹھ مقام کشفیہ کہلاتے ہیں جہاں پر زائر لوگ جوتے اتارتے ہیں۔ مینار پر موذن اذان دیتا ہے اور دوسرا اذان در ضریح پر۔ تب ضرور قریب قد پہنچتا ہے۔ جہاں پر زیارت پڑھائی جاتی ہے احاطہ کے صحن کا فرش بھی بڑی بڑی سرخ پتھر کی سلوں کا ہے چار عدد فقیلہ سوزن قری کلان جو دس دس سیر وزن کے ہوں گے۔ منجانب شاہ ایران اور دو عدد قتیاسوز نہایت کلاں جو پندرہ پندرہ سیر وزن کی ہوں گی۔ منجانب سلطان روم روضہ میں ہیں ایک پہاڑ بارہ بتی کا بکار طلا ایوان باب المراد کے سامنے شاہ ایران کی طرف سے نصب ہے اور ایک جھاڑ کچھتر کا خاص ضریح کے سامنے منجانب ملک التجار محمد مہدی سکندہ بوشہر نصب ہے اور ایک جھاڑ کلاں اور دو جھاڑ خورد ہر سہ جانب ضریح کے منجانب شاہ ایران نصب ہیں شاہ کی طرف سے علاوہ اشیاء متذکر بالا بہت سامان فرش اور روشنی کا بھی ہے اور مزار قربان علی صاحب عجمی کا بھی بہت سا سامان روشنی و فرش کا ایک حجرہ میں رکھا ہوا ہے وہ سب سامان محرم کو سجایا جاتا ہے اور مجلس عزاء بھی ان کی طرف سے محرم میں ہوتی ہے پانچوں وقت پر چہار طرف صحن مقدس میں علماء کے پانچوں نماز جماعت ہوتی ہے اور اذان گلدستہ پر کہی جاتی ہے و اشہد ان امیر المؤمنین کہتے ہیں مگر بصورت خفی اگرچہ حکومت کی طرف سے کچھ روک ٹوک نہیں ہے سردیوں میں رومی قالینوں کا فرش روضہ میں ہوتا ہے۔ سوائے جھاڑوں کے بہت فانوس اور فقیلہ روضہ میں روشن ہوتی ہیں جن سے مثل روز روشن روضہ میں روشنی رہتی ہے۔ روضہ کی ساتھ کوئی جائیداد نہیں ہے مگر شاہ کی طرف سے خدام کو تنخواہ ملتی ہے یعنی ایک لاکھ روپے سالانہ۔ شاہ کلید بردار روضہ شریف کی جلا کرتے ہیں۔

### خدام کا حال

اے شیعانِ علییٰ و اے مہبانِ حسین اول اس سے کہ میں حالات خدام جیسے میں نے دیکھے اور جو جو کچھ معلوم کے تحریر کروں۔ ضروری ہے کہ یہ امر بھی آپ صاحبان پر ظاہر



کردوں کہ میں کوئی لفظ نسبت خدا مان صرحتاً ایسا لکھوں گا جو موجب ان کی اہانت کا ہوئے کیونکہ میں اپنے میں جرات اور دلیری نہیں دیکھتا کہ کوئی کلمہ کسی حضرت کے خادم کی طرف ایسا لکھوں جو باعث اس کی توہین یا تنک کا ہوئے کیونکہ من اهان الغلام فقد اهان المولیٰ۔ اگر اس حدیث سے جو غلام مراد ہیں ان کو خدام روضہ ہائے متبرکہ کہ سمجھ لیجئے تب تو میں جس قدر کہ لکھتا چاہتا ہوں وہ بھی واسطے میرے مدفوم اور عیب ہے اور اگر یہ لوگ ان سے مراد نہیں ہیں اور فی الحقیقت بھی یہ حضرات مصداق اس حدیث کے کسی طرح نہیں ہو سکتی بلکہ یہاں مراد غلامان حضرات سے مجتہدین و علماء دین و مردان مومن پاک و صالح یا جیسے حضرت قنبرؓ کو جناب امیرؓ سے نسبت تھی مراد ہے۔ الا تاہم اگر ان کو حضرت سے نسبت غلامی مخصوصہ نہیں ہے۔ تو اس میں بھی کچھ شک نہیں ہے کہ یہ لوگ روضہ مطہر کے ساتھ ایک خاص نسبت رکھتے ہیں اور چونکہ روضہ کو حضرت سے ایک خاص نسبت ہے پس ان کو بھی حضرت سے ایک تعلق خاص ہوا۔ اندرین صورت ہر معتقد شخص جو حضرت سے ادعائے محبت و غلامی رکھتا ہو گا وہ ان لوگوں سے بھی الفت رکھے گا اور ان کی تعظیم و تکریم مناسبہ سے انحراف نہ کرے گا اور جب زیارات عتبات عالیات کو آوے گا وہ ایک توسل و ذریعہ حضرت کے حضور میں حاضر ہونے کا اور سلام کرنے کا ان سے۔۔۔۔۔ میرا اعتقاد نہیں ہے کہ کوئی شخص زیارت کو آوے اور وہ خدام جناب آئمہ حضرات سے دل میں نفرت کر کے اپنے آپ براہ راست کسی امام کی حضوری میں حاضر ہوئے۔ میں اس طرح کی حاضری کو سخت گستاخی خیال کرتا ہوں۔ کچھ شک نہیں کہ زائر کا بھی بہت بڑا رتبہ ہے اور یہ کہ زائر کے استقبال کو فرشتے معین ہوتے ہیں لیکن جس حضرت نے تمہاری یہ توقیر کی ان کے خدام کی طرف سے بعض بائین خیال کہ یہ لوگ ہم سے متوقع ہیں نفرت کرنا اگر سقیم القلسی نہیں۔ تو کیا ہے اے بھائیو! اپنے اعمال اور افعال کو بھی تو دیکھو جن کے بخشانے کو یہاں حاضر ہوئے مولاتوان تمہاری بدکرداریوں کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے۔ تم ان کے ہر وقت کے حاضر باشوں اور مہمت

گزاروں سے کس طرح علیحدگی ڈھونڈتے ہو۔ میں جب سے جہاز پر سوار ہوا جو جو صاحب مجھ سے ملتے گئے مذمت اور بدی اور عیوب خدام کے بیان کرتے رہے حتیٰ کہ میں سننا سننا عاجز آ گیا۔ کسی نے کہا کہ یہاں یہ لٹیرے ہیں، کسی نے کہا کہ یہ بڑے دعا باز ہیں، کوئی کہتا تھا کہ بد افعال و بد کردار ہیں، کسی نے اپنا قصہ کہ جو ان کے ساتھ کسی خادم کا معاملہ ٹھہرا سنا یا کسی نے کسی دوسرے کی زبانی کوئی حکایت کہہ سنائی۔ اس وقت ان کی وہ سب باتیں معرض شک میں تھیں نہ میں ان کو جھوٹ سمجھ سکتا تھا اور نہ راست خیال کرتا تھا مگر اب مجھے من و عن حقیقت حال خادمان سے آگاہی ہوگئی جس پر مجھے یہ کہتے ہوئے کچھ خوف معلوم نہیں ہوتا ہے کہ خدا پنچ انگشت یکساں نہ کر دے۔ یعنی خدام میں طرح طرح کی خصائل و عادات کے آدمی ہیں۔ سب کو ایک لانٹھی سے ہانکنا یہ انسان کی حماقت عقل پر ولالت کرتا ہے اور ان میں طمع اور حرص اور لالچ بھی ہے اور وہ زواروں سے متوقع بھی ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہو یہ ان کا حق بجانب ہے بنی و بین الیہ خیال کرنا چاہے کہ وہ زراعت نہیں رکھتے مزدوری پیشہ نہیں تجارت نہیں کرتے۔ پس سوائے اس کے کہ بوجہ خدمت روضہ مبارک مستحق توقع از زائران ہیں اور کس سے توقع رکھیں اور اگر وہ خدا نخواستہ مفلس اور محتاج ہو کر سوائے خدمت روضہ مبارک اور کام کریں تو اس وقت میں سوال کرتا ہوں کہ کون زائر آ کر خدمت روضہ ہائے اقدس کرے گا۔ خداوند کریم ان وسوسہ شیطانی کو جو بعض نادار اور کم مایہ اور کم ظرف بد اعتقاد لوگوں کے کہنے سے دل میں نسبت خادمان کے پیدا ہوتے ہیں ہمارے دلوں کو پاک اور صاف رکھے۔ آمین رب العالمین۔ واضح رہے کہ میں کچھ حالات خدام اس کتاب میں تحریر کرتا ہوں۔ اگر اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کسی ایک خادم سے بد مظنہ ہوں تو پھر دوسرے خادم کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور امر واسطے تنبیہ اور راہ راست چلانے اور بتلانے خدام کیا دروک ایسے امور اور حرکات سے کہ جن سے زائر و لنگ ہوں اور جن سے زائر و لنگ کے حق ضائع ہوں ضروری اور لابد ہے اس کتاب میں حتیٰ الامکان صراحتاً کوئی لفظ



کسی خادم کی نسبت لکھا نہیں جاوے گا۔ مگر اشارتاً و کنایہً بتلایا جاوے گا۔ جو جو معاملات میں نے دیکھے ہیں یا جن کا مجھ کو یقین بلکہ حق یقین حاصل ہو گیا ہے اس کو کسی نہ کسی پیرایہ میں ظاہر بھی کروں گا و بس۔

## بیان خدام کاظمین

یہاں پر کلید بردار شیخ عیسیٰ صاحب ہیں اور شیخ جو رئیس الخدما ہیں۔

۸ نفر کفش بردار۔ سید علی و سید عباس نامی چرخچی ہیں۔

مزدور یہاں تقریباً سو نفر ہیں۔ ضروری تفصیل یہ ہے۔

شیخ علی صاحب یہ حضرت ہندوستان میں گئے ہوئے ہیں۔

شیخ حسین صاحب۔ شیخ رضی صاحب یہ ہر سہ صاحبان اہل ہند کے مزدور ہیں شیخ محمد صالح زنگباریوں کے اور شیخ محمد شیخ داؤد، شیخ جواد یہ ہر سہ غریبوں کے اور سید علی صاحب امراء عجم کے اور اہل عجم کے واسطے اور اہل عرب کے واسطے بہت مزدور ہیں جن کا ذکر فضول ہے۔ مجھ کو ہندی مزدور ان سے غرض ہے کیونکہ اہل ہند کا ان سے تعلق ہوتا ہے اور مجھ سے بھی واسطہ پڑتا تھا شیخ حسین صاحب مرد نیک مگر مزاج کے تند ہیں متدین و امین ہیں چست اور مضبوط اور ان کے پاس کسی طرح کی تکلیف آدمی کو نہیں ہوتی اور اگر ٹھیک ٹھیک خیال کر کے انسان ان کا حق محنت بھی دیدے خواہ حق مزدوری دباہی لے یا لیں تب بھی بے چارے کچھ نہیں کہتے اور شکر خدا کر کے قبول کر لیتے ہیں اور اگر مزدورانہ قاعدہ سے بہ سخاوت ان کے ساتھ سلوک کیا جاوے تب وہ اس قدر ممنون ہوتے ہیں کہ جس کا ٹھکانہ نہیں۔ لیاقت ایسی ہے کہ امیر و غریب ہر ایک صاحب کی خدمت اس کے موافق حال ایسی کرتے ہیں کہ جس میں وہ بہت خوش رہتے ہیں۔ زیارت ایسی خوش الحانی سے پڑھتے ہیں کہ سبحان اللہ۔ خود بخود رقت انسان پر طاری ہوتی ہے معاملات کرایہ و خرید و فروخت میں جو لوگ صاحب دولت اور امیر



داماد سید ناصر صاحب خدام کربلا کام کرتے ہیں۔ یہ خلق کا ایک مجسم نمونہ ہیں۔ ان کا مکان نہایت وسیع ہے۔ ان کے ملازم محمد حسن صاحب ہندی ہیں۔ وہ بھی نہایت قابل ہیں۔ اسٹیشن پر ان کی طرف سے عموماً یہی آتے ہیں۔ ان کے ہاں جانا چاہئے۔ اگر سامان کچھ زیادہ نہ ہو تو تین آنے دے کر ٹریم میں بیٹھ جاویں اور اگر سامان وغیرہ زیادہ ہو تو ایک اربانہ کر لینا چاہئے۔ جس کا کرایہ تقریباً تین روپے ہوتا ہے۔ اُس پر چار یا پانچ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ فی کس تقریباً دس بارہ آنے حصہ آجاتے ہیں۔ سیدھے کاظمین ان کے مکان پر چلے جاویں۔ جب بالکل قریب پہنچیں گے تو روضہ منور پر آپ کی نظر پڑے گی فوراً احترام کے لئے صلوٰۃ و درود پڑھنا چاہئے اور خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ یہ نجس بدن اس قابل نہ تھے کہ اس مبارک زمین پر آتے۔ یہ صرف خدا کی رحمت ہے۔ مکان میں قدرے آرام کر کے حمام میں جانا چاہئے لیکن حمام میں جانے سے پہلے سب مبلغات وغیرہ مکان میں ٹرنک میں رکھ جانا چاہئے۔ یہاں کے حمام نہایت عالیشان ہیں۔ فی کس ۳ صرف غسل کرنے کے لیتے ہیں۔ حمام کے اندر کئی حوض ہیں۔ کوئی گرم پانی کا ہے۔ کوئی ٹھنڈے پانی کا ہے۔ غسل کے بعد تھوڑا حمام میں آرام کریں۔ شوقین چائے منگوائیں۔ چائے پی کر آرام کر کے کپڑے وغیرہ بدل کر سیدھے روضہ منورہ جائیں۔ وہاں خدام کی طرف سے ایک شخص زیارت پڑھانے والا موجود ہوگا۔ وہ آپ کو زیارت پڑھا دے گا۔ پہلے دن وہ زیارت پڑھا دیں گے۔ پھر ہر روز خواہ خود پڑھ لیا کریں یا ان سے کہہ دیا جاوے کہ وہ پڑھوادیوں لیکن ہر ایک کو چاہئے کہ اذن دخول اور زیارت و دیگر اعمال زیارت جانے سے پہلے خوب اچھی طرح سے یاد کر لئے جاویں کیونکہ وہاں کے چھوٹے چھوٹے بچے اس فصاحت و بلاغت سے زیارت پڑھتے ہیں۔ اگر یاد نہ کی ہو تو ان کو دیکھ کر شرم آتی ہے۔ وہ ہندیوں کو دیکھ کر ہنستے ہیں کہ یہ امام علیہ السلام کی زیارت بھی نہیں پڑھ سکتے۔ یہاں روضہ منورہ کے دو گنبد ہیں۔ جو سنہری ہیں اور صریح مبارک کے دروازے چاندی کے ہیں۔ یہ جگہ ایک بہشت کا ٹکڑا ہے۔



جہاں ہر وقت نور برستار ہوتا ہے۔ یہاں دو امام مدفون ہیں۔ ایک تو ساتویں امام باب الحوائج امام موسیٰ کاظمؑ اور دوسرے نویں امام محمد تقیؑ الجواد۔ جس طرح پہلے زیارت پڑھو۔ اسی طرح ہر روز بلکہ ہر دفعہ اذن دخول پڑھنا چاہئے اور پھر زیارت۔ بغیر اذن دخول اندر جانا از روئے نص قرآن منع ہے۔ باہر محن میں دوڑ کے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مدفون ہیں۔ بعض لوگ زیارت پڑھتے ہیں اور بعض نہیں پڑھتے۔ کہتے ہیں کہ یہ لڑکے امام علیہ السلام کے معتب ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے توبہ کی تھی لیکن العلم عند اللہ۔ کسی عالم اہل سے اس کے متعلق دریافت کر لینا چاہئے یا خدام سے دریافت کر لینا مناسب ہے فاعتبرو یا الوالیاء البصائر استغفر اللہ ربی واتوب الیہ۔ عملت سوءاً ظلمت نفسی فاعفونی ذنبی انہ لا یعفو الذنوب الا انت۔

زیارت پڑھنے کے لئے چھ آنے کو ایک بیاض بھی مل سکتی ہے لیکن نئے ایڈیشن کی مفتاح الجمان ع اور ۱۲ع کو آجاتی ہے اور خرید لیٹی بہتر ہوگی۔ اگر کسی وقت کوئی کتاب نہ ہو تو اذن دخول باہر کے ہر دروازے پر لکھی ہوئی ہے اور زیارت لکھی ہوئی صریح مبارک پر آویزاں ہے۔ وہاں سے پڑھ سکتے ہیں۔ یہاں مفصلہ ذیل علماء و مجتہدین کے مقبرے بھی ہیں۔ یہاں فاتحہ اور درود سے اُن کو یاد کرنا چاہئے۔ اُن کے مقبروں کی زیارت نہ کرنا ناشکری ہوگی۔ ان کی دینی خدمات اسکی ہیں کہ اُن کو ہرگز فراموش نہ کرنا چاہئے۔

- ۱۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور اُن کے اُستاد اندرون ہواقی حرم جانب مغرب مدفون ہیں۔
- ۲۔ علم الہدی سید مرتضیٰ علی اللہ مقامہ بیرون بارگاہ بازار میں ایک طرف مدفون ہیں۔
- ۳۔ سید رضی علی اللہ مقامہ بیرون بارگاہ بازار کی دوسری طرف مدفون ہیں۔
- ۴۔ سید اسماعیل مجتہد علی اللہ مقامہ بھی یہیں مدفون ہیں۔
- ۵۔ سید حسن علی اللہ مقامہ مصنف ہفت بند کاشی احاطہ حرم کے ایک کونہ میں مدفون ہیں۔
- ۶۔ خواجہ نصیر الدین محقق طوسی علیہ الرحمۃ روضہ منورہ کے مشرقی جانب رواق حرم میں



مدون ہیں۔

یہ حضرات بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ ان کے متعلق بہت سے واقعات ہیں لیکن بوجہ طوالت یہاں لکھنے سے معذور ہوں۔ اگر ان کے حالات پڑھے جاویں تو معلوم ہوگا کہ کس قدر بلند مراتب پر یہ فائز تھے۔

لیکن یہاں صرف سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور سید رضی علیہم الرحمۃ کے متعلق اتنا لکھنا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ جناب فاطمہ زہراؑ ان کے پاس حسن حسینؑ سید شباب اہل الجنۃ کو لے کر تشریف لائی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے مفید میرے حسن و حسین کو پڑھایا کر۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں بڑا حیران تھا کہ جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو پڑھانے کا کیا مطلب۔ یہ وجود تو ماں کے پیٹ سے ہی علم لے کر آتے ہیں۔ صبح کے وقت عین اس وقت جبکہ بحر تھیر میں غوطہ زن تھے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ جناب مکرمہ و محترمہ والدہ سید رضی اور سید مرتضیٰ اپنے بچوں کو لے کر آئی ہیں اور کہتی ہیں۔ کہ ”اے مفید! میں ان بچوں کو اس لئے لائی ہوں کہ ان کو علم دین سکھایا کرو“ شیخ مفید نے اپنی اس خواب کی تعبیر کو سمجھا اُستاد ہوں تو ایسے۔ شاگرد ہوں تو ایسے۔ یہ سب عجیب شان والے تھے۔ علمائے امتی انبیائے بنی اسرائیل کے مصداق تھے۔

آج کل یہاں دو مشہور علمائے دین ہیں۔ ایک تو جناب آغا سید حسن صاحب۔ دوسرے آقائے سید مہدی صاحب ادام اللہ وجور ہم موجود ہیں۔ دو تین دفعہ دن میں حرم کاظمین میں زیارت کرنا چاہئے اور بہت سا وقت وہاں عبادت اور قرآن خوانی میں صرف کرنا چاہئے خوش قسمتی ہے کہ جو اپنے آقا اور مولا کی زیارت کرے اور وہاں عبادت میں وقت گزارے۔

احاطہ حرم کے مشرقی اور جنوبی کونہ میں ابو یوسف شاگرد ابو حنیفہ کی بھی قبر ہے۔ یہ نامعلوم یہاں کیوں اور کس لئے دفن کیا گیا۔ قبر بہر حال موجود ہے۔ اس کی قبر کو بھی دیکھنا اور



کسی خادم کی نسبت لکھا نہیں جاوے گا۔ مگر اشارتاً و کنایہ جتلیا یا جاوے گا۔ جو جو معاملات میں نے دیکھے ہیں یا جن کا مجھ کو یقین بلکہ حق الیقین حاصل ہو گیا ہے اس کو کسی نہ کسی پیرایہ میں ظاہر بھی کروں گا و بس۔

## بیان خدام کاظمین

یہاں پر کلید بردار شیخ عیسیٰ صاحب ہیں اور شیخ جو رکس الحمد ماہیں۔

۸ نفر کفش بردار۔ سید علی و سید عباس نامی چرخچی ہیں۔

مزدور یہاں تقریباً سو نفر ہیں۔ ضروری تفصیل یہ ہے۔

شیخ علی صاحب یہ حضرت ہندوستان میں گئے ہوئے ہیں۔

شیخ حسین صاحب۔ شیخ رضی صاحب یہ ہر سہ صاحبان اہل ہند کے مزدور ہیں شیخ محمد صالح

زنکباریوں کے اور شیخ محمد شیخ داؤد، شیخ جواد یہ ہر سہ غریبوں کے اور سید علی صاحب امراء عجم

کے اور اہل عجم کے واسطے اور اہل عرب کے واسطے بہت مزدور ہیں جن کا ذکر فضول ہے۔ مجھ کو

ہندی مزدور ان سے غرض ہے کیونکہ اہل ہند کا ان سے تعلق ہوتا ہے اور مجھ سے بھی واسطہ پڑتا

تھا شیخ حسین صاحب مرد نیک مگر مزاج کے تند ہیں متدین و امین ہیں چست اور مضبوط اور

ان کے پاس کسی طرح کی تکلیف آدمی کو نہیں ہوتی اور اگر ٹھیک ٹھیک خیال کر کے انسان ان کا

حق محنت بھی دیدے خواہ حق مزدوری دبا ہی لے یا لیں تب بھی بے چارے کچھ نہیں کہتے اور

شکر خدا کر کے قبول کر لیتے ہیں اور اگر مزدورانہ قاعدہ سے بہ سخاوت ان کے ساتھ سلوک کیا

جاوے تب وہ اس قدر ممنون ہوتے ہیں کہ جس کا ٹھکانہ نہیں۔ لیاقت ایسی ہے کہ امیر و

غریب ہر ایک صاحب کی خدمت اس کے موافق حال ایسی کرتے ہیں کہ جس میں وہ بہت

خوش رہتے ہیں۔ زیارت ایسی خوش الحانی سے پڑھتے ہیں کہ سبحان اللہ۔ خود بخود رقت

انسان پر طاری ہوتی ہے معاملات کرایہ و خرید و فروخت میں جو لوگ صاحب دولت اور امیر



ہیں ان کے واسطے بہت اچھے ہیں آخر ان کا معاملہ کسی نہ کسی نوکریا معتد ہی طے کرتا ہے ان سے کام لے لیا اور جو لوگ اپنا معاملہ خود کر سکتے ہیں اور صاحب احتیاج بھی ہیں اور خرچ بھی کم رکھتے ہیں وہ اپنا معاملہ خود کر لیتے ہیں کیا معنی کہ آدمی جیسا اپنا کام آپ کرتا ہے ویسا دوسرے سے نہیں ہو سکتا۔ نہ ایسا درد دوسرے کو ہوتا ہے اور اگر کسی دوسرے سے کام روپیہ کا لیا تو خواہ مخواہ آدمی بد مظنہ ہو جاتا ہے غرض یہ حضرت نہایت خوب اور لائق آدمی ہیں۔

شیخ رضی میرا ان سے معاملہ نہیں پڑا لیکن بہت ہندی ان کے یہاں بھی وارد ہوتے ہیں ان کی امانت داری کی نسبت بعض بعض لوگ مشکوک ہیں اور قصہ جو انہوں نے بیان کئے وہ قابل تحریر نہیں ہیں۔ مرد خلق اور چالاک بھی معلوم ہوتے ہیں کارروائیاں زوروں کی ان کے ہاں بھی اچھی نکلتی ہیں۔ معاملات کرنے کو میرا وہی خیال ہے کہ جب تک انسان اپنا معاملہ خود کرے۔ دوسرے سے معاملہ کرانا فضول ہے اور اگر اپنا معاملہ خود نہیں کر سکتا ہے تو معاملہ دوسرے سے کرا کر تفتیش و تجسس لا حاصل بلکہ ناجائز۔ میں نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ جب تک آدمی خدام کے گھر میں فروکش ہے جو چیز ان کے مکان پر بیٹھ کر خریدی جاوے۔ اس میں ایک آنہ روپیہ دستوری حق صاحب مکان کا ہے۔ قاطر چیمان سے بھی ان کے خاص تعلقات ہوتے ہیں۔

## ذکر علمائے کاظمین

شیخ محمد حسین صاحب مجتہد، مولوی شیخ محمد تقی، مولوی مرزا اسماعیل صاحب وکیل مرزا حسن شیرازی مجتہد مقیم سامرہ، مولوی سید ہادی، مولوی سید البشیر، مولوی مرزا محمد ہمدانی، علاوہ ازیں چند مولوی اور بھی ہیں مگر نامی اور مشہور یہی تھے جن کے اسماء گرامی صدر میں تحریر ہوئے۔

فمن وزکوۃ مجتہد صاحب کے حضور میں پیش ہوتا ہے اور کچھ لوگ خمس و زکوۃ معرفت مولوی مرزا اسماعیل صاحب بخدمت مجتہد صاحب سامرہ بھیجتے ہیں۔“

(سلوک الزائرین صفحہ ۳۰ تا ۳۹)



## کتاب ”تاریخ آلِ امجاد“ ----- ۱۳۱۰ھ

ابوالفضل محمد عباس شیروانی شاگرد مرزا غالب لکھتے ہیں:-

”[کاظمین] بغداد کہنے سے ایک فرخ دور ہے چار منارا اور دو قبة طلائی دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک مزار امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام کا ہے دوسرا امام محمد تقی علیہ السلام کا۔ عمارت روضہ بلند عالیشان اندرون ہر دو قبة کاشی کاری بہت نفیس ہے قنادیل و نقرئی و شیشہ آلات عمدہ آویزاں ہیں اور ہر طرف دریائے نقرہ کار ہیں پنجرہ ضریح فولادی مشبک طغرائی ہے اُس پر شال کا شامیانہ ہے صندوق قبور جدا جدا ہیں چادریں سبز پڑی ہیں گرد مقبرہ رواق اور ایوان اور مسجد بزرگ ہے دو ایوان طلا کار ہیں۔ رواق کے حجروں میں علماء صلحاء مدفون ہیں۔ صحن وسیع زمین سنگین حجرات کاشی کاری سے منقش دروازے متعدد بعض پر ساعات کلاں آویزاں ہیں ہر شب روشنی بکثرت ہوتی ہے۔ اذان پنجگانہ دی جاتی ہے نماز جماعت بطریق امامیہ پڑھی جاتی ہے۔ صحن میں دو صاحبزادوں کا مزار ہے مگر ہر دو حجرہ کا در بندر ہوتا ہے گرد روضہ کاظمین کے آبادی ہے اکثر مکانات پختہ بازار مسقف مال تجارت بکثرت اقسام اطعمہ بازاروں میں تر و خشک و بقولات ہر شے با فراط حمام کاروان سرائیں متعدد و خدام روضہ تخمیناً شش صد نفر عرب ہیں۔“

(تاریخ آلِ امجاد صفحہ ۶۰)

## کتاب ”ہدایت الزائرین“ ----- ۱۹۲۵ء

شیخ خادم حسین نارووالی لکھتے ہیں:-

”بغداد اسٹیشن پر اکثر خداموں کے آدمی لینے کے واسطے آتے ہیں۔ جس کے ہاں رہنا چاہئے۔ وہ سب مناسب انتظام کراوے گا لیکن سب سے زیادہ خلیق خدام کاظمین میں شیخ محمد کاظم ہیں۔ وہ آج کل کھنوو میں رہتے ہیں۔ ان کی جگہ پر ان کی طرف سے ان کے



داماد سید ناصر صاحب خدام کربلا کام کرتے ہیں۔ یہ خلق کا ایک مجسم نمونہ ہیں۔ ان کا مکان نہایت وسیع ہے۔ ان کے ملازم محمد حسن صاحب ہندی ہیں۔ وہ بھی نہایت قابل ہیں۔ اسٹیشن پر ان کی طرف سے عموماً یہی آتے ہیں۔ ان کے ہاں جانا چاہئے۔ اگر سامان کچھ زیادہ نہ ہو تو تین آنے دے کر ٹریم میں بیٹھ جاویں اور اگر سامان وغیرہ زیادہ ہو تو ایک اربانہ کر لینا چاہئے۔ جس کا کرایہ تقریباً تین روپے ہوتا ہے۔ اُس پر چار یا پانچ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ فی کس تقریباً دس بارہ آنے حصہ آجاتے ہیں۔ سیدھے کاظمین ان کے مکان پر چلے جاویں۔ جب بالکل قریب پہنچیں گے تو روضہء منور پر آپ کی نظر پڑے گی فوراً احترام کے لئے صلوٰۃ و درود پڑھنا چاہئے اور خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ یہ نجس بدن اس قابل نہ تھے کہ اس مبارک زمین پر آتے۔ یہ صرف خدا کی رحمت ہے۔ مکان میں قدرے آرام کر کے حمام میں جانا چاہئے لیکن حمام میں جانے سے پہلے سب مہلغات وغیرہ مکان میں ٹریک میں رکھ جانا چاہئے۔ یہاں کے حمام نہایت عالیشان ہیں۔ فی کس ۳ صرف غسل کرنے کے لیتے ہیں۔ حمام کے اندر کئی حوض ہیں۔ کوئی گرم پانی کا ہے۔ کوئی ٹھنڈے پانی کا ہے۔ غسل کے بعد تھوڑا حمام میں آرام کریں۔ شوقین چائے منگوائیں۔ چائے پی کر آرام کر کے کپڑے وغیرہ بدل کر سیدھے روضہ منورہ جائیں۔ وہاں خدام کی طرف سے ایک شخص زیارت پڑھانے والا موجود ہوگا۔ وہ آپ کو زیارت پڑھا دے گا۔ پہلے دن وہ زیارت پڑھا دیں گے۔ پھر ہر روز خواہ خود پڑھ لیا کریں یا ان سے کہہ دیا جاوے کہ وہ پڑھوا دیں لیکن ہر ایک کو چاہئے کہ اذن دخول اور زیارت و دیگر اعمال زیارت جانے سے پہلے خوب اچھی طرح سے یاد کر لئے جاویں کیونکہ وہاں کے چھوٹے چھوٹے بچے اس فصاحت و بلاغت سے زیارت پڑھتے ہیں۔ اگر یاد نہ کی ہو تو ان کو دیکھ کر شرم آتی ہے۔ وہ ہندیوں کو دیکھ کر ہنستے ہیں کہ یہ امام علیہ السلام کی زیارت بھی نہیں پڑھ سکتے۔ یہاں روضہء منورہ کے دو گنبد ہیں۔ جو سنہری ہیں اور صریح مبارک کے دروازے چاندی کے ہیں۔ یہ جگہ ایک بہشت کا ٹکڑا ہے۔



جہاں ہر وقت نور برستار ہوتا ہے۔ یہاں دو امام مدفون ہیں۔ ایک تو ساتویں امام باب الحوائج امام موسیٰ کاظم اور دوسرے نویں امام محمد تقی الجواد۔ جس طرح پہلے زیارت پڑھو۔ اُسی طرح ہر روز بلکہ ہر دفعہ اذن دخول پڑھنا چاہئے اور پھر زیارت۔ بغیر اذن دخول اندر جانا از روئے نص قرآن منع ہے۔ باہر محن میں دوڑ کے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مدفون ہیں۔ بعض لوگ زیارت پڑھتے ہیں اور بعض نہیں پڑھتے۔ کہتے ہیں کہ یہ لڑکے امام علیہ السلام کے معتب ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے توبہ کی تھی لیکن العلم عند اللہ۔ کسی عالم اجل سے اس کے متعلق دریافت کر لینا چاہئے یا خدام سے دریافت کر لینا مناسب ہے فاعتبرو یا الوالابصار استغفر اللہ ربی واتوا ب الیہ۔ عملت سوء اظلمت نفسی فاعفر لی ذنبی انہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

زیارت پڑھنے کے لئے چھ آنے کو ایک بیاض بھی مل سکتی ہے لیکن نئے ایڈیشن کی مفتاح الجمان ع اور ۱۲ع کو آجاتی ہے اور خرید لیجی بہتر ہوگی۔ اگر کسی وقت کوئی کتاب نہ ہو تو اذن دخول باہر کے ہر دروازے پر لکھی ہوئی ہے اور زیارت لکھی ہوئی ضریح مبارک پر آویزاں ہے۔ وہاں سے پڑھ سکتے ہیں۔ یہاں مفصلہ ذیل علماء و مجتہدین کے مقبرے بھی ہیں۔ یہاں فاتحہ اور درود سے اُن کو یاد کرنا چاہئے۔ اُن کے مقبروں کی زیارت نہ کرنا ناشکری ہوگی۔ ان کی دینی خدمات ایسی ہیں کہ اُن کو ہر گز فراموش نہ کرنا چاہئے۔

- ۱۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور اُن کے اُستاد اندرون ہواقی حرم جانب معرب مدفون ہیں۔
- ۲۔ علم الہدی سید مرتضیٰ علی اللہ مقامہ بیرون بارگاہ بازار میں ایک طرف مدفون ہیں۔
- ۳۔ سید رضی علی اللہ مقامہ بیرون بارگاہ بازار کی دوسری طرف مدفون ہیں۔
- ۴۔ سید اسماعیل مجتہد علی اللہ مقامہ بھی یہیں مدفون ہیں۔
- ۵۔ سید حسن علی اللہ مقامہ مصنف مفت بند کاشی احاطہ حرم کے ایک کونہ میں مدفون ہیں۔
- ۶۔ خواجہ نصیر الدین محقق طوسی علیہ الرحمۃ روضہ منورہ کے مشرقی جانب رواق حرم میں

مدفون ہیں۔

یہ حضرات بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ ان کے متعلق بہت سے واقعات ہیں لیکن بوجہ طوالت یہاں لکھنے سے معذور ہوں۔ اگر ان کے حالات پڑھے جاویں تو معلوم ہوگا کہ کس قدر بلند مراتب پر یہ فائز تھے۔

لیکن یہاں صرف سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور سید رضی علیہم الرحمۃ کے متعلق اتنا لکھنا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ جناب فاطمہ زہراؑ ان کے پاس حسن حسینؑ سید شباب اہل الجنۃ کو لے کر تشریف لائی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے مفید میرے حسن و حسین کو پڑھایا کر۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں بڑا حیران تھا کہ جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو پڑھانے کا کیا مطلب۔ یہ وجود تو ماں کے پیٹ سے ہی علم لے کر آتے ہیں۔ صبح کے وقت عین اس وقت جبکہ بحر خیر میں غوطہ زن تھے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ جناب مکرمہ و محترمہ والدہ سید رضی اور سید مرتضیٰ اپنے بچوں کو لے کر آئی ہیں اور کہتی ہیں۔ کہ ”اے مفید! میں ان بچوں کو اس لئے لائی ہوں کہ ان کو علم دین سکھایا کرو“ شیخ مفید نے اپنی اس خواب کی تعبیر کو سمجھا اُستاد ہوں تو ایسے۔ شاگرد ہوں تو ایسے۔ یہ سب عجیب شان والے تھے۔ علمائے امتی انبیائے بنی اسرائیل کے مصداق تھے۔

آج کل یہاں دو مشہور علمائے دین ہیں۔ ایک تو جناب آغا سید حسن صاحب۔ دوسرے آقا سید مہدی صاحب ادام اللہ وجور ہم موجود ہیں۔ دو تین دفعہ دن میں حرم کاظمین میں زیارت کرنا چاہئے اور بہت سا وقت وہاں عبادت اور قرآن خوانی میں صرف کرنا چاہئے خوش قسمتی ہے کہ جو اپنے آقا اور مولا کی زیارت کرے اور وہاں عبادت میں وقت گزارے۔

احاطہ حرم کے مشرقی اور جنوبی کونہ میں ابو یوسف شاگرد ابو حنیفہ کی بھی قبر ہے۔ یہ نامعلوم یہاں کیوں اور کس لئے دفن کیا گیا۔ قبر بہر حال موجود ہے۔ اس کی قبر کو بھی دیکھنا اور



جس کا مستحق ہوا سے پہنچانا چاہئے۔

یہاں زیارتوں سے مشرف ہو کر بغداد بھی جانا چاہئے اور وہاں سے شام کو واپس

آ جانا چاہئے۔

ثریم جاتی ہے۔ فی کس ۳ کرایہ ہے۔ اسباب ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں۔

وہاں بہت سی زیارات ہیں ان سے ضرور مشرف ہونا چاہئے۔ ثواب عظیم ہے۔ مفصلہ ذیل زیارات بمعہ پتہ درج کی جاتی ہیں۔ تاکہ تکلیف نہ ہو ثرم سے اترتے ہی پل کو عبور کیجئے پھر ان مقامات کی زیارت کیجئے:

۱۔ جناب حضرت حسین بن روح نائب حضرت حجتہ عجل اللہ فرجہ، مسجد جامع المرجان کے متصل سوق العطاطر میں مدفون ہیں۔

۲۔ جناب حضرت علی ابن محمد سامری نائب امام آخر الزمان عجل اللہ فرجہ واقعہ سوق الحراج مسجد جامع قبلانیہ میں مدفون ہیں۔ افسوس یہ مسجد قبضہ اہل سنت ہے۔ یہ مقبرہ بھی ان ہی کی زیر نگرانی ہے۔

۳۔ جناب ابو عمر الاسدی عثمان علیہ الرحمۃ بن سعید العسکری علیہ الرحمۃ سفیر و نائب اول امام آخر الزمان و مصاحب امام نہم و دہم و یازدہم واقعہ سوق امیدان عقب ہیڈ پوسٹ آفس میں مدفون ہیں۔

۴۔ جناب شیخ محمد خلانی بن جناب عثمان بن سعید العسکری علیہ الرحمۃ واقعہ باب الشیخ میں مدفون ہیں۔

۵۔ مقبرہ جناب حضرت قنبر علیہ السلام واقعہ بازار قنبر علی میں ہے۔ وہاں ایک یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

ہم قطار من ماست قنبر من  
نفل و نعلین دلدل و قنبر





مالک ہر دو ماست حیدر من

جیفہ تاج و پر افسر من

مقبرہ کے کونہ میں ایک سفید پتھر ہے۔ جو ایک دُنْبِ آب کی کرامت سے پتھر ہو گیا تھا۔ اس میں دُنْبِ کی شکل دکھائی دیتی ہے۔

۶۔ روضہ جناب سید محمد طاہر بن علی بن حسین بن علی علیہ السلام المعروف بہ امام طہ کو چہ امام طہ بازار عطار خانہ میں ہے۔

۷۔ نیچے علی امام طہ کے بالکل قریب ہے۔ پتھر پر ایک پنچہ لگا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ جناب امیر کا پنچہ ہے واللہ اعلم۔

۸۔ قید خانہ جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ محلہ راس الگر یہ جانب شمال دریائے دجلہ نزد حمام حیدر متصل موڈ برج لیکن افسوس یہاں نئے مکان بنے ہوئے ہیں۔ وہ قید خانہ یا تو مکان کے اندر ہے یا اُس کا نام و نشان مٹا دیا ہوا ہے۔ بہر حال وہاں ضرور جانا چاہئے۔ جہاں جناب امام علیہ السلام کو قید کیا تھا۔ وہاں جانے سے حالت متغیر ہو جاتی ہے۔

۹۔ جناب یعقوب کلینی علیہ الرحمۃ جو کہ بڑے پائے کے بزرگ تھے حجر مسجد جامع داؤد کے ایک طرف مدفون ہیں۔

۱۰۔ مقبرہ بنت الحسن۔ نزدیک ہی ایک بازار میں ایک قبر ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہے۔ قبر بنت الحسن لیکن اس کے متعلق گو وہاں کوئی خاص طور پر معتبر روایت نہیں ملتی لیکن کیا تعجب ہے کہ یہ سچ ہو۔ گلستانِ فاطمہ کی کلیاں کہاں کہاں بکھیری گئیں۔

۱۱۔ دیوار جس میں سادات زندہ چنوائے گئے تھے۔ پل عبور کرنے کے بعد چونگی خانہ ہے۔ اس کے نزدیک ہی یہ دیوار ہے۔ جس میں سادات زندہ چنوائے جاتے تھے۔ بغداد میں یہ زیارات ہیں جن کی زیارت کرنا ثوابِ عظیم ہے۔ ان کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ اگر ایک دن میں نہ ہو سکیں تو شام کو کاظمین چلا جانا چاہئے۔ آخری ٹریم سات بجے



شام جاتی ہے۔ پھر دوسرے دن یہ سب زیارات کر لینی چاہئیں۔ یہاں مکان میں پانی کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے۔ چھوٹا سا حوض ہے۔ پانی کا رنگ بدلتا رہتا ہے۔ مشک پانی کی فی اور کو آتی ہے ہر روز اگر ضرورت ہو۔ تو ایک مشک لے لینی چاہئے۔

بغداد سے مدائن / مدائن سے بغداد

جب ان زیارات سے فارغ ہو جاویں تو پھر تیسرے دن بغداد میں آ جاویں اور موٹر کاروں کے اڈے میں آ کر سلمان پاک کا کرایہ دریافت کیجئے۔ یہاں موٹروں والے نہ تو مدائن سمجھتے ہیں اور نہ حضرت سلمان فارسیؓ بلکہ صرف سلمان پاک کہتے فوراً سمجھ جاویں گے۔ سلمان پاک کا کرایہ عموماً موٹر کا بارہ سے پندرہ روپیہ تک ہوتا ہے۔ موٹر والے کو پہلے کرایہ ہرگز نہ دینا چاہئے اور یہ بھی ساتھ ہی طے کر لینا چاہئے کہ ہم نے وہاں حذیفہ یمانیؓ اور عبداللہ بن جابر انصاریؓ کی بھی زیارت کرنی ہے۔ تاکہ وہ ہمیں وہاں پہنچا سکے۔ مدائن جانے سے روضہ جناب سلمان فارسیؓ کے ذرا آگے۔ ایک احاطہ ہے۔ جس کے ایک طرف تو مقبرہ جناب حذیفہ یمانیؓ ہے اور دوسری طرف مقبرہ جناب عبداللہ بن جابر انصاریؓ ہے۔ ان کی زیارت سے مشرف ہو لیجئے۔ پھر اسی موٹر میں سوار ہو کر واپس آئیے۔ راستہ میں دائیں طرف بہت بلند دیواریں نظر آئیں گی۔ وہاں اتر کر دیکھئے۔ یہ کاخ کسریٰ نوشیرواں ہے جہاں نوشیرواں بیٹھ کر عدالت کیا کرتا تھا۔ دیواروں کے آثار میں فٹ سے کم نہیں ہیں اور بہت بلند دیواریں اور پھر ان دیواروں پر ایک بہت بڑا گنبد ہے۔ جو کہ پرانے کاری گروں کی صنعت کا ایک نمونہ ہے۔ یہ دیکھنے کے قابل اور جائے عبرت ہے۔ وہاں سے راستہ میں ہی حضرت سلمان فارسیؓ کا روضہ ہے۔ سلمان مثلاً اہل البیت کی زیارت سے مشرف ہو لیجئے۔ پھر واپس بغداد آئیے۔ اس روضہ منورہ کے گرد نواح میں یا بغداد کے ارد گرد کہیں نہ کہیں آپ کو عرب لوگ عموماً ناچتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن تھا کہ لوگ ان سے تہن اور تمدن سیکھتے تھے اور ایک دن یہ ہے کہ یہ خود



قبر مذلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کی حالت قابل رحم ہے۔

## بغداد

یہ شہر بلحاظ اپنی آبادی اور خوبصورتی کے اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ ماموں رشید کے زمانہ میں صرف شہر بغداد کی مردم شماری دس لاکھ سے زائد تھی۔ لکھا ہے کہ کسی زمانہ میں صرف شہر بغداد میں تیس ہزار مسجدیں اور دس ہزار حمام تھے۔ مگر ایک انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ شہر بغداد میں آٹھ سو طیبیوں کو خلافت کی طرف سے مطب کی اجازت تھی۔ گو بغداد کی دفعہ اجڑا۔ لیکن آج کل کی آبادی بھی قریباً دو لاکھ ہے اور بیس ہزار سے زیادہ مکان ہیں۔ یہاں مختلف اقوام کے آدمی ہیں۔ تقریباً چالیس ہزار یہودی ہیں اور تقریباً پچیس ہزار عیسائی، ارمنی، کلدانی، سریانی۔ باقی سب مسلمان سنی اور شیعہ ہیں۔ نصف شیعہ اور نصف سنی۔ شیعوں کی زیادہ آبادی کاظمین میں ہے۔ بغداد کی عمارتیں عام طور پر پتھر کی بنی ہوئی ہیں۔ اب اس شہر میں ایک سو پندرہ مسجدیں ہیں۔ جن میں سے ۳۹ جامع مسجد کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں۔ باقی دوسری مسجدیں ہیں۔ پچیس معبد یہودیوں کے ہیں۔ عیسائیوں کے لئے بھی چھ سے زیادہ گرجے ہیں۔ یہاں پندرہ سے زیادہ حمام ہیں۔ علاوہ ازیں بغداد میں حماموں کا ایسا رواج ہے کہ بہت کم مکان ایسے ہیں جن میں حمام نہ ہوں۔ بغداد سے ملحق اکتیس بتیس قصبہ اور چھوٹے چھوٹے شہر ہیں بعض ان میں ایسے ہیں کہ بیکسی دنیا ان پر ناز کر رہی تھی۔ بابل، نینوا، قادسیہ، مدائن دنیا کے کوئی معمولی شہر نہ تھے۔ کبھی ان سب کی مواد میں ایک خدائی جلوہ گر تھی۔ آج سب تباہ و برباد پڑے ہیں اور بغداد کی قدامت یاد دلاتے ہیں۔ بغداد کے قبرستان خدا جانے کن کن جواہرات کو اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہیں۔ بغداد میں مشہور سنی عالموں اور صوفیوں کی بھی قبریں ہیں۔ مغربی بغداد میں بہلول دانا اور نبی یوشع بن نون کے مزار سے قریب شیخ معروف کرنی اور سر مستعظمی کی قبر ہے۔ اس کے گرد ایک بڑا قبرستان ہے۔ کچھ فاصلہ پر ایک مخروطی شکل کا مقبرہ نظر آتا ہے۔ جس میں خلیفہ ہارون

الرشید کی بی بی زبیدہ خاتون دفن ہے۔ مغربی بغداد میں شیخ عبدالقادر کا مقبرہ ہے۔ جس میں ایک عالیشان مسجد بھی ہے اور وہاں سے دو میل کے فاصلے پر جنوب کی طرف ندی کے کنارے ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا مقبرہ ہے اور کاظمین کے احاطہ میں قاضی ابو یوسف اور قاضی محمد کی قبر ہے۔ جو ابوحنیفہ کے شاگرد تھے۔ شہر کے شمال کی جانب قدیم شہر پناہ کے باب الفتح کے قریب شیخ شہاب الدین سہروردی کی قبر ہے۔ یوشع بن نون کی زیارت یہود کرتے ہیں۔ مسجد اور مقبرہ انہی کے قبضے میں ہے۔ دریا میں صاف سنہری اور خوشنما کشتیاں بھی ادھر ادھر پھرا کرتی ہیں۔ اگر دور جانا ہو تو جال بوٹ اسٹیم لائنج کشتی بھی مل سکتی ہے۔ رات کو دریا کی سیر کرنے کا خوب لطف آتا ہے۔ سڑکیں بالکل ہمیں کے مشابہ ہیں۔ مسلمانوں کی طرح یہودی بھی ترکی ٹوپی پہنتے ہیں اور ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں۔ یہودیوں اور ترکوں میں تمیز نہیں ہو سکتی۔ اسٹیمروں کے گزرنے کے وقت دونوں پل کئی دفعہ کھولے جاتے ہیں۔ اس وقت لوگ دریا کو بذریعہ گفہ یا بھہ اور پلوں کو عبور کرتے ہیں۔ بھہ گول ٹوکرے کو کہتے ہیں۔ یہ ٹوکرے کھجور کی چٹانوں یا انار کی شاخوں سے بنائے جاتے ہیں اور اندر رال پھرائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے پانی اندر نہیں جاتا۔

### فضیلت کاظمین

یہ جگہ نہایت ہی متبرک ہے اور کیوں نہ ہو۔ دو اماموں کا مسکن ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام باب الحوائج مشہور ہیں۔ بلابالغہ ہر روز یہاں اعجاز ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ شیخ ابن شہر آشوب نے علی ابن بھلال سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی سختی پیش آئی میں نے فوراً روضہ منورہ پر جا کے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو وسیلہ گردانا۔ فوراً ہی میری سختی مجھ پر آسان ہو گئی۔ ایک جماعت نے بغداد میں ایک عورت کو دیکھا کہ بھاگ رہی ہے۔ پوچھا کہ تو کہاں جاتی ہے۔ کہا کہ موسیٰ بن جعفر کی قبر پر جا رہی ہوں کہ دعا



کروں کیونکہ میرا پر مجبوس ہو گیا ہے۔ ایک حنبلی شخص بھی وہاں موجود تھا اس شخص نے استہزا کیا۔ اس عورت نے کہا خداوند واسطہ ہے تجھ کو اس شخص کا جس کو زندان میں شہید کیا گیا۔ اپنی قدرت کا اظہار مجھ پر کر۔ ناگاہ اس عورت کا بیٹا رہا کر دیا گیا اور اس حنبلی کا بیٹا اس کے عوض پکڑا گیا بسند معتبر حسن بن جمہور غمی سے روایت ہے کہ اس نے کہا۔ ۲۹۶ھ میں کہ جس زمانہ میں علی بن محمد مقتدار کا وزیر تھا میں نے دیکھا کہ احمد بن ربیعہ کاتب کا ہاتھ کسی بیماری کی وجہ سے گل گیا اور اس سے بد بو آتی تھی۔ حکماء علاج کرنے سے عاجز آ گئے تھے۔ سب نے صلاح دی کہ اس ہاتھ کو کاٹ دیا جائے۔ شاید یہ بچ رہے۔ ان کو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر سے مس کیا گیا اور دعا مانگی گئی۔ دوسرے دن وہ ہاتھ بالکل ٹھیک ہو گیا اور بد بو وغیرہ جاتی رہی تمام لوگوں نے دیکھا اور تعجب کیا۔ ان ہر دو کے روضہ منورہ میں آج کل بھی ہر روز ایسی کرامتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ۷ صفر ولادت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ۲۵ رجب شہادت امام موسیٰ کاظم ۱۵ ماہ رجب یا ۱۵ ماہ شوال روز امامت آں جناب۔ دس رجب ولادت امام محمد تقی علیہ السلام ۲۹ ذی قعد شہادت امام محمد تقی علیہ السلام ان دنوں زیارت ان بزرگواری کی کرنا خاص ثواب رکھتا ہے۔

### فضیلت مسجد براٹا

افسوس کسی نے نہیں بتایا لیکن علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی ایک کتاب میں میں نے دیکھا ہے۔ کہ نہایت ہی فضیلت والی جگہ بغداد اور کاظمین کے درمیان مسجد براٹا ہے کہا جاتا ہے کہ اب بھی وہ ہے گو میں نے نہیں دیکھا۔ زائرین کو چاہئے کہ اس کی تلاش کریں اور اس مقام کی زیارت کریں۔

علماء نے لکھا ہے کہ مسجد براٹا بغداد اور کاظمین کے درمیان تاحال باقی ہے۔ بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام منقول ہے کہ جب جناب امیر علیہ السلام جنگ نہروان سے واپس تشریف لائے ایک جگہ پر جہاں اب شہر بغداد واقع ہے اصحاب کو فرمایا یہ زمین شورہ

ہے۔ اس کے دائیں طرف کو چلو۔ وہاں سے چلے یہاں تک کہ ایک صومعہ کے پاس پہنچے جس میں ایک راہب بیٹھا ہوا تھا۔ جب جناب امیر علیہ السلام بمعہ اصحاب کے وہاں اُترنے لگے تو راہب نے کہا۔ یہاں کوئی نہیں اُترے گا۔ مگر پیغمبر یا وحی پیغمبر۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ میں وحی پیغمبر ہوں۔ پس وہ راہب صومعہ سے باہر نکل کر جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا مجھے مسلمان کیجئے کہ میں نے آپ کے وصف انجیل میں پڑھے ہوئے ہیں۔ کہ آپ اس زمین برائے میں جو حضرت مریمؑ کا گھر اور حضرت عیسیٰؑ کی زمین ہے اُتریں گے۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ مجھ کو کیا خبر دیتا ہے۔ میں اس سے بہتر جانتا ہوں۔ بس اُس کے نزدیک ہی ایک جگہ ٹھہر گئے اور مٹی کو اُس جگہ سے کھودا تو ایک بہت بڑا پتھر نمودار ہوا۔ جب اُس پتھر کو اٹھایا تو ایک چشمہ پانی کا نکلا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ چشمہ ہے جو حضرت مریمؑ کے واسطے ظاہر ہوا تھا۔ اُس چشمہ سے اذرائع آگے گئے اور فرمایا کہ یہاں سے مٹی کو دُور کرو۔ جب دُور کیا تو ایک سفید پتھر ظاہر ہوا فرمایا۔ کہ یہاں حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو رکھا تھا اور یہاں نماز پڑھی تھی۔ حضرت امیر علیہ السلام نے اُس پتھر کو گاڑ دیا اور وہاں نماز پڑھی اور چار دن اُسی جگہ تشریف رکھی۔ فرمایا کہ یہ زمین برائے ہے اور یہ حضرت مریمؑ کا گھر ہے اور یہ مقدس جگہ ہے اور پیغمبروں نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے وہاں نماز پڑھی تھی۔ اس جگہ کے متعلق اور بھی چند ایک روایتیں ہیں۔ جو اس جگہ کی فضیلت اور چشمہ ظاہر ہونے کا اور راہب کے مسلمان ہونے کا اظہار کرتی ہیں۔

(ہدایت الزائرین صفحہ ۷۰ تا ۹۲)

کتاب ”زائر حسینؑ کا روزنامہ“ -----۱۹۵۲ء

عمدة الاطیاب جناب علی اختر لکھتے ہیں:

”اس مقام (کاظمین) میں پہلے سے خاندان قریش کا مقبرہ تھا، روضہ کی تعمیر کا



سنگ بنیاد کب رکھا گیا۔ اس کا تعین نہیں ملتا۔ مقامی کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ ۳۵۶ھ میں معز الدولہ اور ۴۳۵ھ میں جلال الدولہ شاہان آل بویہ کی لاشیں یہاں دفن ہوئیں۔ ۶۲۳ھ میں ایک بڑا دائرہ چھ ہزار مربع گز کا گھیر کر فصیل سے محدود کر دیا گیا تھا۔ اسی دائرہ کے اندر دونوں اماموں کی قبر تھی۔ خاندان آل بویہ کا خاص رُحمان و میلان تھا۔ لہذا تعمیر ترقی اُسی عہد میں ہونا قرین قیاس ہے شیعوں کی آبادی اس احاطہ کے چاروں طرف ہوتی رہی۔ اس سے پہلے ۴۳۴ھ میں غربی بغداد کے شیعہ و سنیوں میں جھگڑا فساد ہوا۔ اس ہنگامہ میں کاظمین میں بھی لوٹ پھونک ہوئی تھی۔ روضہء مبارک سے بھی قیمتی سامان لٹ گیا تھا لیکن یہ سب خرابیاں بعد ختم فساد جلد دور ہو گئی تھی کیونکہ ملک شاہ سلجوقی نے جب ۴۷۹ھ میں ان مزارات مبارکہ کی زیارت کی تھی تو یہ مزارات اچھی حالت میں تھے۔ ۶۲۲ھ میں گنبد روضہ کا آگ لگ جانے سے خراب ہو گیا تھا۔ جس کو خلیفہ طاہر باللہ نے بنوانا شروع کیا تھا دوران تعمیر میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

اس کے جانشین مستنصر باللہ نے تکمیل کرائی۔ ۶۵۶ھ میں ہلاکو کے حملہ سے جو صدمہ و نقصان بغداد کو پہنچا تھا اس سے کاظمین بھی نہ بچ سکا۔ عمارت درگاہ موجود تھی مگر خراب و شکستہ حالت میں۔ مختصر یہ کہ یہ سلسلہ تعمیر و تخریب کا اس وقت ختم ہوا جبکہ ۹۲۶ھ میں شاہ عباس صفوی نے اس روضہ کی مکمل تعمیر جدید کرائی۔ ۱۲۵۵ھ میں محمد شاہ قاجار نے زر کثیر صرف کر کے تجدید تعمیر اس عمارت روضہ کی کرائی اور موجودہ حالت اسی وقت کی بنا کردہ ہے۔ مشہور ہے کہ برائے تعمیر احاطہ صحن و عمارت و مزار عمومی وغیرہ پچیس لاکھ روپیہ ناصر الدین شاہ نے صرف کیا تھا۔ رفتہ رفتہ چھوٹی چھوٹی ترمیمیں یا نصب دروازہ ہائے نقرئی وغیرہ مختلف اوقات میں ایرانی بادشاہ ایرانی تجارتی ایرانی افراد قوم کی طرف سے ہوتی رہیں۔ عمارت روضہ مبارکہ کاظمین کربلا و نجف سے وسعت میں زیادہ ہے۔ گنبد و مینار طلا بہت ہی شاندار ہیں۔ سامان آرائش و زیبائش، روشنی، فرش وغیرہ بہت کافی ہے۔ تمام

حشم و خدم شاہانہ موجود ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات عبودیت کا صلہ دنیا والوں کے سمجھنے کے لئے اس عنوان سے دے رہا ہے اور منزلت روحانی یہ ہے کہ شبانہ روز یا باب الحوائج کہہ کر پکارنے والے اپنا اپنا گوہر مراد پاتے ہیں اور عارفان مرتبہ آل محمد چہارست دھونی رمائے ہاتھوں میں تسبیح زبان پر درود۔ آنکھوں سے اشک مسلسل جاری۔ جن کے تاثرات قلبی اس شعر کی مصداق ہیں۔

ظہور و غیبت ہے ایک دونوں کمال جذب ولی کے آگے

نظر سے اوجھل ہوا جو سورج تو چاند سے روشنی ملے گی

شیخ کاظم صاحب (خادم) کے مہمان خانہ میں قیام ہوا۔ اچھی حیثیت کا مکان تھا۔ بالا خانہ پر ایک بڑے کمرہ میں مقیم ہوئے۔ اطمینان سے سامان وغیرہ کھولا گیا۔ کپڑے بدلے۔ سب لوگ روضہ مبارک میں پہنچے۔ بہ ہمراہی شیخ کاظم صاحب آداب زیارت بجالائے۔ مجھ کو یہ اتفاق دومرتبہ ہوا کہ خادم صاحب نے بیٹھ کر اور سب لوگوں کو اپنے پاس بیٹھا کر زیارت پڑھائی چاہی۔

ایک مرتبہ نجف میں یوم بعثت ۲۷ رجب کو سید جعفر کونہ صاحب کے ساتھ۔ دوسری مرتبہ آج شیخ کاظم صاحب کے ساتھ لیکن میں نے یہ گوارا نہیں کیا۔ نہ میری جرات پڑی کہ پیشِ ضریح امام کے بیٹھ کر زیارت پڑھوں۔ جبکہ بچپن سے اس تہذیب کا عادی تھا کہ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر زیرِ آسمان روضہ امام کی جانب رخ کر کے کھڑے کھڑے زیارت ہمیشہ پڑھتا رہا اور آج بیٹھے بیٹھے سلام کروں۔ میں نے خام سے یہ کہا کہ آپ بیٹھے بیٹھے پڑھئے۔ ہم کھڑے کھڑے ساتھ ساتھ زیارت پڑھتے جائیں گے اور ان کو بتلایا کہ ہمارے اودھ کی تہذیب اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔ خود انہوں نے بھی ہماری پیروی کی اور کھڑے ہو کر آداب زیارت پورے کئے گئے۔ نماز ظہر کا وقت قریب تھا۔ حرم مبارک ہی میں اور دالان میں نماز جماعت کے لئے لوگ صف بستہ بیٹھے مصروف تسبیح تھے۔ میں بھی بیٹھ





گیا اور درود شریف مسلسل پڑھتا رہا اور یہی ہدیہ ہر دو امام کی خدمت میں پیش کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد اذان ہوئی۔ نماز جماعت ظہرین کی پڑھ کر اس مقدس ماحول سے فیض روحانی اٹھاتا رہا سامنے دو امام کو مرقد مطہر۔ چاروں جانب عبادت گزاروں کا اجتماع زائرین کا پروانہ صفت طواف مسلسل یا باب الحوائج و خلیک۔ عربی و ایرانی عورات کا (سلوگن) نعرہ۔ حاجت مندوں کا رو کر جالی سے لپٹے ہوئے دعائیں کرتا۔ آل محمد کی منزل شفاعت کی جانب خیالات کا رخ بس ہماری حالت اس شعر کی مصداق تھی۔

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی

خود ہماری خبر نہیں آتی

اسی عالم میں تھے کہ ہمارے ساتھ کے بچے اور مستورات نماز وغیرہ سے فرصت کر کے ہمارے پاس پہنچ گئے۔ توجہ منتشر ہو گئی۔ سب کو ساتھ لے کر کچھ دیر چاروں جانب رواق میں ٹہلتے رہے۔ سب سے پہلے ایک جانب والا ان میں علامہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کا مزار دکھائی دیا۔ جس پر ایک کتبہ بطور تعارف اور سلام کے لکھا ہوا آویزاں تھا۔ اُس جگہ کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص کی تلاوت کر کے ایصالِ ثواب کیا اور سب کو ہمراہ لئے ہوئے گھر واپس آئے۔ ہماری قیام گاہ روضہ کے متصل ہی ہے۔ آنے جانے میں بہت سہولت ہے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ قبل مغرب دوبارہ روضہ میں حاضر ہوا۔ چاروں جانب بیرونِ حرم صحن میں ٹہلتا رہا۔ نمازِ مغرب کے لئے صفیں متعدد جگہ بچھائی گئی تھیں لوگ آکر بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ اس روضہ کا احاطہ اور صحن۔ اندر حرم کی عمارت سب بمقابلہ کر بلا و نجف کے زیادہ وسیع ہے۔ صحن میں علاوہ نمازیوں کے مقامی و متصل آبادی کے رہنے والوں کے بچوں کی تعداد بھی کافی تھی۔ ابتدائی تعلیم کے مکتب بھی اسی احاطہ میں ہیں۔ زائرین کی آمد و رفت بغداد سے شام کے وقت زیادہ ہوتی ہے۔ اس وقت اچھا خاصہ مجمع تھا۔ نماز مغربین بہ اقدار و قبلہ و کعبہ جناب سید ابراہیم صاحب مجتہد یا جماعت ادا کی۔ داخل حرم ہو کر







پارک متعدد دیکھے جن کی چمن بندی بہت باسلیقہ خوش نما، دکائیں بھی جدید وضع قطع کی آراستہ و پیراستہ نظر پڑیں۔ عام طور پر لباس بھی انگریزی وضع کا رائج ہے۔

مدائن میں ایک بڑا وسیع احاطہ بلند چہار دیواری سے گھرا ہوا ہے صدر کا پچھانک بڑا ہے۔ ایک جانب صحن میں پانی کا اچھا انتظام ہے ہم سب لوگوں نے وضو کیا۔ ایک وسیع کمرہ ہے۔ جہاں جناب سلمان فارسی کا مدفن ہے۔ کفش بردار و خادم موجود ملے۔ اندر داخل ہو کر بہ ہمراہی خادم صاحب زیارت پڑھی۔ ہدیہ درود و سلام پیش کر کے متصل ہی دوسرے کمرے میں گئے۔ جہاں ایک جانب حذیفہ یمانی اور دوسری جانب عبداللہ ابن جابر انصاری کی قبریں ہیں اور اسی کمرہ میں جناب سید طاہر ابن امام زین العابدین علیہ السلام بھی دفن ہیں۔ ان سب بزرگواروں کی خدمت میں ہدیہ زیارت درود و سلام پیش کیا گیا۔ فاتحہ خوانی کے بعد باہر صحن میں آ کر کچھ دیر رُکے۔ اپنے ہمراہ نقل لیتے گئے تھے۔ وہاں احاطہ میں بچوں کو تقسیم کرنا شروع کیا تو چاروں طرف سے عورتوں مردوں نے بھی گھیر لیا۔ تقسیم دشوار ہو گئی۔ زمین صحن میں پھینک دیا۔ سب لوگ اٹھانے میں مصروف ہو گئے اور ہم لوگ باہر نکل آئے۔ موٹر پر بیٹھ کر تھوڑے فاصلہ پر گئے۔ یہاں ایک عمارت کے کھنڈرات عہد نو شیروان عادل بطور آثار قدیمہ موجود تھے۔ جس کا وہ حصہ جو ”طاق کسریٰ“ کے نام سے موسوم و مشہور ہے۔ موجود ہے۔ یہ چیز بھی ایک تاریخی یادگار ہے۔ طاق کسریٰ کی تعمیر میں سے جو حصہ آج بھی باقی ہے۔ بہ اعتبار فن تعمیر ایک اہمیت رکھتا ہے۔ پینٹس کا تو کوئی امکان میرے لئے اُس وقت نہ تھا لیکن نظری اندازہ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اتنی بڑی گول ڈاٹ شاید ہی دنیا کی دوسری عمارت میں مل سکے۔ بہر حال ”آثار پدیدست صنادید عجم را“

جناب رسالت مآب کی پیدائش کے زمانہ کے حالات اور نو شیروان عادل کی سلطنت کے کچھ کچھ واقعات گوش گزار تھے۔ سب یاد آتے رہے اور عالم خیال میں اوراقِ عالم کی الٹ پلٹ دیکھتے رہے۔ کچھ اور لوگ بھی مصروف دید تھے۔ باہم اسی

قریب غروب بعد اراجد ید پہنچ گئے۔ سیرگناں مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے اُس پل پر سے دریائے دجلہ کے گزرے جس پر ریل بھی آتی جاتی ہے اور موٹر اور پیدل چلنے کا راستہ بھی علیحدہ علیحدہ بنایا گیا ہے۔ یہ نو تعمیر بڑا شاندار پل ہے اور بہترین تفریح گاہ ہے۔ تھوڑی دیر میں کاظمین پہنچ گئے۔ باب قبلہ پر موٹر زکا، نماز مغرب کے لئے اذان ہو رہی تھی۔ سیدھا روضہ اقدس میں داخل ہوا صحن میں باجماعت نماز مغربین ادا کی۔ بعد فراغ نماز حرم مبارک میں داخل ہوا۔ زائرین کا مجمع اس وقت زیادہ ہو جاتا ہے۔ ہر طرف لوگ مصروف زیارت خوانی یا نماز یا قرآن خوانی۔ کافی دیر تک اسی ماحول میں بیٹھا ہوا برکت حاصل کرتا رہا۔ ۹ بجے شب کو گھر واپس آیا، کھانا کھایا سو گیا۔

نماز صبح حرم مبارک میں پڑھی۔ آداب زیارت بخالایا۔ باہر روضہ کے قریب ہی بازار میں جناب سید رضی صاحب وسید مرتضیٰ صاحب قبلہ علی اللہ مقامہا کے مزار پر گئے۔ یہ دونوں بزرگ بڑے پایہ کے عالم دین مذہب حقہ اثنا عشریہ کے گزرے ہیں اور نسباً امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام سے بہت قریب تھے۔ غالباً دو پشت کا فصل تھا۔ دونوں بزرگواروں کے مرقد پر درود و سلام کا تحفہ پیش کیا اور فاتحہ خوانی کے بعد واپس ہو کر جناب خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمۃ (صاحب کتاب تجرید) کی قبر پر فاتحہ خوانی کی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے صاحب علم و زہد و تقویٰ علماء اس احاطہ میں دفن ہیں۔ اس مشغلہ خیر سے قریب ۸ بجے صبح فراغت کر کے گھر واپس ہوا۔ ناشتہ کیا اور تھوڑی دیر بعد سامرہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ ایک چھوٹی لاری پر اپنے ہمسفر ازرائین کے ساتھ قریب ۹ بجے صبح کے روانہ ہو گیا۔“

<http://fb.com/ranajabirabbas>



## کتاب ”سفر نامہ عراق، عرب و عجم“ ----- ۱۳۴۷ھ

سید شہباز حسین کر بلائی مشہدی لکھتے ہیں:

”بغداد، یہ شہر بڑا ہڈا شہر ہے۔ لبِ دجلہ پر آباد ہے۔ دریا کے ہر دو جانب آبادی پائی گئی ہے۔ عمارات اکثر پختہ ہیں۔ بڑا آباد اور ہڈا رونق شہر ہے۔ زیادہ تر یہودی آباد ہیں اور ان کا پیشہ اکثر تجارت پایا گیا ہے۔ بانی اس بغداد کے عباسی ہیں یعنی خاندان عباسیوں نے آباد کیا تھا۔ بغداد میں کمشنر صاحب بہادر رہتا ہے۔ شہر بغداد میں بہت خاصانِ خدا لوگ گزرے ہیں۔ اکثر مقابر پائے گئے ہیں۔ جناب صاحب العصر والزمان جناب مہدی ہادی صلوات اللہ والسلام کے چار اصحاب کی جگہ ہے۔ جن کو عام لوگ نواب مہدی ہادی بولتے ہیں۔ جناب قنبر علیہ السلام کا مزار مقدس بھی اسی شہر میں پایا گیا ہے۔ محلہ قنبر علی کے نام مشہور ہے۔ اس محلہ میں آپ کا چھوٹا سا قبورانی ہے۔ باہر آگئے قبہ مقدس کے چھوٹی سی چار دیواری ہے اندرون روضہ منورہ کے لکڑی کی صریح تیار شدہ ہے۔ زیر سرداب دو قبریں پائی گئی ہیں۔ ایک قبر کے بالائے سر مبارک نام کندہ تھا۔ جو شیخ عبد اللہ لکھا ہوا ہے اور دوسری قبر دلدل جناب امیر علیہ السلام کی بیان کی گئی ہے۔ واللہ اعلم بالاثواب

تیسرا بارگاہ عالی جناب غوث اعظم پیر دنگیر روشن ضمیر کی اظہار من الشمس ہے۔ بڑی بارگاہ عالی بنی ہوئی ہے۔ نہایت شاندار قابلِ عمارت ہے۔ مسجد قابلِ تعریف بنی ہوئی ہے اور حضرت کے ساتھ آپ کے پوتے کا مزار ہے۔ یہ ہر دو قبہ مسجد کے ساتھ شامل ہیں۔ اکثر لوگ سندھی و پنجابی دربار عالیہ پر پائے گئے ہیں۔

جناب قنبر علی کی بارگاہ عالی کے دروازہ پر یہ رباعی لکھی ہوئی تھی۔

ہم قطار من است قنبر من

مالک ہر دو ماست حیدر من

نعل و نعلین دلدل و قنبر

خیقہ تاج و پرفر من

دوسرا بغداد میں جو دیوار قلعہ کی بنی فاطمہ کے خون سے خاندان عباسی نے تیار کرائی تھی اس کا کچھ حصہ اب تک موجود ہے۔ اس پر جلی قلم سے اشعار عربی اور سورہ قرآنی مندرج ہیں بتایا جاتا ہے کہ اس جگہ باورچی خانہ تھا۔

## بارگاہ معلیٰ جناب موسیٰ ابن جعفر و جناب امام محمد تقی

مقام کاظمین الشریفین

کربلائے معلیٰ سے قریباً پینتالیس میل انگریزی کی مسافت پائی گئی ہے۔ کرایہ موٹر فی کس تین روپیہ دیا گیا۔ اس کرایہ کو مقررہ خیال نہ فرمادیں وقت پر کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ اٹھائے راہ میں چند منزلیں ہیں۔ پہلی منزل کربلا معلیٰ سے روانہ ہو کر مقام مسیب جو لب فرات پر واقع ہے۔ نہایت بارونق جگہ ہے۔ ہر چیز مل جاتی ہے۔ دوسری منزل اسکندریہ اس جگہ بھی سامان خوردنوش پایا جاتا ہے۔ تیسری منزل کاظمین الشریفین ہے اور ساتھ ساتھ ریل بھی جاتی ہے۔ جس پر مناسب سمجھا جاوے سوار ہو سکتا ہے۔ کرایہ ریل تھرڈ کلاس ۵ روپے ہے۔ میرے خیال میں موٹر پر آرام سے سفر ہوتا ہے۔ قریباً چار گھنٹے کا راستہ ہے۔ ہم لوگ شیخ عبد کاظم خدام کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ جناب کے دربار عالیہ کی تعریف و توصیف بیان کرنی تحریر و تقریر سے باہر ہے۔

اس بارگاہ عالیہ پر جو کام دیکھا گیا ہے اُس کی مثال عراق عرب میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ نفیس اور پاسیدار اور خوبصورتی میں بے مثل پایا گیا ہے۔ حضور انور کے حرم مقدسہ میں آپ کے دو فرزندوں کے مزار مقدس ہیں۔ جن پر دو چھوٹے چھوٹے قبر نورانی ہیں۔ سبز



کانسی رنگ عبیدار۔ اندرون ہر دو صاحبان کی ضریح مبارک لکڑی کی تیار شدہ ہے۔ ایک صاحبزادہ کا نام اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے کا ابراہیم علیہ السلام۔ زیارت پڑھی جاتی ہے۔ اندرون سرکار عالیہ جناب موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کی ضریح اقدس پر بڑا باریک اور نفیس قابل تعریف کام ہوا ہے۔ سورہ قرآنی یعنی سورۃ النبا و اشعار عربی و فارسی مندرج ہیں۔ نہایت خوشخط جو فترتی تختیوں پر تحریر میں آئے ہوئے ہیں۔ ہر دو گنبد نورانی و ہر چہار مینار و گلدستہ کلاں طلائی تیار شدہ ہیں۔ صحن نہایت اعلیٰ پایہ کی تیار شدہ ہیں۔ جناب کے دربار معلیٰ کے ساتھ ایک مسجد نہایت عالیشان عمارت کی بنی ہوئی ہے۔ یہ مسجد بھی قابل دیکھنے کے ہے۔ حضور انور کے دربار عالیہ میں سات عدد دروازے بڑے عالیشان اور بلندی کے تیار شدہ ہیں۔ جن کے نام تفصیل وار درج ہیں۔

پہلا باب قبلہ یعنی باب الحوائج کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اوپر اس کے ساعت لگی ہوئی ہے۔ جو وقت کا پتہ دیتی ہے۔

دوسرا باب علی الرضا یعنی باب المراد کے نام سے مشہور ہے۔

تیسرا باب جناب امیر المومنین علیہ السلام کے نام سے نامزد ہے۔

چوتھا باب صاحب الزمان مہدی ہادی کے نام سے نامزد ہے۔

پانچواں باب باب قریشی کے نام سے مشہور ہے۔

چھیواں باب قاضی الحاجات کے نام سے مشہور ہے۔

ساتواں باب مرزا فرہاد کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

دربارِ دربارِ معلیٰ جناب موسیٰ ابن جعفر کاظمین الشریفین

صحن اقدس و باب ہائے حاجی عبدالحاجی صاحب مازندرانی ایرانی و جناب مرزا فرہاد صاحب مرحوم کی یادگار ہے۔ ایوان و گنبد قبہ نورانی و گلدستہ و مینار طلائی یہ شاہان ایران





یعنی فتح علی شاہ قاجار و ناصر علی شاہ و محمد شاہ قاجار خلد اللہ و ملکہ و معتمد الدولہ العالیہ منوچہر خان و سلطان مرادادی و خاندان عالیو و خاندان عباس صفوی علیہ الرحمۃ یہ ان شاہان وقت نے اپنے اپنے عہد حکومت میں حصہ ثواب کا حاصل کیا ہے۔ چنانچہ خرت صاحب موصوف کے بالائے سر مبارک دیوار پر فتح علی شاہ قاجار کا نام درج ہے اور باب طلائی پر معتمد الدولہ منوچہر خان کا نام درج ہے۔ حضرات یہ اس مظلوم کی یادگار ہے جس مقدس ہستی نے اپنی تمام عمر قید خانہ بغداد میں گزاری۔ حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک میں جو جولان تھے۔ وہ غسل دینے کے وقت پاؤں سے باہر نکالے گئے تھے ساری عمر قید خانہ میں بسر کر دی۔

(سفرنامہ عراق، عرب و عجم صفحہ ۱۶۲ تا ۱۷۲)

کتاب ”معین الزائرین“ ----- ۱۹۳۱ء

سید عباس رضا رضوی مشہدی لکھتے ہیں:

”روضہ اقدس کے تین پھانک نہایت عالیشان ہیں:

ایام مخصوص حسب ذیل ہیں:

- |                  |           |                                  |
|------------------|-----------|----------------------------------|
| ۱۔ صفر المظفر    | یوم ولادت | امام موسیٰ کاظم علیہ السلام      |
| ۲۔ ۲۵ رجب المرجب | شہادت     | امام موسیٰ کاظم علیہ السلام      |
| ۳۔ ۱۰ رجب المرجب | ولادت     | امام محمد تقی الجواد علیہ السلام |
| ۴۔ ۲۹ ذیقعدہ     | شہادت     | امام محمد تقی الجواد علیہ السلام |

اس کے علاوہ ہر نوچندی، پنجشنبہ و پنجشنبہ کو بہت مجمع رہتا ہے حرم محترم بھی کھلا رہتا ورنہ ۹ بجے شب کو بند ہو جاتا ہے از طلوع صبح صادق تا طلوع آفتاب ہر روضہ پر ایک موذن اذان دینے کے بعد نہایت خوش الحانی سے مناجات پڑھتا ہے۔ بے اختیار رو نگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعد فراغت زیارت کاظمین علیہ السلام بذریعہ ٹرام بغداد کو بغرض زیارت کے زائرین کو جانا چاہئے اور اگر ہندوستان سے پاسپورٹ عراق کا ہو اور عراق سے ایران



جانا مطلوب ہو یا عراق سے پھر ہندوستان جانا مطلوب ہو تو بغداد سے پاسپورٹ اجازت خارجہ عراق اور داخلہ ایران سے لیوے۔ اجازت خارجہ عراق سرر کا ٹکٹ لگانا پڑتا ہے اور اگر ایران بھی جانا مطلوب ہو تو دو تو مان یعنی تھیننا سرر کا ٹکٹ اور لگا سے یہ جملہ کام بذریعہ سید ناصر صاحب خادم کاظمین نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے اور اگر ہندوستان سے پاسپورٹ ایران اور عراق کا بنوا لیا ہو تو بھی خارجہ عراق میں ضرور دینا پڑے گا۔

بغداد میں ٹرام سے اتر کر دریائے دجلہ کے کنارے چند کانیں بسکٹ والوں اور باورچیوں کی ہیں یہاں نہایت اعلیٰ درجے کے درقی پراٹھے (مثل سمو سے کے ورق ہوتے ہیں) اور اعلیٰ درجے کی بالائی اور شیرہ قند ملتا ہے ۴ میں ایک بڑا پراٹھا قریب چھناٹک سے زائد بالائی اور شیرہ قند دیتے ہیں۔ شربت، برف وغیرہ بہت ارزاں ہے بالائی برف بکثرت اور ارزاں بکتی ہے۔

بغداد بہت پُرانا اور عالی شان شہر ہے۔ بندرگاہ بھی ہے دریائے دجلہ کے دونوں طرف آباد ہے۔ بہت کشادہ اور عالی شان بازاریں، سڑکیں بچتے تمام سڑک اور گلیوں میں بجلی کی روشنی ہے۔ یہاں قریب قریب تمام قومیں آباد ہیں۔ یہودی اور روسیوں کی بہت عالی شان دکانیں، ہوٹل، بینک، ڈاکخانہ، کلان، بانسکوپ، تھیمٹر، پارک، قبوہ خانے، انگریزی دفاتر فوج و کچھریاں وغیرہ سب موجود ہیں۔ گاڑیاں (جن کو عربانہ کہتے ہیں) بے حد ہیں موٹر بھی بہت ہیں۔ مہرکن فوراً ہر کھوکھ اور طفر بنا کر دے دیتے ہیں۔ میونسپلٹی کا اچھا نظام ہے۔ یہاں کی بازاریں مثل بمبئی اور کلکتہ کے ہیں۔ سوداگر بازار، ڈاکٹر بازار، بزاز بازار وغیرہ وغیرہ کپڑا ہر قسم کا نہایت عمدہ اور سستا۔ بالخصوص ریشم جالی محل وغیرہ نہایت درجہ

بہترین اور سستی فروخت ہوتی ہیں۔ روسی چھٹیں، نقلی جامہ وار، دیکھنے سے متعلق رکھتی ہیں۔ الغرض تمام عراق میں یہ شہر جواب نہیں رکھتا۔ ریلوے کے جملہ دفاتر، ہائی کمشنر اور امیر فسیل عراق اور کونسل ایران کا مسکن ہے۔ دو پل ناؤ کے ایک پل کہنہ اور ایک نیا پل (بیوڈ برج



۱۹۱۸ء میں بنایا گیا ہے) پان بھی یہاں فروخت ہوتے ہیں۔ ایک روپیہ کے سول یا بیس مل جاتے ہیں۔ ہندوستان کی اشیاء اگر دکھائی دیتی ہے تو بغداد میں۔ اس کے علاوہ میوہ جات تر و خشک، مساجد وغیرہ عراق بھر سے عالی شان اور عمدہ بنی ہیں۔ اگر کوئی ہندوستانی کے پاس خدا نخواستہ روپیہ چوری جائے یا کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ ہائی کمشنر صاحب بغداد سے جو کہ انگریز ہیں درخواست دے کر روپیہ قرض لے سکتا ہے پھر ہندوستان میں آکر یا قسطاً یکمشت ادا کر دے۔ اب مقامات زیارات تحریر ہیں۔ بغداد میں ریلوے اسٹیشن چار ہیں۔ بغداد مشرقی، بغداد غربی، بغداد جنوبی، بغداد شمالی یہاں سے متفرق مقامات پر گاڑیاں جاتی ہیں۔ کاظمین سے تیل بھی بغداد جاتا ہے اور عربانہ (گھوڑا گاڑی) بھی جاتی ہے گھوڑا گاڑی کے جانے میں راستہ میں قبر امام اعظم یعنی ابو حنیفہ کی پڑتی ہے۔ اچھی عمارت بنی ہے۔ بغداد پل کہنہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر مقبرہ شیخ عبدالقادر گیلانی ہے۔ مقبرہ بالکل تنگ اور مختصر ہے اور اس کے عقب میں ایک مسجد کشادہ ہے قبر پختہ اینٹ چینی کا بنا ہے۔ سامنے باغ یا پارک بنا ہے۔ میں وہاں بھی گیا تھا، سجادہ نشین صاحب بغیر نذرانہ لیے ہوئے مقبرہ نہیں کھولتے قفل لگا رہتا ہے۔ بعد دروازہ در دروازہ قبر ہے قبر کچے سے منڈھی ہوئی ہے یعنی خلاف جڑھا ہے۔ قبر پر چادریں وغیرہ جڑھی ہوئی ہیں یہاں کے خدام اور فقیروں نے نوج کھایا۔ مقام زیارات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نائب حضرت عثمان بن سعید مصاحب حضرت امام عسکری و نہم و دہم و یازوہم ہیں نائب اول امام آخر الزماں بمقام روبرو ڈاکخانہ بزرگ سعیدان سوق مدفون ہیں۔

۲۔ حضرت قنبرؑ۔ قنبر بازار باب السرا میں مدفون ہیں۔ آپ کی کرامت سے ایک دُنْب پتھر کا ہو گیا تھا۔

۳۔ جناب حضرت حسین بن روح نائب امام آخر الزماں مقام سورجہ باب السرا میں مدفون ہیں۔

۴۔ جناب حضرت علی ابن محمد سامری نائب امام آخر الزمان مقام ہراج بازار میں مدفون ہیں۔

۵۔ حضرت طلحہ بن امام زین العابدین کو پختہ قبر میں مدفون ہیں۔

۶۔ جناب شیخ محمد کلینی بن یعقوب کلینی، ہراج بازار باب السرائیں مدفون ہیں۔

۷۔ پنچہ امام ط کے متصل ہے (پتھر پر ایک پنچہ بنا ہے)

۸۔ خمس خانہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام دریائے و جہ کے کنارے پل کے پاس اُس بارے۔

۹۔ دیوار سادات جہاں محبان علی و سادات زندہ چنوائے گئے تھے۔

مندرجہ بالا زیارات ضروری ہیں۔ اگر شام ہو جاوے تو دوسرے دن زیارت کریں ٹرام متعدد مرتبہ بعد ہر پندرہ منٹ کے ۶ بجے صبح سے ۹ بجے شام تک برابر چھوٹی رہتی ہیں۔

بغداد میں قبوہ خانے بہت ہیں بعض لبِ دجلہ ہیں جہاں بیٹھ کر عجیب فرحت حاصل ہوتی ہے ہر وقت قبوہ خانوں میں عربی گانوں کے گراموں نوں بجتے رہتے ہیں۔ آبادی یہاں کی تقریباً ۴ لاکھ سے زائد ہے۔

[illegible]

پڑتا ہے۔ مدائن میں تین زیارات ہیں۔ قبل بٹھنے موٹر کے تینوں زیارات کا طے کر لے۔



مناسب یہ ہوگا کہ بذریعہ سید ناصر صاحب خادم کاظمین طے کرے ذیل کے زیارات مدائن میں ہیں۔

۱۔ حضرت سلمان فارسی، عراق کے لوگ سلمان پاک کہتے ہیں۔

۲۔ حذیفہ یمانی

۳۔ عبداللہ بن جابر انصاری

(دونوں روضہ ایک احاطہ میں ہیں حضرت سلمان فارسی آگے پڑتے ہیں۔)

زیارات پڑھانے والے موجود رہتے ہیں۔

اس کے بعد راستے میں طاق کسری پڑتا ہے، یہاں نوشیروان بیٹھ کر انصاف کرتا تھا دیوار کا آثار بیس فٹ کا ہے یہاں کی زیارات سے مشرف ہونے کے بعد سیب کی زیارت کیجئے پہلے اونٹ اور گدھوں پر سفر ہوتا تھا اس لئے عراق میں اونٹ بکثرت ہیں۔ اونٹ سیاہ، سفید و بادامی بھی میں نے دیکھے ہیں غلہ اونٹوں پر لایا جاتا تھا۔

(معین الزائرین صفحہ ۷۱ تا ۱۱۴)

مولوی مظہر حسن سہارنپوری کا بیان --- ۱۳۳۰ھ

مولوی مظہر حسن سہارنپوری لکھتے ہیں:-

”حقیر فقیر مظہر حسن موسوی کہ ۱۳۳۰ھ میں زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہوا تو اپنے مولد و مسکن سہارنپور سے بسواری ریل کراچی بندر اور وہاں سے بذریعہ مرکب دخانی کلاں خلیج فارس کی راہ مسقط، بوشہر، وغیرہ بندرگاہوں سے ہوتا ہوا بصرہ پہنچا اور بصرہ سے دخانی جہاز کو چک میں بیٹھ کر دجلہ کی راہ بغداد میں داخل ہوا اور اسی گھوڑا ریل مذکورہ بالا پر جسے ٹریوے بھی کہتے ہیں سوار ہو کر مشہد کاظمین میں مشرف ہوا تھا کوئی نصف گھنٹہ میں ہم لوگ بغداد سے یہاں پہنچ گئے تھے۔ بغداد سے کاظمین تک برابر کھجوروں اور دیگر میوہ دار درختوں کے باغات چلے گئے ہیں۔ لب دجلہ ہونے کی وجہ سے نواح کاظمین تمام



سر سبز و شاداب ہے۔

وسط حرم شہر اقدس وہ عمارت عالی شان رفیع البیان واقع ہے جس میں دو معصوم  
امام مفتی و ختمِ دہم خوابِ راحت میں مشغول ہیں۔ شاعر اس بقعہ مبارکہ کی مدح میں کہتا ہے۔

لنن یفخر موسیٰ طور موسیٰ

فہذا طور موسیٰ والجوادی

فذا باب الحوائج للبرایا

وہذا للوردی باب المراد

اگر طور موسیٰ آنحضرتؐ کے اوپر فخر کرے تو کرنے دو۔ یہ طور موسیٰ اور جوادی کا طور  
ہے۔ وہ (موسیٰ) خلائق کے لئے باب حاجات ہیں اور یہ حضرت جوادی عالم کے لئے مطلب  
رسی اور کامیابی کے دروازے ہیں۔

روضہ ہائے شریف کے اوپر دو گنبد طلا چاروں گوشوں پر چار مینار رخشندہ و تاباں  
جنہیں دور سے دیکھ کر زواری کی جان میں جان آتی اور دل باغ باغ ہوتا ہے۔ مکان میں ایک  
شاندار تفرقی ضربتِ دونوں قبروں کو محیط اندر صندوق قبروں کے جدا۔ اوپر ایک شامیانہ ہنر کسا  
ہوا۔ گرداگر اس مکان جنت نشان کے رواق اور الوان سراسر مینا کاری و کاشی کے کام سے  
آراستہ۔ زمین پر مرمر کا فرش جس پر موسم سرما میں رومی نفیس قالینیں بچھائی جاتی ہیں۔ تمام  
مکان قدیہا ہائے طلا و نقرہ جھاڑ فائوس وغیرہ شیشہ آلات سے جگمگ رہتا ہے۔ رات کو اس  
قد رروشنی ہوتی ہے کہ دن اس کے آگے مات ہے۔

صبح

روضہ مقدسہ کے گرد چاروں طرف وسیع و فراخ صحن سنگی فرش کا چھوٹا ہوا ہے۔ صحن  
کے گرد ہر سمت اتاق (حجرے) دو درجہ کے۔ پچھلے میں کوڑا گلے مثل برائڈے کے کھلے۔



پچھلے درجہ کے اوپر ایک طبقہ کا بالا خانہ کراگلے کی چھت اس کا مہن بنا ہے۔ ٹھیک ویسا ہے جیسا کہ کر بلا معلیٰ و نجف اشرف میں ہے۔

### دروازے

حرم سے باہر جانے کے چند پھانک اور دروازے بدیں تفصیل ہیں۔  
 پھانک سمت پیش روئے مبارک جانب جنوب موسوم باب قبلہ۔  
 پھانک سمت بالائے سر مبارک جانب مغرب موسوم باب صاحب الامر  
 پھانک سمت پائین پا جانب مشرق موسوم باب الحوائج والمراد۔  
 دروازہ سمت پشت سر جانب شمال مائل بمغرب موسوم باب قریش کیونکہ مقابر قریش کی وہی جگہ ہے۔

دروازہ سمت پشت سر جانب شمال مائل بمشرق موسوم باب مشہد امام رضا  
 دروازہ سمت پیش رو جانب جنوب مائل بمغرب  
 بعض دروازوں پر مینارہ بنا کر انگریزی گھڑی کلاں لگائی ہے اس کے گھٹنے کی آواز دور دور پہنچتی ہے۔  
 مسجد

سمت پشت سر مبارک ایک مسجد عہد سلاطین صفویہ کی تعمیر کردہ ہے اس کی شمالی حد صحن مبارک کی حد شمالی اور جنوب میں روضہ اقدس کے رواق شمالی سے ملتے ہیں۔ یہ مسجد آج کل سینوں کے قبضہ میں ہے وہی جمعہ کے روز اس میں نماز پڑھتے ہیں۔  
 حرم انور کی چہل پہل

روضہ منورہ اور اس کی گرد کی عمارتیں اور صحن یوں تو ہر وقت زوار ساکنین دیار و امصار سے مالا مال رہتی ہیں۔ الا اوقات نماز میں بہت ہجوم ہوتا ہے۔ خاص کر مغربین میں ہر طرف مصلے بچھتے اور متعدد جماعتیں ہوتی ہیں۔ علمائے دین حضرات مجتہدین نمازیں پڑھاتے



ہیں۔ صبح کو طلوع صبح صادق سے پہلے مناجات پڑھنے والے خوش الحانی سے مناجاتیں پڑھتے ہیں۔ صبح ہونے پر صدائے اذان بلند ہوتی اور اس کو سن کر زن و مرد وضو کر کے جوق جوق حاضر ہوتے ہیں۔ نماز کے بعد مجالس وعظ و محافل عزا برپا ہوتی ہیں۔ رات دن عبادت، نماز، تلاوت قرآن کا شغل رہتا ہے۔ دعائیں پڑھتے اور زیارتیں بجالاتے ہیں۔ گریہ و بکا کرتے ہیں۔ غرض عجیب صحبت و غریب مجمع ہے۔ مومنین عرب، عجم، ہند، عمائے باندھے، عبائیں پہنے، نورانی چہرے، معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے فرشتے اترے ہیں۔ خدا ہر مومن کو وہاں جانا اور اس دریا میں غوطہ زن ہونا نصیب کرے۔

### بلدہ کاظمین

یہ شہر عقبات عالیات اُغنی کر بلائے معلیٰ، نجف اشرف، سرمن رای کے لئے بمنزلہ مرکز واقع ہے۔ یہیں سے مقدس مقامات کو راہیں جاتی ہیں لہذا تمام زوار پہلے کاظمین سے مشرف ہوتے ہیں، بعد کو جس طرف کو جانا چاہتے ہیں روانہ ہوتے ہیں۔ بیشتر اوقات پہلے سامرہ کا سفر کرتے ہیں پھر کاظمین واپس آکر کر بلائے معلیٰ جاتے ہیں۔ حرم محترم شہر کاظمین کے بیچوں بیچ واقع ہے۔ اس کے گرد ہر طرف مکانات پختہ و بلند، بازار ہائے عمدہ مشقف ہیں۔ خیمے، مال تجارت قسم قسم کا، غلہ، ظروف، پارچہ، وغیرہ، گوشت نان، پلاؤ، دودھ، دہی وغیرہ طعماہائے لذیذ، میوہ جات۔ اکثر ترکاریاں، چارقد، شکر بکتا ہے۔ کجاوہ، محل و غیرہ سامان سفر سب آمادہ و مہیا رہتا ہے۔ نعلین سوزہ و اسلحہ ہر نوع کے فروخت ہوتے ہیں۔ متعدد حمام غسل کرنے کو اور بکثرت کارواں سرائیں زائرین کے فروخت ٹھہرنے کو ہیں۔ ہر چند زوار زیادہ تر خدام کے اہتمام میں قیام کرتے اور انہی کی معرفت کرائے سواری بار برداری کے طے ہوتے ہیں بلکہ اشیاء خوردنی تک ان کے ذریعے خریدی





جاتی ہیں۔ گلی کوچوں کی صفائی خاصی ہے۔ رات کو ان میں لائینیں روشن ہوتی ہیں۔ ملکی زبان عربی ہے مگر چونکہ باشندے عموماً اہل ایران ہیں اس لئے وضع قطع عجیبی اور زبان بھی زیادہ تر فارسی ہی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

(عقد النظم صفحہ ۴۱۲ تا ۴۱۶)

jabir.abbas@yahoo.com



## ﴿باب - ۷﴾

# زیارتِ کاظمین کا ثواب

۱۔ حسن بن علی وثناء سے روایت ہے کہ میں نے امام علی رضاؑ سے پوچھا کیا امام موسیٰ کاظمؑ کی زیارت، قبر حسینؑ کی زیارت کے مانند ہے؟ فرمایا: ہاں۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۴۶)

۲۔ حسین بن یسار واسطی سے روایت ہے، کہ میں نے امام رضاؑ سے کہا کہ بغداد میں قبر امام موسیٰ کاظمؑ کی زیارت کروں؟ فرمایا اگر کسی چیز کا خوف نہ ہو، ورنہ پشت پر وہ سے زیارت کرو۔

(بحار الانوار جلد ۱۰۲ صفحہ ۳)

۳۔ حسن بن علی وثناء کا بیان کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضاؑ سے پوچھا جو شخص آپ کے باپ ابوالحسنؑ کی زیارت کرے اس کا کیا ثواب ہے؟ حضرت نے فرمایا: ان کی زیارت کرو، راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اس زیارت میں کیا فضیلت ہے؟ فرمایا: ”لہ مثل من زار قبر الحسین علیہ السلام“ آپ کی قبر کی زیارت کی فضیلت، قبر حسینؑ کی زیارت کی فضیلت جیسی ہے۔

(مستدرک الوسائل جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۳)

۴۔ علی بن حسان واسطی نے بعض محدثین کے توسط سے امام علی رضاؑ سے امام موسیٰ کاظمؑ کی زیارت سے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے جس میں آپ نے فرمایا:



آنحضرت کی قبر کے اطراف کے مساجد میں نماز پڑھو۔

(وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۵۴۶)

۵۔ حسین بن یسار واسطی سے روایت ہے، کہ میں نے امام علی رضا سے پوچھا جو شخص آپ کے باپ کی قبر کی زیارت کرے اس کا کیا ثواب ہے؟ حضرت نے فرمایا اس زیارت کی فضیلت آپ کے والد یعنی رسول خدا کی زیارت کے مانند ہے۔ میں (راوی) نے عرض کیا اگر خوف پیدا ہو جائے اور حرم میں داخل ہو کر زیارت نہ کر سکوں تو کیا کروں؟ حضرت نے فرمایا پشت دیوار سے سلام کرو۔

(تہذیب الاحکام جلد ۶ صفحہ ۸۳)

۶۔ حسین بن محمد اشعری قمی سے روایت ہے، کہ مجھ سے امام علی رضا نے فرمایا: ”من زار قبر ابی بےغداد کان کمن زار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و قبر امیر المومنین الا ان الرسول اللہ و امیر المومنین فضلہما“ جس نے بغداد میں میرے باپ کی زیارت کی اس نے گویا رسول خدا اور قبر امیر المومنین کی زیارت کی، البتہ رسول خدا اور امیر المومنین کی زیارت کا مرتبہ زیادہ ہے۔

(مستدرک الوسائل، ج ۱۰، ص ۳۵۳)

۷۔ عبد الرحمن بن ابی نجران سے روایت ہے، کہ میں نے امام محمد باقر سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو قصد و ارادہ کے ساتھ رسول خدا کی زیارت کرتا ہے، حضرت نے فرمایا: ”لہ الجنة، ومن زار ابی الحسن علیہ السلام فلہ الجنة“ اس کے لیے جنت ہے اسی طرح جو شخص (ساتویں امام) ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کی قبر کی زیارت کرے اس کے لیے بھی جنت ہے۔

(بحار الانوار جلد ۱۰۲ صفحہ ۵)

۸۔ حسن بن علی و شاء سے روایت کی ہے کہ امام رضا علی نے فرمایا: میرے باپ

کی قبر کی زیارت، قبر حسین کی زیارت کے مانند ہے

۹۔ احمد بن عبدوس خلجی نے اپنے باپ رحیم سے روایت کی ہے، رحیم کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا سے عرض کیا آپ پر قربان ہو جاؤں، بغداد میں ابوالحسن (امام موسیٰ کاظم) کی زیارت کرنا ہمارے لیے دشوار ہے اس لیے صرف نزدیک جا کر دیوار کی پشت سے آپ کو سلام کر لیتے ہیں، اس کا کیا ثواب ہے؟ فرمایا خدا کی قسم اس کا ثواب اس شخص کے ثواب کے مانند ہے جو قبر رسول خدا کی زیارت کرتا ہے۔

(بحار الانوار، ج ۱۰ صفحہ ۵۵ و وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۵۴۷)

۱۰۔ محمد بن حسن صفار سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حکم سے اور انہوں نے رحیم سے روایت کی ہے، رحیم کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا سے عرض کیا کہ ہمارے لیے بغداد میں ابوالحسن (امام موسیٰ کاظم) کی قبر کی زیارت کرنا دشوار ہے، اس حالت میں جو شخص آپ (ساتویں امام) کی زیارت کرے اس کا کیا ثواب ہے؟ فرمایا اس کا ثواب زیارت حسین کے برابر ہے، راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں ایک شخص داخل ہوا، اس نے سلام کیا اور بیٹھ کر بغداد، وہاں کے پست فطرت افراد اور زمین میں دھنسنے اور بجلی گرنے جیسے بلاؤں کے نازل ہونے کا ذکر کیا، راوی کا بیان ہے کہ میں جانے کے لیے اٹھ رہا تھا کہ امام علی رضا کو فرماتے ہوئے سنا کہ حرم ابوالحسن (امام موسیٰ کاظم) ان سب چیزوں سے محفوظ رہے گا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۴۸)

۱۱۔ علی بن عبد اللہ بن مروان سے اور انہوں نے ابراہیم بن عقبہ سے روایت کی ہے، ابراہیم کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے خط کے ذریعے امام حسین، امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی کی زیارتوں کے بارے میں سوال کیا، حضرت نے جواب میں لکھا ہے کہ ”ابو عبد اللہ (امام حسین) المقدم و هذا الجمع و اعظم اجراء“ ابو عبد اللہ (امام حسین) کی



زیارت افضل و مقدم ہے اور یہ (کاظمین کی) زیارت جامع تر اور اجر عظیم کی حامل ہے۔  
(بحار الانوار جلد ۱۰۲ صفحہ ۵)

۱۲۔ عبدالرحمن بن ابی نجران سے روایت کی ہے، عبدالرحمن کا بیان ہے کہ میں نے  
امام محمد تقی سے قصد و ارادے کے ساتھ پیغمبر اسلام کی زیارت کے بارے میں سوال کیا،  
حضرت نے فرمایا: اس کا اجر جنت ہے اور جو شخص ابوالحسن (امام موسیٰ کاظم) کی زیارت  
کرے اس کا بھی اجر جنت ہے۔

(بحار الانوار، ج ۱۰۲، ص ۵، وسائل الشیعہ، ج ۱۳، ص ۵۳۸)

jabir.abbas@yahoo.com

## کتابیات

..... ﴿ ا ﴾ .....

منہاج الصالحین، لاہور

شیخ صدوق

۱۔ امالی

--

علی بن حسین مسعودی

۲۔ اثبات الوصیۃ

..... ﴿ ب ﴾ .....

--

حسن بن صفار

۳۔ بصائر الدرجات

نفیس اکیڈمی کراچی

ابن کثیر دمشقی

۴۔ البدایہ والنہایہ

طبع تہران، ۱۳۱۹ ش

سید مہدی تفریشی

۵۔ بدائع الانساب

..... ﴿ ت ﴾ .....

طبع بیروت

خطیب بغدادی

۶۔ تاریخ بغداد

نفیس اکیڈمی کراچی

محمد بن جریر طبری

۷۔ تاریخ طبری

نفیس اکیڈمی کراچی

احمد بن ابی یعقوب

۸۔ تاریخ یعقوبی

نفیس اکیڈمی کراچی

ابو الحسن بن حسین مسعودی

۹۔ تاریخ مسعودی

طبع نجف اشرف

شیخ محمد حسن آل لیلین

۱۰۔ تاریخ مشہد الکاملی

طبع بغداد

عباس عز اوی

۱۱۔ تاریخ العراق بین احتلالین

--

علامہ علی بن اسماعیل

۱۲۔ تاریخ ابوالفداء

--

محمد عباس انصاری

۱۳۔ تاریخ آل امجاد

مطبع یوسفی دہلی

مولوی مظہر حسن سہارنپوری

۱۴۔ تہذیب التین

مسکویہ

۱۵۔ تجارب الامم

## ..... ﴿ ج ﴾ .....

- ۱۶۔ جلاء العیون علامہ مجلسی  
 ۱۷۔ جامع التواریخ رشید الدین ہمدانی  
 ۱۸۔ جغرافیہ خلافت مشرقی جی۔ لی اسٹرنج  
 ۱۹۔ جامع الانساب محمد علی روضاتی  
 شیعہ بک انجمنی لاہور  
 سنگ میل پبلیکیشنز لاہور  
 طبع اصفہان، ۱۳۳۵ھ

## ..... ﴿ ح ﴾ .....

- ۲۰۔ حوادث الجامعہ کمال الدین بغدادی  
 طبع بغداد، ۱۳۵۱ھ

## ..... ﴿ د ﴾ .....

- ۲۱۔ دوۃ الوزراء عبدالرحمن سوسیدی  
 ۲۲۔ دیوان العمری عبدالباقی عمری  
 طبع بغداد، ۱۹۶۴ء  
 طبع بغداد

## ..... ﴿ ر ﴾ .....

- ۲۳۔ رفیق الزائرین سید محمد علی جوہری  
 ۲۴۔ روضات الجنات معین الدین صمد زچی  
 مطبع شعلہ طور کانپور  
 طبع قدیم

## ..... ﴿ ز ﴾ .....

- ۲۵۔ زائر حسین کارونامچہ علی اختر  
 لیجو کیٹل پرنٹنگ پریس کراچی

## ..... ﴿ س ﴾ .....

- ۲۶۔ سفرنامہ ابن بطوطہ ابن بطوطہ  
 ۲۷۔ سلوک الزائرین سید تفضل حسین انبالوی  
 ۲۸۔ سفرنامہ عراق، عرب و عجم سید شہباز حسین کربلائی  
 مطبوعہ امرتسر، ۱۳۱۶ھ  
 مطبع صحافی لاہور، ۱۸۸۸ء  
 اقبال برقی پریس ملتان

## ..... ﴿ ش ﴾ .....

- ۲۹۔ شذرات الذہب ابن عماد حنبلی

۳۰۔ صدی الفواد	شیخ محمد ساوی	ص
۳۱۔ عیون المعجزات	شیخ حسین بن عبدالوہاب	ع
۳۲۔ عمدۃ الطالب	ابن مہنہ داؤدی	ع
۳۳۔ عیون اخبار الرضا	شیخ صدوق	ع
۳۴۔ عقد النظم	مولوی مظہر حسن سہارنپوری	ع
۳۵۔ غیۃ الطوسی	شیخ طوسی	غ
۳۶۔ غایۃ الاختصار	ابن زہرہ	غ
۳۷۔ فرحۃ الغری	عبدالکریم طاؤس	ف
۳۸۔ فوائد الرضویہ	شیخ عباس قتی	ف
۳۹۔ کتاب الارشاد	شیخ مفید	ک
۴۰۔ کتاب المناقب	ابن شہر آشوب	ک
۴۱۔ کتاب الاقبال	علی ابن طاؤس	ک
۴۲۔ کامل التاریخ	ابن اثیر جزری	ک
۴۳۔ گنجینہ دانشمندان	محمد شریف رازی	گ



## ..... ﴿ م ﴾ .....

- ۴۴۔ معجم البلدان یاقوت حموی طبع بیروت ۱۹۷۹ء
- ۴۵۔ من لا یحضرہ الفقہ شیخ صدوق الکساء پبلیکیشنز کراچی
- ۴۶۔ مشاہیر مدفون در کاظمین ابراہیم زنگنه طبع مشهد، ۱۳۸۹ش
- ۴۷۔ معجم الادباء یاقوت حموی طبع بیروت، ۱۹۸۰ء
- ۴۸۔ مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی طبع بیروت
- ۴۹۔ موسوعۃ العتبات المقدسہ جعفر خلیلی طبع بیروت، ۱۹۶۶ء
- ۵۰۔ منتخب التواریخ محمد ہاشم مشہدی مکتبہ ساجد ملتان
- ۵۱۔ منہی الآمال شیخ عباس قمی امامیہ پبلی کیشنز لاہور
- ۵۲۔ مفاتیح الجنان شیخ عباس قمی عمران پبلی کیشنز لاہور

## ..... ﴿ ن ﴾ .....

- ۵۳۔ نہر المصاب مرزا قاسم علی کر بلانی مطبع اشاعشری لکھنؤ
- ۵۴۔ النجوم الزاہرہ جمال الدین اتا بکی طبع مصر، ۱۳۸۳ھ

## ..... ﴿ و ﴾ .....

- ۵۵۔ وفیات الاعیان ابن خلکان طبع قم ۱۳۶۴ش

## ..... ﴿ ہ ﴾ .....

- ۵۶۔ ہدایت الزائرین خادم حسین نارووالی کتب خانہ اشاعشری لاہور



# تاریخ نجف اشرف



تالیف و تحقیق

سید ارتضیٰ عباس نقوی



# تاریخ نخت جنت البقیع



تالیف و تحقیق  
سید ارتضیٰ عباس نقوی



# تاریخ مشہد مقدس



تالیف و تحقیق  
سید ارتضیٰ عباس نقوی



# فنِ خطاطی اور حضرت علیؑ



ترتیب، تدوین، تحقیق  
سید ارتضیٰ عباس نقوی